وفاق المدارس کے نصاب کے مطابق
درجہ سادسہ بنین اور درجہ عالیہ بنات کے طلبہ اور طالبات کے یکساں مفید
العَبَّاسِيَّة شَرْحُ السِّرَاجِيَّة
فِي ضَوْءِ الشَّرِيفِيَّة
حامل متن بمعہ آسان لفظی ترجمہ
(۱) وراثت کی تقسیم کے سنہری اصول
(۲) عام فہم طریق انداز
(۳) سراجی کے مشکل مقامات کا حل
(۴) کتب معتبرہ الشریفیہ، الدر المختار، رد المحتار کے زرین حوالجات
(۵) مشقیں اور مسئلہ بنانے کا طریقہ کار
(۶) ہر ہر مسئلہ پر سیر حاصل بحث: اختلافات، دلائل، ترجیح الراجح
(۷) مفتی بہ قول کی تنقیح
(۸) متعدد امثلہ کا اضافہ اور ان کا آسان حل
(۹) طویل فوائد، نادر نکتے اور وراثت کے متعلق انتہائی قیمتی معلومات کا خزانہ
مؤلف
ابو طلحہ محمد زکریا المدنی
(استاذ معہد الخلیل الاسلامی)
ناشر
مکتبۃ الشیخ
۴۴۵/۳-بہادر آباد-کراچی ۵

بسم الله الرحمن الرحیم

تقریظ

رہبر شریعت، پیر طریقت، استاذ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد عابد صاحب مدظلہ العالی (جامعہ خیر المدارس ملتان)

الحمد لله وحده والصلوٰة والسلام علی من لانبی بعدهٗ

امابعد! قال رسول الله صلی الله علیه وسلم تعلموا الفرائض وعلموها الناس فانها نصف العلم

دین اسلام پوری انسانیت کے واسطے قیامت تک کے لئے دین رحمت ہے اس کے احکام اللہ کریم کی رضا اور مخلوق کی باہمی مودت ومحبت کا ذریعہ ہیں یہ دین جامع بھی ہے، عالمی بھی ہے، اور فطری بھی ہے، یہ موضوع خاصا تفصیل طلب ہے یہاں تو صرف ایک حقیقت بیان کرنا ہے کہ دین اسلام نے انسان کو کسی مرحلہ میں آزاد نہیں چھوڑا ہر موقع کے متعلق احکام دیئے انسان کی خواہ انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی، ہر موڑ پر شریعت مطہرہ اس کی رہنمائی کرے گی۔ حتیٰ کہ جب کوئی انسان دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو وہ خود تو بے جان ہوتا ہے مگر اس کے ورثاء کو پوری تفصیل کے ساتھ کفن ودفن کے مسائل بیان کر دیئے کفن ودفن کے بعد ایک اہم ترین مسئلہ میت کے ترکہ کا ہوتا ہے قدیم زمانہ میں مرنے والے کا بھائی اس پر قبضہ کر لیتا تھا اور بیوہ اور بیٹی کے لئے کسی حق کا تصور نہ تھا۔ جامع ترمذی جلد ثانی ص: ۲۹ پر ہے کہ حضرت سعد بن ربیعؓ کی شہادت کے بعد ان کے مال پر ان کے بھائی نے قبضہ کر لیا تو مرحوم شہید کی بیوہ آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ یہ سعد بن الربیع کی بیٹیاں ہیں ان کے والد آپ کی معیت میں غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کے چچا نے ان کے مال پر قبضہ کر لیا ہے اور ان کو کچھ بھی نہیں دیا۔ ان کی شادیاں تب ہی ہو سکیں گی جب کہ ان کے پاس مال ہو۔

جس پر آیت "یوصیکم الله فی اولادکم الخ" نازل ہوئی تو اس نے ڈنکے کی چوٹ واضح کر دیا کہ ترکہ کی تقسیم بلکہ قبضہ کا جو طریقہ رائج تھا وہ قطعاً غلط ہے اور اس کی تقسیم کتاب وسنت کے احکام کے موافق کی جائے اس ذیل میں قرآن کریم کا اسلوب بھی بڑا عجیب ہے فرمایا "لَاتَدْرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعاً" ترجمہ: تمہیں نہیں معلوم کہ تمہارے باپ، بیٹوں میں کون تمہارے لئے زیادہ فائدہ پہنچانے والا ہے۔

الحمدللہ علماء امت دین کے دوسرے شعبوں کی طرح احکام میراث کی توضیح وتدوین کی طرف بھی متوجہ رہے ہمارے ہاں اس ذیل میں ایک مخلص مقبول اور محقق عالم ربانی حضرت سراج الدین محمد بن محمد بن عبدالرشید السجاوندی کی کتاب، سراجی پڑھائی جاتی ہے اس کے حضرت مصنف مرحوم کا تفصیلی تذکرہ گو نہیں ملتا مگر ان کے اخلاص وتحقیق کو اللہ کریم نے شرف قبولیت بخشا ہے پس معلوم ہوا شہرت کچھ نہیں اصل چیز تو قبولیت ہے۔ سراجی چونکہ داخل نصاب ہے اس لئے دور حاضر میں بھی اس کی متعدد شروح منظر عام پر آ چکی ہیں۔ ہمارے مخدوم ومکرم جناب حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب مدنی مدظلہ کے فرزند ارجمند مولانا محمد زکریا مدنی سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس ذیل میں جو کاوش کی ہے وہ آپ کے ہاتھوں میں ہے ان کی یہ محنت اور تحقیق قابل رشک ہے۔ سراجی پڑھنے والے قدر دان طلبہ کے علاوہ، انشاء اللہ حضرات اساتذہ کے لئے بھی مفید ہوگی۔ کتاب کی توضیح کے ضمن میں دوسری مفید مباحث بھی آ گئی ہیں.......... اس موقع پر یہ عرض کر دینا نامناسب نہ ہوگا کہ علماء، طلبہ کو حساب سیکھنے کی طرف بطور خاص متوجہ ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ جس طرح صرف ونحو وبلاغت کے بغیر قرآن وحدیث سمجھنا ناممکن ہے اسی طرح علم میراث کا فہم حساب کے فہم کے بغیر ناممکن ہے دعا ہے کہ اللہ پاک عزیز موصوف سلمہٗ کی اس محنت کو قبول فرمائے اور علماء، طلبہ کے لئے نافع بنائے۔ (آمین)

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

محمد عابد عفی عنہٗ

مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان، حال وارد معہد الخلیل الاسلامی کراچی

یکم شعبان ۱۴۲۹ھ

وھو یرثھما ان لم یکن لھما ولد

وراثت کے اصول وقواعد

العباسیّة شرح السراجیه

فی ضوء الشریفیة

حامل متن بمعہ آسان لفظی ترجمہ

(۱) وراثت کی تقسیم کے سنہری اصول

(۲) عام فہم طریق انداز

(۳) سراجی کے مشکل مقامات کا حل

(۴) کتب معتبرہ الشریفیه، الدر المختار ،رد المحتار کے زرین حوالجات

(۵) مشقیں اور مسئلہ بنانے کا طریقہ کار

(۶) ہر ہر مسئلہ پر سیر حاصل بحث، اختلافات، دلائل، ترجیح الراجح

(۷) مفتیٰ بہ قول کی تنقیح

(۸) متعدد امثلہ کا اضافہ اور ان کا آسان حل

(۹) طویل فوائد، نادر نکتے اور وراثت کے متعلق انتہائی قیمتی معلومات کا خزانہ

ابو طلحہ محمد زکریا المدنی
(استاذ معہد الخلیل الاسلامی)

ناشر
مکتبة الشیخ
۲۲۵/۳- بہادر آباد- کراچی ۵

نام کتاب:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔العباسیة شرح السراجیہ فی ضوء الشریفیہ۔

مؤلف:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ابوطلحہ محمد زکریا المدنی استاذ معہد الخلیل الاسلامی۔

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مکتبۃ الشیخ ۴۴۵/۳ بہادر آباد کراچی نمبر ۵

﴿شرح کی خصوصیات﴾

(۱) حامل متن ہونے کے ساتھ آسان ترجمہ۔

(۲) جچے تلے اسان الفاظ میں مذکورہ اصول وقواعد کی وضاحت۔

(۳) مسئلہ بنانے کا طریقہ اور ہر مسئلہ کی مکمل تنقیح وتوضیح۔

(۴) متعلقہ مسائل پر سیر حاصل بحث۔اکابر صحابہ، تابعین اور ائمہ اربعہ کی آرآء مع الدلائل وترجیح الراجح۔

(۵) مفتیٰ بہ قول کی تصریح۔

(۶) کتب معتبرہ، ھدایہ، الشریفیہ، الدر المختار، رد المحتار، امجد العلوم اور دیگر کتب کے زرّیں حوالجات۔

(۷) سراجی کے مغلقات کا آسان الفاظ میں حل۔

(۸) مسائل حل کرنے کی عملی مشق۔

(۹) ہر باب کے متعلق احادیث جو کتب صحاح اور دیگر کتب حدیث میں موجود ہیں ان روایات کا ذکر بمعہ حوالہ۔

(۱۰) سراجی کی شروح اور خاص کر خاتمہ المحققین ابن عابدین الشامیؒ کے کلام کی روشنی میں مسائل متعلقہ پر طویل فوائد، نادر نکتے۔حل سراجی، تفصلی مباحث اور انتہائی قیمتی علمی خزانے جو فن میراث کے سمجھنے میں انتہائی معاون ثابت ہونگے۔

فہرست شرح کتاب سراجی

انتساب

مشفق ومہربان والدین

اور جملہ اساتذہ کرام اور مشائخ عظام

کے نام

جن کی دعاؤں اور توجہات کی بدولت

یہ تصنیف معرض وجود میں آئی

عرض مؤلف

علم میراث کی اہمیت ارباب علم پر مخفی نہیں۔خودسرور دو عالم شاہ و مکان ﷺ نے اس فن میراث کو سیکھنے کی ترغیب بیان فرمائی ہے۔ آنخضرت ﷺ کی پیشن گوئی کی مطابق کتاب سنت کا علم لوگوں کے سینوں سے اٹھالیا جائیگا۔لوگ میراث کی تقسیم کے بارے میں جھگڑیں گے کہ کس کا کتنا حصہ ہے؟اور کون کتنے حصے کا حقدار ہے؟لیکن کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جو شریعت کے مطابق بتا سکے کہ کونسا وارث کتنے حصے کا حقدار ہے(الحدیث مشکوٰۃ المصابیح ص:۳۸ قبیل ابواب الطھارۃ)

آج نبی اکرم ﷺ کی یہ پیشنگوئی حرفاً حرفاً پوری ہوتی ہوئی نظر آرہی ہے۔دینی علوم سے بے رغبتی اور ان کے سیکھنے میں سستی، عدم توجہی کے اس دور میں علم میراث کے سیکھنے والے بھرے بورے میں ایک مٹھی بھر دانوں کے بقدر بھی نہیں۔عوام تو کجا،علماء میں بھی اس فن کے ماہرین کم نظر آتے ہیں۔ایسے حالات میں اس فن میراث کی طرف توجہ،وقت کا عین تقاضا ہے۔

علم المیراث پر متقدمین نے مختلف کتب تصنیف فرمائیں۔لیکن کتاب سراجی کو اللہ پاک نے جو مقبولیت عطا فرمائی وہ اہل علم پر مخفی نہیں۔چھٹی صدی ہجری میں لکھی جانے والی اس کتاب کی بیسیوں شروحات منصہ شہود پر آئیں کبار شارحین......صاحب العنایہ ھدایہ کی جامع اور پرمغز شرح کے مؤلف علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی ۸۶ے ھ علامہ سعد الدین التفتازانی ۹۲ے ھ علامہ میر سید سند شریف جرجانی ۸۱۶ھ جیسے نامور محققین......کے قلم سے لکھی ہوئی شروح جب دنیا کے تمام گوشوں میں پھیل گئیں تو اس علم میراث کی مزید تشریح اور توضیح کیلئے علماء نے اس تمام کتاب سراجی کی شروح پر طویل و بسیط حواشی لکھے بقول علامہ خلیفہ کاتب چلپی التوفی ۱۰۶۷ھ صاحب کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون.............سراجی کی مؤخر الذکر شرح الشریفیہ شرح السراجیہ۔جو علامہ میر سید سند شریف الجرجانی التوفی ۸۱۶ نے ۸۰۴ھ میں مقام سمرقند میں تصنیف فرمائی یہ وہ لطیف شرح ہے کہ بہت سے علماء نے اس شرح پر حواشی اور تعلیقات کا اضافہ کیا۔اس طرح الشریفیۃ شرح السراجیہ للعلامۃ السید السند الشریف الجرجانی سراجی کی سب سے مقبول شروح میں شمار ہوئی چنانچہ خاتمۃ المحققین علامہ محمد امین المعروف بابن عابدین الشامیؒ ۱۲۵۲ھ اور ان سے پہلے علامہ حصکفی صاحب الدرالمختار نے بے شمار مقامات پر......ذکرہ السید واقرہ السید کذا قال السید کما یقولہ السید کے الفاظ سے اس شرح الشریفیہ کا ذکر خیر کیا ہے۔

بندہ کو متعدد بار سراجی پڑھانے کا اتفاق ہوا اور اسکے مطالعہ کیلئے متفرق شروح اور حواشی دیکھنے کا اتفاق ہوا لیکن مطبوعہ شروح میں شریفیہ شرح السراجیہ اور اس کے حواشی سے کامل مکمل شرح نظر سے نہیں گزری۔علامہ سید سند شریف جرجانی نے کتاب سراجی کے مغلقات کو کھول کر بیان فرمایا اور ہر چھوٹے بڑے مسئلہ کو واشگاف الفاظ میں بغیر کسی غموض اور اخفا کے سیدھے سادھے الفاظ میں بیان فرمایا اور سونے پر سہاگہ یہ شارح کا ایک طرف تجر علمی نمایاں دوسری طرف شارحؒ مذہب احناف کے ایک مضبوط ستون ہیں مزید برآں علم میراث میں فقہ اور حساب کے معروف قواعد کے جاننے کے علاوہ علم میراث کے بہت سے اختلافی

مسائل میں......عول، رد۔ مقاسمۃ الجد اور بیسیوں مسائل میں......اکابر صحابہ کے مذہب کی تنقیح، صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں متعلقہ مسئلہ پر ذکر کردہ روایات کبار تابعین اور ائمہ اربعہ کے اقوال اور خاص کر مذہب حنفی کی تنقیح پر شارح کمال دسترس رکھتے ہیں اور ہر مسئلہ میں ایسا واضح کلام فرماتے ہیں کہ کوئی خفا نہیں رہتا۔

ان مذکورہ بالا امتیازات کی وجہ سے طبیعت پر داعیہ ہوا کہ علامہ سید کی مذکورہ شرح کی ان خصوصیات سے طلبہ برادری کو روشناس کرایا جائے۔ لیکن بڑی دشواری یہ پیش آئی کہ ان مباحث طویلہ میں جانے سے اصل مقصد فن میراث کے طے شدہ قواعد میں الجھن پیدا ہو سکنے کا احتمال قوی تھا......اس لیے اس شرح میں یہ کوشش کی گئی کہ فن میراث کے ضروری قواعد جو سراجیہ میں ہیں ان کو متن میں رکھا جائے اور علامہ میر سید کی طویل توضیحات، مسائل دلائل اور اختلافات کو حواشی کی زینت بنایا جائے تا کہ فن میراث سے مناسبت رکھنے کیلئے متن کو یاد کیا جائے اور سمجھا جائے اور مسائل میراث کی تحقیق کیلئے اس کے حواشی کو دیکھا جائے...............آخر کتاب میں خاتمۃ المحققین ابن عابدین شامیؒ کے حواشی کے اضافہ نے بھی اس کتاب کے مسائل کے مجموعہ کو مزید قابل اعتناء بنا دیا۔ **فللّٰه الحمد وله الشكر**

استاذ محترم جامع المعقول والمنقول یادگار اسلاف شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام محمد العباسی مدظلہم کے نام نامی سے اپنی اس تالیف کو موسوم کر کے اس شرح کا نام **العباسيه شرح السراجيه فی ضوء الشريفيه** تجویز کرتا ہوں۔

**وبالله التوفيق ان أصبت فمن الرحمن ومن فيوض اساتذتي ومشائخي
وان اخطات فمني ومن الشيطن.**

ابو طلحہ محمد زکریا المدنی
استاذ معہد الخلیل الاسلامی
۱۴/۰۶/۱۴۲۹

……………﴿ سبب تالیف ﴾……………

غالباً ۱۴۱۶ھ اوائل ذیقعدہ کی بات ہے جب اس خاکسار کی مدرسی کی شروعات تھیں۔ بندہ نے جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام محمد صاحب العباسی مدظلہم ……شیخ الحدیث جامعہ معہد الخلیل الاسلامی، حال شیخ الحدیث جامعہ حمادیہ کراچی سے سراجی پڑھنے کی درخواست کی جس کو حضرت مولانا نے بکمال خوشی ورغبت قبول فرمالیا۔ بعد از نماز فجر، اسباق کے شروع ہونے سے پہلے حضرت مولانا مختصر سا ناشتہ بمعہ ایک چائے کی پیالی نوش فرماتے۔ دوران ناشتہ بندہ سراجی کو پڑھتا جاتا ۔خود ہی عبارت پڑھتا اور خود ہی اس کی تشریح اور توضیح کرتا۔ کتاب میرے ہاتھ میں ہوتی۔ اور حضرت الاستاذ (ادام اللہ ظلهم علینا مع كمال الصحة وتمام العافية) بغیر کتاب اس خاکسار کے سبق کو سنتے جاتے۔ جہاں تصحیح، حذف واضافہ کی ضرورت پیش آتی، حضرت الاستاذ اس کو بیان فرماتے۔ سبق کا مطالعہ، متعلقات دیکھنا۔ سبق کو لکھنا مختلف کتب فتاویٰ سے میراث کے واقعی سؤالات بغیر جواب لکھے نقل کرنا اور پھر سراجی میں ذکر کردہ اصول کے مطابق ان سؤالات کے جوابات لکھنا (یہ واقعی سؤالات بمعہ اجوبۃ اس شرح کے آخر میں درج ہیں) اور پھر یہ دیکھنا کہ میرے جواب اور کتب فتاویٰ میں لکھے گئے جواب میں کیا فرق ہے۔ مختلف فیہ صورۃ مسئلہ میں ترجیح القول الراجح کے بعد مرجوح اور راجح دونوں صورتوں کے مطابق جوابات ترتیب دینا۔ پھر راجح قول لکھنا جیسا کہ باب ذوی الارحام۔ باب الحمل وغیرہ کی مباحث میں ہے۔۔۔۔۔۔ یہ سب کچھ میرے ذاتی شوق، مطالعہ اور محنت پر موقوف تھا۔ بہر حال ادھر ناشتہ ختم ہوتا اُدھر میرا سبق ختم ہوجاتا اس طرح چند ہفتوں میں (اواخر ماہ ذیقعدہ میں)، یہ کتاب از حرف اول تا حرف آخر اس احقر نے پڑھی……درمیان میں ایک ہفتہ حضرۃ الاستاذ اہلیہ محترمہ کے انتقال کے باعث تشریف نہیں لائے تھے……اتنے مختصر سے دنوں میں سبق کے دوران کچھ بے ربط سے اشارات۔ صورۃ مسئلہ اور کتاب کے مختلف معضلات کی تنقیحات ایک مختصر سی کاپی میں چند صفحات میں اس خاکسار نے لکھ رکھی تھی۔ جب مجھے اس کتاب سراجی کی تدریس سونپی گئی تو میں اس کاپی کو بھی زیر مطالعہ رکھ لیتا اور اس پر حذف واضافے مختلف نئی صورت مسئلے کا اضافہ کرتا رہا۔ اور طلبہ وطالبات کے مختلف سالوں میں شوق اور رغبت کی کمی اور بیشی کے اعتبار سے کبھی صرف قبیل باب ذوی الارحام تک پڑھاتا۔ اور متعدد سالوں میں کتاب پورا کرنے کا بھی اتفاق ہوا۔ اسی طرح ان کے شوق کے پیش نظر مختلف سالوں میں میراث کے سؤالات (فرضی اور واقعی) مشق کرانے کا بھی اتفاق ہوا۔ اس طرح اس زیر مطالعہ کاپی سے استفادہ بڑھتا رہا۔۔۔۔۔۔ کئی سالوں سے طبیعت پر داعیہ تھا کہ سراجی کی ایسی شرح لکھوں جس میں مختصر، جامع الفاظ میں سراجی کے اصول بھی سامنے آجائیں اور

میراث کے متعلقات میں سے کسی بھی گوشہ میں تشنگی نہ رہے۔اس کے لئے علامہ میر سند شریف جرجانی کی شرح الشریفیہ کافی وافی تھی۔خاتمۃ المحققین علامہ ابن عابدین الشامیؒ کی رد المحتار اوراس کامتن بھی حرفاً حرفاً نظروں کے سامنے رہا چونکہ علامہ شامی نے بھی اکثر وبیشتر سید صاحب کی اس شرح پر اتکال کیا ہے۔لہٰذا عموماً شریفیہ کے حوالہ پر اکتفا کیا گیا۔کاپی کی حالت ایسی نہ تھی کہ اس کو بحالہ طبع کرایا جائے۔اس لئے مذکورہ کتب کو سامنے رکھ کر شرح کا مسودہ تیار کیا گیا۔

چنانچہ توفیق سے الٰہی سے یہ مجموعہ از ابتداء تا اختتام باب الرد تیار ہوگیا۔اس میں جو ذرّہ خیر ہو وہ استاذ محترم اور حضرت علامہ سید سند شریفؒ اور ابن عابدینؒ شامی اور دیگر مشائخ کا فیض ہے اور اس میں جو لفظی، معنوی، تعبیر کی یا تحقیق کی غلطیاں سامنے آئیں وہ میری طرف منسوب ہوں۔

حضرت الاستاذ کے نام نامی ہی کی طرف منسوب کر کے اس کتاب کا نام "العباسیہ شرح السراجیہ فی ضوء الشریفیہ" تجویز کرتا ہوں، اللہ پاک نافع بنا کر دارین میں میرے اور میرے والدین، اساتذہ، اہل وعیال کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

(آمین)

آخر میں وہ افراد واشخاص جنہوں نے اس کتاب کے مسوّدے کی تیاری۔کمپوزنگ، اصل سے مراجعت، اور تصحیح در تصحیح میں بندہ کی کلی یا جزئی معاونت کی، ان تمام افراد کا میں بے حد ممنون ہوں۔اللہ پاک ان کو دارین میں اپنی رضاء نصیب فرمائے۔

(آمین)

﴿وقصید تی تبقیٰ وھا انا اکتسی .... ثوب الفنآء و کل شیئ فان﴾

ابو طلحہ محمد زکریا المدنی

(استاذ معہد الخلیل الاسلامی)

۲۰/۰۶-۱۴۲۹

مبادیٔ کتاب مع تعریف ترکہ

یہ کتاب علم فرائض میں ہے ابتداءً اس میں مندرجہ ذیل باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

١۔اس کے مصنف کون ہیں؟	٢۔اس کی تعریف کیا ہے؟
٣۔موضوع کیا ہے؟	٤۔غایت کیا ہے؟
٥۔حکم کیا ہے؟	٦۔ارکان کتنے ہیں؟
٧۔شرائط کیا ہیں؟	٨۔وجہ تسمیہ کیا ہے؟
٩۔اس علم میراث کا مقام۔	١٠۔استمداد کہاں سے لی گئی ہے؟

مصنف کتاب سراجی

نام ونسب: الامام العلامۃ سراج الدین محمد بن محمد بن عبد الرشید

کنیت: ابوطاہر۔

نسبت: السجاوندی

علم الفرائض میں ''المختصر'' (مراد السراجیہ ہے) کے مصنف ہیں اور اس ''المختصر'' کی خود ہی شرح بھی فرمائی ہے۔[1] ذکرہ الحافظ عبد القادر القرشی الحنفی۔

مصنف رحمہ اللہ کے حالات زندگی:

کتب تاریخ میں مصنف رحمہ اللہ کے حالات کے متعلق بظاہر کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ بظاہر مصنف رحمہ اللہ کی زندگی گمنامی میں گذری ہے۔ البتہ حافظ عبد القادر القرشی الحنفی (٦٩٦......٧٧٥ھ) نے جن الفاظ بالا میں مصنف رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا ہے کہ اس سے مصنف کی ثقاہت، تبحر علمی عیاں ہے۔

اس کتاب کا نام:

بظاہر مصنف کی یہ کتاب شروع میں ''المختصر'' کے نام سے معروف تھی۔ پھر شاید اس کا نام السراجیہ مشہور ہوگیا۔ (جیسا کہ الجواهر المضیئۃ سے معلوم ہوتا ہے) صاحب کشف الظنون نے اس کو فرائض السجاوندی اور الفرائض السراجیہ کے نام سے ذکر کیا ہے[2]

اس کتاب کی شروحات:

صاحب کشف الظنون نے تقریباً چار کالم میں اس کی بیسیوں شروحات کا ذکر کیا ہے جن میں سے مشہور شروحات یہ ہیں۔

---

[1] الجواهر المضیئۃ فی طبقات الحنفیہ ص:٣٣١ ج:٣ طبع دار العلوم الریاض۔

[2] کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون کالم نمبر ١٢٤٧ ج ٢ نور محمد کتب خانہ۔

ا۔مصنف کی خود تحریر کردہ شرح: اس کا تذکرہ صاحب الجواھر المضیئه نے کیا ہے نیز صاحب الدر المختار[1] علامہ حصکفی نے بھی جا بجا اس شرح کے حوالجات ذکر کیئے ہیں۔

۲۔شرح الشیخ اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی المصری الحنفی التوفی (۷۸۶ھ)

۳۔شرح السید الشریف علی بن محمد الجرجانی یہ شرح انہوں نے سمرقند میں ۸۰۴ھ میں لکھی یہ شرح عوام میں متداول ہے اسی لئے بہت سے علماء نے اس (شریفیہ) پر بہت سے حواشی لکھے[2]

اس کے علاوہ صاحب کشف الظنون نے شروح کی ایک طویل فہرست نقل کی ہے کشف الظنون کالم ۱۲۴۹ ج:۲

سن وفات:

کشف الظنون میں مصنف رحمہ اللہ کا سن وفات ذکر نہیں[3]۔الجواھر المضیئه اور دیگر کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف "چھٹی صدی ھجری میں اس عالم دنیا میں زندگی گزار کر راہی عالم بقاء ہوئے ہیں۔ **واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم**

کتاب سراجی کی اہمیت:

فن میراث میں یہ واحد کتاب ہے جو خصوصی طور پر تمام اہل علم کے نزدیک مقبول ہے اور صدیوں سے مدارس دینیہ کے نصاب میں داخل ہے۔

---

[1] الدر المختار جلد سادس کتاب الفرائض۔

[2] دیکھئے (فرائض السجاوندی) کشف الظنون کالم (۱۲۴۸) جلد ثانی۔

[3] دیکھئے کشف الظنون میں اسطرح ہے ھوالامام سراج الدین محمد بن محمود بن عبدالرشید السجاوندی الحنفی التوفی سنۃ ...... کالم ۱۲۴۷ ج ۲

۲۔علم الفرائض کی تعریف:

هو علم باصول من فقه وَ حساب تعرف حق كل من التركة. (الدر المختار (ص:۷۵۷ ج:٦)

ترجمہ: علم الفرائض فقہ اور حساب کے ان قواعد کا جاننا ہے کہ جن قواعد کے ذریعہ مال متروکہ میں سے ہر وارث کا حصہ معلوم ہو جائے۔

ہو علم باصول:

یعنی فقہ اور حساب کے ایسے قواعد واصول کو اس علم میں بیان کیا جاتا ہے جن اصول کے ذریعے ہر وارث کو ترکے میں سے اس کا حق معلوم ہو جاتا ہے۔ ان اصول سے مراد وہ اسباب جو وراثت سے مانع ہیں، حجب کے اصول وغیرہ مراد ہیں کیونکہ ان کے بغیر کسی وارث کے حقوق معلوم نہیں ہو سکتے۔ اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ جس شخص کو ان قواعد واصول کا علم نہ ہو اس کے لئے میراث تقسیم کرنا جائز نہیں۔ ان اصول میں یہ بھی داخل ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ وارث صاحب فرض ہے یا عصبہ ہے یا ذی رحم ہے، اور وراثت کے اسباب کیا ہیں، نیز ضرب دینے کے قواعد، مسئلے کی تصحیح کے قواعد، عول اور ردّ کے اصول کیا کیا ہیں۔ (حاشیہ ابن عابدین ص:۷۵۷ ج:٦)

۳۔موضوع:

''الترکات'' میت کے انتقال کے بعد متروکہ مال:

۴۔غایت: ایصال الحقوق الی أربابها

ترکہ کے حقداروں تک انکے حق کو پہنچانا

۵۔حکم: اس علم کا سیکھنا فرض کفایہ ہے۔

۶۔ارکان: اس علم کے تین ارکان ہیں:

۱۔وارث: یعنی میت کے وفات بعد باقی رہنے والے وہ رشتہ دار جن کا حصہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

۲۔مورث: میت کو کہتے ہیں جس کے لوگ وارث ہوتے ہیں۔

۳۔حق موروث: یعنی ترکہ۔ (وہ مال جس کو میت چھوڑ کر مرے)۔ (حاشیہ ابن عابدین ص:۷۵۸)

۷۔شرائط: وراثت کو تقسیم کرنیکی تین شرائط ہیں:

۱۔موت مورث حقیقتاً ہو یا حکماً ہو یا تقدیراً ہو۔

حکماً کی مثال جیسے کہ مفقود حکماً میت ہوتا ہے تو اس کی میراث شرعی اصول کے مطابق تقسیم کی جائیگی۔ موت مورث تقدیراً

کی مثال جیسا کہ وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو اگر کوئی شخص اس جنین کو ظلما ساقط کر دیتا ہے تو جانی پر غرّہ لازم ہوگا۔

۲۔ ورثاء کا وجود میت کی موت کے وقت حقیقتا ہو یا تقدیرا جیسے (حمل) لہٰذا حمل (ماں کے پیٹ کا بچہ) بھی دنیا میں آنے کے بعد وارث بنے گا۔

۳۔ میت سے قرابت ارث کی جہت کا معلوم ہونا نسبی ہو یا سببی۔ یعنی یہ وارث میت کا نسبی رشتہ دار (باپ، بیٹا، بھائی، بہن) ہے یا سببی رشتہ دار (شوہر، بیوی) ہے۔

۸۔ علم الفرائض کی وجہ تسمیہ:

علم میراث کو علم الفرائض بھی کہا جاتا ہے۔ فرائض فریضۃ کی جمع ہے جس کے معنی مقرر کرنے اور اندازہ کرنے کے ہیں۔ چونکہ اس علم میں وارثوں کے جو حصے بیان کئے گئے ہیں وہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں۔ اس لئے اس علم کو علم فرائض کہا جاتا ہے۔

۹۔ علم الفرائض کا مقام:

قال رسول اللہ ﷺ تعلموا الفرائض والقرآن وعلموا الناس فانی مقبوض رواہ الترمذی (مشکوٰۃ المصابیح ص:۳۵)

قال رسول اللہ ﷺ تعلموا العلم وعلموہ الناس تعلموا الفرائض وعلموہ الناس فانی امرؤ مقبوض والعلم سیقبض ویظھر الفتن حتی یختلف اثنان فی فریضۃ لایجدان احدا یفصل بھا.

رواہ الدارمی والدار قطنی:(مشکوٰۃ المصابیح ص:۳۸ قبیل کتاب الطھارۃ)

۱۰۔ استمداد من العلوم الثلثۃ:

اس علم کے اصول تین ہیں:

کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع امت۔

سنت رسول اللہ کی مثال:

مغیرہ بن شعبہؓ اور محمد بن مسلمہؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے گواہی دی کہ حضور ﷺ نے نانی کو وارث بنایا تھا۔

اجماع امت سے وراثت کے ثبوت کی مثال:

دادی کو حضرت عمرؓ نے اپنی اجتہاد سے وارث بنایا اور اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع منعقد ہوگیا۔

عقل اور قیاس کے ذریعے کسی کو وارث میں حصہ نہیں دیا جاسکتا کیونکہ عقل اور قیاس کا یہاں کوئی عمل دخل نہیں۔

ان تین اصول سے اس علم میراث میں مدد لی جاتی ہے۔

(حاشیۃ ابن عابدین ص:۵۸۷ ج:۶ نیز ابجد العلوم جلد ثانی بحث علم الفرائض ص:۳۹۶)

للعلامہ النواب صدیق حسن خان القنوجی المتوفیٰ ۱۳۰۷ھ

﴿علامہ میر سید سند شریف جرجانی رحمہ اللہ الشریفیہ شرح السراجیہ کے مصنف﴾

نام نامی: علی بن محمد بن علی۔

لقب: السید الشریف اور السید السند الجرجانی۔

ولادت باسعادت: بائیس (۲۲) شعبان ۷۴۰ھ میں مقام جرجان میں آپ کی ولادت ہوئی۔

بچپن ہی سے علوم عربیہ کے حصول کی طرف متوجہ ہوئے اور کم سنی ہی میں وافیہ شرح کافیہ پر حواشی لکھے اس کے بعد آپ کی تصانیف کا سلسلہ چل نکلا۔ چنانچہ علم النحو میں بزبان فارسی بہت سی کتب تصنیف فرمائیں پھر علوم عقلیہ نقلیہ پر مختلف تصانیف آپ کے قلم سے معرض وجود میں آئیں جن کا تذکرہ آگے آ رہا ہے۔

رحلت علمی:

علامہ میر سید، ہراۃ میں قطب الدین رازی کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ ان کی تصنیف کردہ کتابیں شرح مطالع اور شرح رسالہ شمیہ ان کے (قطب الدین رازی کے) سامنے پڑھیں۔ دوران تعلیم قطب الدین رازی رحمہ اللہ نے علامہ سید کی قوت پرواز وعلوّ استعداد کا مشاہدہ کیا اور خاص کر علوم منطق میں ان کی صلاحیتوں کا اندازہ ہوا تو ان کو مبارک شاہ منطقی کی خدمت میں استفادہ کا مشورہ دیا۔ مبارک شاہ منطقی مصر میں تھے چنانچہ علامہ میر سید نے مصر جا کر مبارک شاہ منطقی سے استفادہ کیا۔ اس کے علاوہ آپ نے مختلف علوم وفنون کے لئے رحلات علمیہ فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے فنون شرعیہ کی تحصیل کیلئے علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی (جنہوں نے ھدایہ کی مختصر مگر شاندار اور جاندار شرح عنایہ کے نام سے لکھی ہے) سے استفادہ کیا۔ اس طرح مختلف اساتذہ کبار سے استفادہ کرتے ہوئے علامہ میر سید سند شریف جرجانی نے ایک عالی مقام حاصل کر لیا اور اپنے معاصرین میں آپ کو ایک امتیازی مقام حاصل ہو گیا پھر حضرت علامہ نے شیراز کو اپنا وطن بنالیا اور وہیں پر درس وتدریس اشتغال علمی کا سلسلہ جاری فرمایا

اسی آٹھویں صدی ہجری میں جب تیمور لنگ نے (جو ننھیالی نسب کے اعتبار سے چنگیز خان کی اولاد میں سے تھا) شیراز پر حملہ کیا اور شیراز میں خوب غارتگری مچائی۔ (یہی شیراز جہاں پر علامہ میر سید اقامت پذیر تھے) تیمور لنگ کے وزیر کی درخواست پر تیمور نے علامہ میر سید کو امان دی۔ اور ان کی تبحر علمی اور جلالت شان کو جان کر تیمور نے علامہ میر سید کا اکرام کیا اور ان سے ماوراء النھر جانے کی درخواست کی۔ چنانچہ حضرت علامہ نے سمرقند جا کر افادہ اور دروس کا سلسلہ شروع فرمایا۔

مناظرہ:

تیمور لنگ کے درباریوں میں علامہ سعد الدین تفتازانیؒ بھی تھے جو علم کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھے جن کے علوم سے معارف کے موتی چنے جاتے تھے۔ ان کا بادشاہ اور عوام میں ایک بڑا مقام تھا۔

علامہ تفتازانیؒ اور علامہ میر سید سند شریف جرجانیؒ میں علمی نوک جھوک رہا کرتی تھی یہاں تک کہ تیمور لنگ علامہ سید شریف کو علامہ تفتازانیؒ پر فوقیت دینے لگا تھا۔

چنانچہ علامہ تفتازانیؒ اور علامہ میر سید جرجانی کے درمیان ایک مناظرہ ہوا۔ موضوع تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان اولئک علی ھدی من ربھم میں صاحب کشاف علامہ زمخشری نے استعارہ تبعیہ اور استعارہ تمثیلیہ دونوں کو جمع فرمایا ہے۔

ان دونوں استعاروں کے اجتماع کے متعلق ایک فنی بحث تھی دونوں کے درمیان نعمان الدین خوارزمی معتزلی کو حکم بنایا گیا۔ انتہاء بحث پر حکم نے علامہ سید شریف کو فاتح قرار دیا۔ علامہ تفتازانی پر اس واقعہ کا بے انتہا اثر تھا۔ چنانچہ اس واقعہ کے چند روز بعد علامہ تفتازانی عالم بقاء کی طرف کوچ فرما گئے۔ مذکورہ بالا واقعہ ۷۹۱ھ کا ہے یعنی ۷۹۱ھ میں یہ مشہور مناظرہ ہوا۔ اور بائیس محرم بروز پیر ۷۹۲ھ بمقام سمرقند علامہ تفتازانی کی وفات ہوئی۔

تصانیف:

علامہ میر سید سند شریف جرجانی کثیر التصانیف شخصیت تھے آپ کی تصانیف پچاس سے زیادہ تھیں۔ آپ کی چند تصانیف درج ذیل ہیں۔

(۱) حاشیہ علی اوائل الکشاف
(۲) حاشیہ علی المطول
(۳) حاشیہ علی شرح المطالع
(۴) شرح الفرائض السراجیہ (سراجی کی شرح)
(۵) حاشیہ شرح الشمسیہ للقطب الدین الرازی۔
(۶) حاشیہ علی الھدایہ۔
(۷) شرح ملخص الجغمینی۔
(۸) شرح المواقف
(۹) شرح الکافیہ بالفارسیۃ المسمّٰی بالشریفیہ
(۱۰) طیبی کی شرح مشکوٰۃ کا خلاصہ (خلاصہ حاشیۃ الطیبی)

مذہب:

علامہ میر سید سند شریف جرجانی رحمہ اللہ کو تمام مورخین نے بالاتفاق علماء احناف کی فہرست میں رکھا ہے اس طرح آپ کے حنفی المسلک ہونے پر اتفاق ہے، ہاں علامہ سعد الدین تفتازانیؒ کے متعلق بہت سے علماء نے ان کی بعض تصانیف سے دھوکہ کھا کر ان کو بھی علماء احناف میں شمار کیا حالانکہ سعد الدین تفتازانیؒ علماء شافعیہ کے سرخیل اور مقتدر جماعت کے رکن تھے۔

سلسلۂ نقشبندیہ سے اکتساب فیض:

سلاسل اربعہ (چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ اور نقشبندیہ) میں سلسلہ نقشبندیہ ایک مشہور سلسلہ ہے۔ آٹھویں صدی ھجری کے خواجہ محمد بن محمد البخاری رحمہ اللہ (جو خواجہ بہاء الدین نقشبندیؒ کے نام سے مشہور تھے آپ) نے سید امیر کلال سے ذکر و اذکار اور طریقہ تصوف سیکھا۔ آپ ہی کے نام نامی کی طرف یہ سلسلہ نقشبندیہ منسوب ہوا شیخ بہاء الدین نقشبندی کے خلیفہ خواجہ علاء الدین العطار بخاری سے علامہ میر سید سند شریفؒ جرجانی نے علم تصوف میں اکتساب فیض کیا۔ علامہ سید شریف فرمایا کرتے تھے: عطار بخاریؒ کی خدمت میں پہنچنے سے پہلے ہم نے حق تعالیٰ کو اس کی شایان شان پہچانا ہی نہ تھا۔

عطار بخاری رحمہ اللہ کی وفات بیس رجب ۸۰۲ھ میں ہوئی۔

وفات:

علامہ میر سید سند شریف جرجانی کی وفات مقام شیراز میں بروز بدھ ۶ ربیع الاول ۸۱۶ھ میں ہوئی۔ اس طرح آپ کی کل عمر مبارک (۷۶) برس ہوئی۔

(هذا كله ملتقط من الفوائد البهية فی تراجم الحنفية مع طرب الاماثل بتراجم الأفاضل للامام ابی الحسنات الفاضل اللكنوی الهندی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿الحمد للّٰہ رب العالمین ٥ حمد الشاکرین و الصلوٰۃ والسلام علی خیر البریۃ محمد و الہ الطیبین الطاھرین﴾.

ترجمہ: سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ شکرگزاروں کے تعریف کرنے کی طرح... اور رحمت کاملہ اور سلامتی نازل ہو مخلوق میں سے افضل ترین ہستی پر جن کا اسم گرامی محمد ﷺ ہے...... اور ان کے آل وعیال پر جو ظاہر و باطن دونوں لحاظ سے پاک ہیں۔

تشریح: مصنف رحمہ اللہ کتاب کی ابتداء حمدلہ سے فرما رہے ہیں کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے (انبیاء اور اولیاء) شکرگزاروں کی تعریفوں کی مانند... اس جملے میں مصنفؒ نے حمد و شکر دونوں کو جمع فرمایا ہے آگے سید الکونین ﷺ کے حق صلوٰۃ کی ادائیگی کے لئے آپ پر اور آپ کے گھرانے اور تمام مسلمانوں کے لئے رحمت کی دعا فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے آل وعیال پر صلوۃ وسلام ہو جو تمام مخلوق میں بہتر اور افضل ہیں

تحقیق: الحمد... سراجی کے اکثر نسخوں میں حمد وصلوۃ کا ذکر نہیں بلکہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابتداء ہے اور بعض شارحین نے اپنی شرح میں اس حمد وصلوٰۃ کو اختیار فرمایا ہے۔

﴿قولہ ... حمد الشاکرین﴾

یہ منصوب بنزع الخافض ہے، اصل میں کحمد الشاکرین تھا... مصنف نے اپنی حمد مقبول ہونے کے لئے اس کو شاکرین کی حمد کے ساتھ ملا کر ذکر کیا تا کہ جب شاکرین کی حمد قبول ہو اس وقت میری بھی حمد کو شرف قبولیت نصیب ہو

الہ: ہر متقی مؤمن کو حدیث میں ال نبی کہا گیا ہے... لہذ الفظ ال حضرات صحابہ رضی اللہ عنہ کو بھی شامل ہے۔

الطیبین والطاھرین:

دونوں کے ایک ہی معنیٰ ہیں، اب اس سے کیا مراد ہے؟

(۱) طیبین سے ظاہری پاکی مراد ہے اور طاہرین سے باطنی پاکی مراد ہے۔

(۲) طیبین سے دنیا میں پاک ہونا مراد ہے اور طاہرین سے آخرت میں پاک ہونا مراد ہے۔

﴿قال رسول اللہ ﷺ تعلموا الفرائض وعلموھا الناس فانھا نصف العِلْمِ﴾.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم علم فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ وہ آدھا علم ہے۔

تشریح: علوم دینیہ میں سے علم فرائض کے نصف العلم ہونے کی وجہ سے آپ نے امت کو حکم دیا کہ وہ خود بھی علم الفرائض سیکھیں اور دوسروں کو بھی سکھائیں۔

﴿**تحقیق**﴾ (قال رسول اللہ ﷺ) حدیث پاک سے ابتداء کرنے کا مقصد برکت حاصل کرنا اور معلم و متعلم کے دلوں میں علم الفرائض کی رغبت پیدا کرنا ہے۔

فرائض: جمع ہے فریضۃ کی (بروزن فعیلۃ)۔ یہ فرض سے مشتق ہے۔ لغت میں اس کے کئی معنیٰ آتے ہیں (۱) کبھی تقدیر

کے معنیٰ میں آتا ہے۔ جیسے کہ قرآن پاک میں ہے۔ ''حیث ما فرضتم '' (یعنی جیسے تم پر فرض کیا گیا ہے ای قدرتم یعنی جیسے تمہارے لئے مقدر کیا گیا ہے) اس معنیٰ کے اعتبار سے علم المیراث کو فرائض اس طور پر کہہ دیا کہ اس کے احکام اللہ نے ہمارے لئے مقدر کئے ہیں۔

(۲) کبھی فرض قطع یعنی کاٹنے کے معنیٰ میں آتا ہے کہ جیسے اللہ کا قول ہے: نصیباً مفروضا (یعنی علیحدہ کیا گیا حصہ) ای مقطوعا (یعنی ہر ایک کا حصہ دوسرے کے حصہ سے جدا اور ممتاز ہے) اس معنیٰ کے اعتبار سے علم المیراث کو علم الفرائض اس اعتبار سے کہا کہ ہر ایک کا حصہ دوسرے کے حصہ سے الگ اور ممتاز ہے۔

(۳) کبھی فرض اس چیز کے معنی میں ہوتا ہے جس کو بغیر عوض کے دیا جائے، جیسے اہل عرب کا قول ہے: ما اصبت منه فرضا ولا قرضاً (یعنی مجھے اس سے کوئی شے نہ بلا عوض حاصل ہوئی نہ عوض کے بدلہ میں) اس معنی کے اعتبار سے علم المیراث کو علم الفرائض اس اعتبار سے کہا کہ اس کے ذریعے جو مال کسی بھی وارث کو دیا جاتا ہے وہ بلا معاوضہ دیا جاتا ہے۔

(۴) کبھی فرض بمعنی انزال کے ہوتا ہے جیسے کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ان الذی فرض علیک القرآن﴾ ای انزل

(بیشک وہ ذات جس نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے)

اس معنی کے اعتبار سے علم میراث کو علم فرائض اس وجہ سے کہا کیونکہ فرائض و میراث کے احکام اللہ نے آسمان سے اتارے ہیں حضور ﷺ پر۔

(۵) کبھی فرض تبیین کے معنی میں ہوتا ہے یعنی واضح کرنے کے معنی میں جیسے کہ ''قد فرض الله لکم تحلة ایمانکم'' (اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسموں سے حلال ہونے کا طریقہ بیان فرمایا) ای بین اللہ۔

اس معنی کے اعتبار سے علم میراث کو علم فرائض اس اعتبار سے کہا ہے کیونکہ اس حکم کو اللہ تعالیٰ نے از خود بیان فرمادیا ہے۔

(۶) کبھی فرض احلال کے معنی میں ہوتا ہے یعنی حلال کرنے کے معنی میں جیسے: اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

﴿ما کان علی النبی من حرج فیما فرض الله له﴾

(نبی پر اس چیز کے بارے میں کوئی گناہ نہیں ہے جو اللہ نے ان کے لئے حلال کردی) ای أحلّ اللّٰہ له۔

اس معنی کے اعتبار سے علم میراث کو علم الفرائض اس وجہ سے کہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میراث کو وارثین کے لئے حلال فرمادیا ہے

نصف العلم: علم میراث کو جو نصف العلم کہا ہے اس میں علماء کے کئی اقوال ہیں۔

(۱) یہ متشابہات میں سے ہے۔

(۲) نصف العلم کثرت بلوی و عموم احتیاج کی وجہ سے کہا ہے۔

(۳) انسان کی دو حالتیں ہیں ۱) حالت ممات ۲) حالت حیات تو دیگر تمام علوم کی ضرورت حالت حیات میں ہوتی ہے اور اس علم کی ضرورت حالت ممات میں ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے نصف العلم کہا ہے۔

(۴) سبب ملک کی دو قسمیں ہیں:

(۱) اختیاری، جیسے: بیع وشراء۔ (۲) اضطراری جیسے: وارث ہونا۔ تو میراث میں سبب اضطراری پایا جاتا ہے۔

(۵) اس کو تغلیباً کثرت شعب (یعنی اس علم کی جزئیات بہت زیادہ ہیں) کیوجہ سے نصف العلم کہا۔

(۶) زیادت مشقت میں تمام علوم کے نصف کے برابر ہے اس لئے نصف العلم کہا۔

(۷) کثرت ثواب وفضیلت کیوجہ سے کہا کیونکہ فرائض کا ایک مسئلہ سیکھنے سے انسان سونیکیوں کا مستحق ہوتا ہے۔ اور فقہ کا ایک مسئلہ سیکھنے سے دس نیکیوں کا مستحق ہوگا۔

(۸) اس علم کے مسائل اور صورتیں اسقدر کثیر ہیں گویا یہ تمام علوم کے مساوی ایک مستقل علم ہے۔

(۹) نصف کبھی صرف مطلق حصہ کے معنی میں بھی آتا ہے تو نصف علم بمعنی علم کا ایک وافر حصہ۔

قال علماؤنا رحمهم الله تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة .(ص ۲)

ترجمہ: ہمارے علماء (علماء احناف) نے فرمایا کہ مردہ کے متروکہ اموال کے ساتھ چار قسم کے حقوق کا ترتیب وار تعلق ہوتا ہے۔

تشریح: قال علماء نا:

یہاں سے لے کر آخر کتاب تک جتنے مسائل ہیں سب کے سب احناف کے مسائل ہیں۔

لہٰذا علماء نا سے علماء احناف مراد ہیں۔

تركة الميت: التركة فى اللغة ماتركه الشخص ويبقيه ترجمہ لغۃ میں ترکہ اس مال کو کہتے ہیں جس کو کوئی شخص چھوڑ دے اور وہ مال باقی رہ جائے۔ وفی الاصطلاح التركة ماترک الانسان صافيا خاليا عن حق الغير.

یعنی ترکہ میت کا چھوڑا ہوا وہ مال ہے جس کے ساتھ کسی انسان کا حق نہ ہو مثلاً وہ مال جو میت کے دین میں رہن ہو یا وہ مبیع جس کا ثمن اب تک ادا نہ کیا گیا ہو اور مشتری قبل قبض مبیع مرگیا ہو تو چونکہ اس مال سے دائن یا بائع کا حق متعلق ہے اس لئے یہ مال ترکہ میں شمار نہ ہوگا۔

"حقوق اربعة" کی وجہ الضبط:

جو ترکہ میت سے متعلق ہوگا یا تو میت کو اس میں سے نفع پہنچے گا یا نہیں اگر اس میں میت کو نفع پہنچ رہا ہے تو وہ میت کا کفن ہے، اگر میت کو اس سے نفع نہیں پہنچ رہا تو وہ اس کی موت سے پہلے ثابت ہوگا یا نہ ہوگا اگر موت سے پہلے ثابت ہوگا تو وہ قرض ہوگا اگر موت سے پہلے ثابت نہیں ہوگا تو میت کی طرف سے اس کا ثبوت ہوگا یا نہ ہوگا اگر میت کی طرف سے ثبوت ہوگا تو وصیت ہوگی اور نہیں ہوگا تو میراث ہوگی اور وہ سارا مال تقسیم ہوجائے گا میت کے ورثہ میں۔ (حوالہ: کتاب سراجی کا حاشیہ ص:۳)

تشریح: "مرتبة": اموال میت کے ساتھ حقوق اربعہ کا تعلق علی الترتیب ہونے کے معنی یہ ہیں کہ سب سے پہلے میت کے کفن ودفن کے لئے جتنے اموال کی ضرورت ہو ان کے ساتھ نہ اصحاب دیون (قرض خواہوں) کے حقوق کا تعلق ہوتا ہے نہ ان لوگوں کے حقوق کا جن کے لئے میت نے وصیت کی ہے نہ وارثوں کے حقوق کا لہٰذا سب سے پہلے کفن دفن کا اہتمام میت کے مال سے کیا جائیگا۔ دوسرے نمبر پر بعد ازیں جب تک میت کے تمام دیون ادا نہ ہو جائیں مابقیہ مال میت کے ساتھ نہ وارثین کے حقوق کا تعلق ہوتا

ہے نہ ان لوگوں کے حقوق کا جن کے لئے میت نے وصیت کی ہے لہٰذا کفن دفن کے بعد پورے مال سے میت کے قرضے اتارے جائینگے۔ تیسرے نمبر پر وصیت نافذ کی جاتی ہے اور چوتھے نمبر پر بعد وصیت، جو اموال باقی رہے صرف اس مال کے ساتھ وارثوں کے حقوق کا تعلق ہوتا ہے۔

(۱) الاول یبدا بتکفینہ وتجہیزہ من غیر تبذیر ولا تقتیر ثم تقضیٰ دیونہ من جمیع مابقی من مالہ ثم تنفذ وصایاہ من ثلث مابقی بعد الدین ثم یقسم الباقی بین ورثتہ بالکتاب والسنۃ واجماع الامۃ.

ترجمہ : پہلا حق: مردہ کے سامان (کفن ودفن کرنے) سے ابتداء کی جائیگی بغیر اسراف وبخل کرنے کے پھر مال میت سے جو کچھ باقی رہے اس سارے مال سے میت کے سارے قرضوں کو ادا کر دیا جائے پھر ادائے دین کے بعد جو باقی رہے اس کے ایک تہائی سے میت کی ہر قسم کی وصیتوں کو نافذ کر دیا جائے گا بعد ازیں جو کچھ باقی رہے گا اس کو میت کے وارثوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت شدہ وارثوں کے حصوں کے مطابق۔

الاول یبداء بتکفینہ وتجہیزہ :

سب سے پہلے میت کے مال سے اس کے کفن ودفن کا انتظام کیا جائے گا۔

نقلی دلیل :

اس کی دلیل علماء کرام یہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ان کے پاس سوائے چادر کے کچھ نہ تھا اور وہ چادر بھی ان کے جسم کو ڈھانپنے کے لئے ناکافی تھی کہ اگر پاؤں ڈھانکتے تو سر کھل جاتا اور اگر سر ڈھانکتے تو پاؤں کھل جاتے تو اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سر کو ڈھانک دو اور پاؤں پر پتے ڈال دو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ دین یا وصیت کے لئے کچھ باقی ہے یا نہیں اگر یہ چیز کفن ودفن سے مقدم ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ان کے متعلق پوچھتے۔

عقلی دلیل :

میت کی زندگی کی حالت پر قیاس کریں گے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اس کے بدن کے کپڑے بیچ کر دین کی ادائیگی واجب نہیں تھی ایسے ہی مرنے کے بعد اس کے لباس کی ضرورت کو ادا دین پر مقدم رکھا گیا ہے۔

فائدہ : اگر میت کے پاس مال نہ ہو تو اس کا کفن اس شخص پر واجب ہوگا جس پر میت کا نفقہ واجب ہوتا ہے جب وہ زندہ ہوتا اور عورت کا کفن شوہر پر واجب ہوگا اگر چہ شوہر فقیر ہو یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ہے اور فتویٰ بھی ان کے ہی قول پر ہے اگر ایسا کوئی شخص بھی موجود نہ ہو جس پر اس کا نفقہ واجب ہوتا ہو تو اس میت کو کفن بیت المال سے دیا جائیگا۔

من غیر تبذیر ولا تقتیر:

(میت کی تکفین میں (بغیر کمی اور زیادتی کے) اسراف اور بخل سے احتراز کیا جائے خواہ وہ کمی بیشی کپڑوں کی تعداد کے اعتبار سے

ہو، یا قیمت کے اعتبار سے ہو۔

وضاحت[۱]: عدد ثیاب اور قیمت کے اعتبار سے کمی بیشی کا مطلب یہ ہے کہ:

باعتبار عدد ثیاب[۲]: مردوں کو تین کپڑوں اور عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دینے کا حکم ہے تو اس میں کمی زیادتی کرنا کہ مردوں کو تین سے کم میں یا عورتوں کو پانچ سے کم میں کفن دینا یہ تقتیر (بخل) ہوگی اور تین اور پانچ کے عدد سے زیادہ ہو تو تبذیر (اسراف) ہوگا یہ دونوں صورتیں جائز نہیں۔

باعتبار قیمت: قیمت کے اعتبار سے کمی بیشی کا مطلب یہ ہے کہ آدمی عموماً تین طرح کے لباس استعمال کرتا ہے۔

(۱) عید تہوار اور شادی بیاہ میں استعمال کرنے کے لئے (ہزاروں روپے کا کپڑا خرید جاتا ہے)

(۲) دوستوں سے ملاقات کے لئے متوسط کپڑے پہن کر جاتا ہے۔

(۳) گھر کے لئے (ہر قسم کے پھٹے پرانے کپڑے بھی استعمال کر لیتا ہے) تو اس میں درمیانی قسم کے لباس کی قیمت کے اعتبار سے کفن ہونا چاہئے اگر پہلی قسم ہوگی تو تبذیر (اسراف) ہوگا اور آخری قسم کے اعتبار سے تقتیر (بخل) کہلائے گی۔

(ص:۳۔ حاشیہ نمبر۹)

ثم تقضى ديونه[۲]: دوسرا نمبر قرضہ کا ہے۔

تجہیز و تکفین کے بعد اگر میت کے ذمے قرض ہو تو اس کو ادا کیا جائے اگرچہ اداءِ قرض میں سارا مال ختم ہو جائے اس کی پرواہ نہیں کی جائے گی۔

دین کی تعریف: دین کہتے ہیں جس کا مطالب من جہۃ الخلق موجود ہو اور عرف میں کہتے ہیں کسی شخص کے ذمے میں مال کا واجب ہونا کسی دوسری شئی کے مقابلے میں.......................اور احناف کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا دین جیسے زکوۃ، کفارات وغیرہ آدمی کی موت کے ساتھ ساقط ہو جاتے ہیں۔ (حاشیہ کتاب سراجی ص:۳)

وجہ: عبادات میں ادا بالنفس کی شرط ہے اب جب بندہ فوت ہو گیا تو شرط بھی ساقط ہو گئی مگر ورثاء اگر تبرعاً ادا کردیں یا اس نے ثلث مال میں سے اس کی وصیت کردی ہو جب ادا کرنا جائز ہے۔ بہر حال اگر اللہ تعالیٰ اور بندے کے دین کا اجتماع ہو جائے تو بندے کے دین کو مقدم کیا جائے بوجہ احتیاج عبد کے اور اللہ تعالیٰ کے مستغنی ہونے کے۔ (حاشیہ کتاب سراجی ص:۳)

ثم تنفذ وصاياه..... تیسرا نمبر وصیتوں کا ہے۔

میت کے کفن و دفن اور دین کی ادائیگی کے بعد جو مال بچ جائے گا اس کے ثلث میں سے میت کی وصیتوں کو ادا کیا جائے گا اگر

---

۱ نوٹ: انتقال میت کے بعد ختم و تہلیل پڑھنے والوں پر اور دوسرے غریبوں پر جو اموال صدقہ کئے جاتے ہیں وہ میت کی تکفین و تجہیز میں داخل نہیں لہذا قبل تقسیم مشترکہ ترکہ سے یہ صدقہ کرنا جائز نہیں۔

۲ فائدہ: میت کے دیون میں میت کا دین مہر بھی داخل ہے اور میت اگر زندگی میں کسی دین کا کفیل ہو جائے وہ بھی دیون میت میں داخل ہے ان دیون کے ادا کرنے سے پہلے میت کے ترکہ کے ساتھ وارثین اور ان لوگوں کے حقوق کا تعلق نہیں جن کے لئے میت نے وصیت کی ہے۔

اس نے فوت شدہ نمازوں کی وصیت کی ہو تو ورثاء پر لازم ہے کہ وہ اس کے ثلث مال میں سے ایک نماز کے عوض نصف صاع گیہوں کا کھلائیں اور وتر کی نماز کا بھی فدیہ دینا ہوگا اگر رمضان کے روزے کی وصیت ہوگی (سفر یا کسی مرض وغیرہ کی وجہ سے) پھر وہ اس کی قضاء نہ کر سکا حالانکہ اس پر قادر تھا صحت یا اقامت کے بعد، لیکن اس کی قضاء نہ کی یہاں تک کہ موت آ گئی اب اس نے اگر وصیت کی ہے تو ورثاء پر لازم ہے کہ ہر روزے کے بدلے میں نصف صاع گیہوں کا کھلائیں یا اس کی قیمت ادا کریں اور اگر ورثاء نے اس کی طرف سے حج کیا بغیر اس کی وصیت کے تو اللہ تعالیٰ سے قبول ہونے کی امید رکھے۔ (شریفیہ ص:۶-۷)

من ثلث مابقی:

میت کی وصیت کو اس کے ثلث مال سے ادا کیا جائے گا۔

نقلی دلیل:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے کہ **ان اللّٰہ تعالیٰ تصدق علیکم بثلث اموالکم فی اخر اعمارکم زیادۃ لکم فی اعمالکم** ''یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ثلث سے زیادہ کی وصیت جائز نہیں اور ورثاء کے لئے تو وصیت کرنا ہی جائز نہیں نہ ثلث میں نہ اس سے زیادہ میں جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (آیت میراث کے نزول کے بعد فرمایا) ''بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا اب ورثاء کے لئے کوئی وصیت نہیں ہوگی''۔

عقلی دلیل:

ہر آدمی اپنی زندگی میں اپنے مال میں مختار ہوتا ہے لیکن جب وہ مرض الموت کے اندر مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کی حالت موجودہ کے پیش نظر اس مال کے ساتھ ورثاء کا حق وابستہ کر دیا گیا ہے اور چونکہ صاحب مال بھی ابھی زندہ ہے تو اس کو اپنے مال کے اندر تصرف سے بالکل محروم بھی نہیں کیا گیا (ان دونوں حالتوں کی رعایت کرتے ہوئے) اور اس کی وصیت کے نفاذ کا محل ثلث مال کو قرار دیا گیا ہے۔

فائدہ: ایک تہائی میں وصیت ہر حال میں صحیح ہے چاہے وارثین راضی ہوں یا نہ ہوں چاہے بالغ ہوں یا نابالغ ہوں ہر حال میں جائز ہے

وصیت کی شرائط: ④

جواز وصیت کے لئے کچھ شرائط ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) موصی بہ مباح ہو یعنی ایسی چیز کی وصیت ہو جو شریعت میں جائز ہو۔

(۲) موصی تبرع کا اہل ہو یعنی جس کے لئے وصیت کی گئی ہے وہ احسان کے قابل ہو۔

(۳) وصیت کے بعد موصی کی طرف سے کسی طرح کا رجوع ثابت نہ ہو۔

(۴) بوقت وصیت موصی لہ زندہ ہو۔

(۵) موصی بہ قابل تملیک ہو۔

(۶) موصی لہ قاتل موصی اور موصی (میت) کا وارث نہ ہو۔ (الدر المختار ص:۶۴۹ ج:۶)

ثم یقسم الباقی بین ورثته بالکتاب والسنة واجماع الامة:

یعنی پھر باقی مال ان ورثاء کے درمیان تقسیم کردیا جائیگا جن کا حصہ قرآن وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے وہ

''حضرات جن کا حصہ کتاب وسنت سے ثابت ہے'':

باپ، بیٹا، ماں، بہن، زوج، زوجہ وغیرہ کا وارث ہونا قرآن سے ثابت ہے اور جدّات کا حصہ یعنی سدس صرف سنت سے ثابت ہے۔

''وہ حضرات جن کا حصہ اجماع امت سے ثابت ہے''۔

جد (دادا) اور پوتے پوتی کا وارث ہونا اجماع امت سے ثابت ہے۔

فیبدأ باصحاب الفرائض وهم الذین لهم سهام مقدرة فی کتاب الله تعالیٰ ثم بالعصبات من جهة النسب والعصبة کل من یأ خذ مابقته اصحاب الفرائض وعند الا نفراد یحرز جمیع المال ثم بالعصبة من جهة السبب وهو مولی العتاقة ثم عصبته علی الترتیب ثم الردّ علی ذوی الفروض النسبیة بقدر حقوقهم ثم ذوی الارحام ثم مولی الموالاة ثم المقرله بالنسب علی الغیر بحیث لم یثبت نسبه باقراره من ذلک الغیر اذا مات المقر علی اقراره ثم الموصیٰ له بجمیع المال ثم بیت المال . (ص:۴)

ترجمہ: پس اصحاب فرائض سے تقسیم شروع کی جائیگی اور اصحاب فرائض وہ ورثین ہیں جن کے واسطے قرآن میں حصے مقرر ہیں پھر عصبہ نسبی کو حصہ دیا جائیگا اور عصبہ ہر وہ شخص ہے جو لے لیتا ہے اس تمام مال کو جسے اصحاب الفرائض نے چھوڑا ہے اور اصحاب الفرائض کی غیر موجودگی میں اگر کسی میت کے صرف عصبہ ہوں تو اس صورت میں سارا مال لے لیتا ہے۔ پھر عصبہ سببیہ کو حصہ دیا جائے گا اور عصبہ سببیہ مُعتِق کو کہا جاتا ہے (اس مولیٰ کو کہتے ہیں جس نے آزاد کیا ہو) پھر مُعتِق کے عصبہ کو ترتیب وار دیا جائے گا۔ پھر اصحاب فرائض نسبیہ پر رد کیا جائے گا ان کے حصوں کے بقدر۔ پھر ذوی الارحام کو حصہ دیا جائے گا پھر مولی الموالات کو حصہ دیا جائے گا پھر اس شخص کو حصہ دیا جائے گا جس کا نسب غیر سے ثابت کرنے کا اقرار کیا گیا ہو اس طور پر کہ اس کا نسب اس غیر سے ثابت نہ ہوا ہو جب کہ اقرار کرنے والا اپنے اقرار پر مرجائے۔ پھر اس شخص کو حصہ دیا جائے گا جس کے لئے میت نے کل مال کی وصیت کی ہو۔ پھر بیت المال میں سارا مال رکھدیا جائیگا۔

تشریح: وہ افراد جن کو حقوق ثلاثہ (۱) تجہیز وتکفین (۲) ادأدین من جمیع مابقی (۳) نفاذ وصیت فی ثلث المال سے بچا ہوا ترکہ میت ملے گا وہ ترتیب وار دس قسموں پر منقسم ہیں۔

۱) اصحاب الفرائض (۲) عصبات نسبیہ (۳) عصبہ سببی (۴) عصبہ سببی کے عصبات اوّلاً نسبی ثانیاً سببی (۵) نسبی ذوی الفروض پر ان کے حصوں کے بقدر رد (۶) ذوی الارحام (۷) مولی الموالات (۸) مقرلہ بالنسب علی الغیر (۹) موصیٰ لہ بجمیع المال (۱۰) بیت المال۔

تفصیل: (۱) اصحاب الفرائض:

اصحاب الفرائض یاذوی الفروض وہ حضرات کہلاتے ہیں جن کے کتاب اللہ میں یا احادیث میں یا اجماع امت میں مقررہ حصے ہیں وارثین میں سب سے مقدم یہی ذوی الفروض ہوتے ہیں ان کے بعد اگر کچھ مال بچ جائے تو وہ دوسرے لوگوں کو ملے گا اور نہ بچے تو دوسرے لوگوں کو کچھ نہیں ملے گا۔

اشکال: ذوی الفروض کو سب سے مقدم کیوں کیا گیا؟

جواب: اگر ان کو مقدم نہ کیا جائے تو ذوی الفروض کے حرمان (محرومی) کا باعث ہوتا۔ نیز حدیث پاک میں ہے کہ:

﴿ الحقو الفرائض با هلها فما ابقته فلاولیٰ رجل ذکر . ﴾

اصحاب الفرائض کی تعداد:

اصحاب الفرائض کل بارہ ہیں جس میں سے دس نسبی رشتہ دار ہیں اور دو سببی یعنی زوجین (۱) شوہر (۲) بیوی۔

(وسیأتی التفصیل)

اصحاب الفرائض کے حصے:

اصحاب الفرائض کے مقررہ حصے چھ ہیں۔ (۱) نصف (۲) ربع (۳) ثمن (۴) ثلث (۵) ثلثان (۶) سدس۔

(وسیأتی التفصیل)

(۲) ثم بالعصبات[۱] من جهة النسب[۲]:

عصبات کی تعریف:

عصبات وہ لوگ کہلاتے ہیں جو تنہا ہونے کی صورت میں پورے مال کو لے لیتے ہیں اور اگر دیگر ورثاء کے ساتھ ہوں تو ان کے حصوں سے بچے ہوئے کو لیتے ہیں اور کسی اور حصہ دار کے لئے کچھ بھی نہیں چھوڑتے۔

عصبات کی اقسام:

عصبات کی دو قسمیں ہیں:

(۱) عصبہ نسبی (وہ جو میت کے ساتھ نسب کا رشتہ رکھتے ہوں)

(۲) عصبہ سببی (اس سے مراد مولی عتاقہ یعنی مُعتِق ہے)۔

---

[۱] نوٹ: یہاں عصبات جمع کا صیغہ لائے ہیں اس لئے کہ عصبات کی مختلف انواع ہیں جیسے عصبہ بنفسہ، عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ۔

[۲] سوال: عصبات نسبی کو عصبہ سببی پر مقدم کیوں کیا گیا؟

جواب: عصبات نسبی کو ان کے قوی ہونے کی وجہ سے عصبہ سببی پر مقدم کیا گیا ہے جیسا کہ نسبی ذوی الفروض سببی ذوی الفروض سے اقویٰ ہیں اس لئے زوجین پر رد نہیں ہوتا۔ (مابقیہ اگلے صفحہ پر)

من جهة النسب:
اصحاب الفرائض کے بعد عصبہ نسبی مال کے وارث ہوتے ہیں اور اگر عصبات نسبی نہ ہوں تو عصبہ سببی کو مابقیہ مال عصوبت کے طور پر ملتا ہے۔

﴿(۳) ثم بالعصبة من جهة السبب:﴾........

عصبات نسبی نہ ہوں تو پھر عصبہ سببی وارث ہوتا ہے اور عصبہ سببی سے مراد مُعْتِق ہے مثلاً میت کسی وقت غلام تھا اس کے آقا نے اس کو آزاد کردیا تو اگر یہ آزاد شدہ غلام مرجائے اور مستحقین بالا میں سے کوئی موجود نہ ہو تو اس میت کا آزاد کرنے والا اس کے ترکہ کا مستحق ہوگا۔
عصبہ سببی کے مستحق ترکہ ہونے کی وجہ:
میت پہلے غلام تھا تو جب آقا نے اس کو آزاد کردیا تو یہ آزاد کرنا ایک بہت بڑا احسان ہے کیونکہ غلام بہت سی دینی ودنیاوی نعمتوں سے محروم ہوتا ہے گویا کہ وہ میت کے حکم میں ہے تو آقا کا اُسے آزاد کرنا ایسا ہے جیسے کہ اس نے اسے زندگی دی ہو۔
تو اس وجہ سے آقا وارث ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں:

﴿واذ تقول للذی انعم اللّٰه علیه﴾

(یعنی بالاسلام) وانعمت علیه (یعنی بالاعتاق)

تو چونکہ اعتاق نعمت ہے تو یہ مطلقاً ولاء کا سبب بنے گا چاہے اللہ کے لئے ہو یا غیر اللہ کے لئے چاہے اختیاری ہو یا غیر اختیاری برابر ہے کہ مولیٰ عتاقہ مرد ہو یا عورت، شرط کے ساتھ ہو یا غیر شرط کے ساتھ کہ حدیث پاک میں ارشاد ہے: الولاء لمن اعتق'' جس شخص نے کسی کو آزاد کیا تو اس کی میراث اس کے آزاد کرنے والے کو ملے گی۔

﴿(٤) ثم عصبته علی الترتیب:﴾......

عصبہ سببی یعنی آزاد کرنے والا آقا اگر موجود نہ ہو تو پھر عصبہ سببی کے عصبات کو علی الترتیب ترکہ ملے گا یعنی مولیٰ اگر حیات نہیں تو اس مولیٰ کا عصبہ نسبی بیٹا، پوتا/باپ اس میت کا وارث بنے گا اور بیٹا پوتا وغیرہ نہ ہو تو اگر یہ مولیٰ بھی کسی کا ازاد کردہ غلام ہے تو اس کا مولیٰ (آقا) جو کہ اس کا عصبہ سببی ہے وہ آقا اس میت کا وارث ہوگا۔

(مابقیہ حاشیہ) (ا) اعتراض: اصحاب الفرائض بھی جب عصوبت سے خالی ہوں تو وہ بھی تمام مال کو جمع کر لیتے ہیں پہلے بطور فرض کے دوسرے بطور رد کے اور عصبات بھی تمام مال جمع کر لیتے ہیں عندالانفراد تو دونوں میں فرق کیا ہے؟
جواب: اصحاب الفرائض اور عصبات میں فرق یہ ہے کہ اصحاب الفرائض جو تمام مال جمع کرتے ہیں وہ دو جہتوں سے ہے ایک بطور فرض کے دوسرے رد کے جب کہ عصبات بطور عصبہ ہونے کے ایک ہی جہت سے سارے مال کو جمع کرتے ہیں۔ (شریفیہ ص:۸)
(۲) اعتراض: بہنیں عصبہ بنتی ہیں بیٹیوں کے ساتھ مگر تمام مال کو جہت واحدہ سے جمع نہیں کرتی تو پھر یہ بات کیسے درست ہوئی کہ عندالانفراد عصبات تمام مال کو جمع کر لیتے ہیں؟ یعنی عصبہ کی مذکورہ کی تعریف، بہنوں پر صادق نہیں آرہی؟
جواب: یہاں جس عصبہ کی ہم نے تعریف کی ہے اس عصبہ سے مراد عصبہ بنفسہ ہیں اور عصبہ بغیرہ اور مع غیرہ اس میں داخل نہیں کیونکہ یہ تمام مال کو جمع نہیں کرتے تو چونکہ بہنیں بھی غیر کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہیں اس لئے تمام مال کو جمع نہیں کرتیں۔

فائدہ : مذکورہ دونوں صورتوں میں صرف مرد ہی ترکہ کے حق دار ہوں گے عورتوں کو یہاں حصہ نہیں ملے گا یعنی اگر مُعتِق کے نسبی یا سببی عصبات میں کچھ عورتیں بھی ہوں تو وہ میراث کی حق دار نہیں ہوں گی۔ (شریفیہ ص:۹)

وجہہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لیس للنساء من الولاء إلاَّ ما اعتقن او اعتق من اعتقن الخ﴾

(۵) ثم الرد علی ذوی الفروض :

ذوی الفروض کو ان کے مقرر کردہ حصوں کے بقدر ترکہ ملنے کے بعد اگر مال بچتا ہو اور میت کے عصبات نسبی اور سببی میں سے کوئی موجود نہ ہو تو پھر مابقیہ مال کو بھی ذوی الفروض ہی کو دے دیا جائے گا اسی کو اصطلاح میں رد کہتے ہیں، اس میں دو باتیں قابل لحاظ ہیں۔

(۱) ذوی الفروض پر رد ان کے سہام (حصوں) کے تناسب سے ہوگا۔

مثلاً میت کے ورثاء میں ایک بیٹی اور ایک پوتی ہے تو بیٹی کو نصف اور پوتی کو سدس ملے گا مسئلہ ۶ سے ہوگا تین بیٹی کو ملے گا ایک پوتی کو ملے گا اب (۲)، باقی رہا تو یہ (۲) رد ہوگا اس بیٹی اور پوتی میں ان کے حصوں کے بقدر تو اس (۲) میں سے ۱/۲ (آدھا) پوتی کو ملے گا اور اس ۲ کا ۱.۵ (ڈیڑھ) بیٹی کو ملے گا واللہ اعلم۔

(۲) یہ رد صرف نسبی ذوی الفروض پر ہوگا سببی پر نہیں لہٰذا زوجین پر رد نہیں ہوگا[1]۔

زوجین پر رد کی ایک صورت:

متاخرین احناف زوجین پر رد کی ایک صورت یہ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ موجودہ دور میں بیت المال موجود نہیں ہیں اس لئے بیت المال کے نہ ہونے کی وجہ سے دسویں درجے میں موصیٰ لہٗ بجمیع المال کے نہ ہونے کے وقت زوجین پر رد کیا جائے گا گویا بیت المال کے بجائے زوجین پر ان کے حصوں کے بقدر رد ہوگا۔ (حاشیہ کتاب سراجی ص:۴)

(۶) ثم ذوی الارحام :

اگر مذکورہ بالا مستحقین میں سے کوئی موجود نہ ہو تو پھر میراث ذوی الارحام کو ملے گا۔

ذوی الارحام کی تعریف: وہ رشتے دار جن کا تعلق مرنے والے کے رحم سے ہو۔ رحم عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا معنی ہے وہ جگہ جہاں اللہ تعالیٰ بچے کی پرورش فرماتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: ذوی الارحام وہ ہیں جن کا حصہ قرآن پاک میں مقرر نہیں کیا گیا اور نہ ہی وہ عصبات ہیں جیسے نواسا، نواسی، بھانجی، پھوپھی، خالہ، ماموں وغیرہ۔

---

[1] زوجین پر رد نہ ہونے کی وجہ، اس کی وجہ قرابت زوجیت ہے جو حکمی ہوتی ہے اور یہ قرابت، فرض حصہ لے لینے کے بعد (بوجہ موت کے) باقی نہیں رہتی بخلاف ذوی الفروض نسبیہ کے کہ ان پر رد اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ان کی قرابت، فرض حصہ لینے کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

سوال: ذوی الارحام کا درجہ ذوی الفروض پر رد کے بعد کیوں رکھا گیا؟

جواب: اس لئے کہ نسبی ذوی الفروض میت سے زیادہ قرابت (رشتہ داری) رکھتے ہیں یا درجہ اعلیٰ رکھتے ہیں یہ دونوں باتیں بطریق مانعۃ الخلو ہیں اور یہ وجہ بھی ہے کہ ذوی الفروض کا درجہ بڑا ہے کیونکہ ان کے سہام کتاب اللہ یا حدیث یا اجماع امت سے ثابت ہیں۔ (شریفیہ ص:۹)

۷) ثم مولی الموالاۃ: ص:٤

جب مذکورہ بالا حضرات میں سے کوئی موجود نہ ہو تو پھر ساتویں درجہ میں مولیٰ الموالاۃ میت کے مال کے وارث ہوتے ہیں

مولیٰ الموالاۃ کی تعریف: مولی الموالات اس شخص کو کہتے، ہیں جس کے ساتھ میت نے عقد موالات کیا ہو مثلاً میت کوئی مجہول النسب شخص تھا اس نے کسی شخص سے یہ معاہدہ کیا کہ انت مولای ترثنی اذامت وتعقل عنی اذا جنیت یعنی کہا کہ تم میرے مولیٰ ہو میرے مرنے کے بعد میرے مال کے تم حقدار ہو گے اور اگر مجھ سے کوئی ایسی جنایت سرزد ہو جائے جس سے دیت واجب ہو جائے تو تم اس کی دیت دینا اور دوسرا شخص اس عقد کو قبول کرے تو اس مجہول النسب شخص کے مرنے کے بعد اگر مستحقین مذکورہ میں سے کوئی موجود نہ ہو تو اسی مولی الموالات کو ترکہ ملے گا[1]۔

---

[1] نوٹ: اگر زوجین میں سے کوئی موجود ہو تو اس کا حصہ دینے کے بعد باقی ماندہ مال بھی بشرط انتفاء دیگر مستحقین اسی مولیٰ موالات کو ملے گا۔ (یعنی اگر دوسرے مستحقین موجود نہ ہوں تو شوہر بیوی کو حصہ دینے کے بعد اسی مولیٰ الموالات کو سارا مال ملے گا)۔

مولی الموالاۃ کے وارث ہونے کے بارے میں اختلاف۔ حوالہ: (شریفیہ ص:۱۰)

امام شافعی رحمہ اللہ: ان کے نزدیک مولی الموالاۃ ولاء کا حقدار نہیں ہوتا اور ولاء صرف مولی عتاقہ کے لئے ہوتی ہے۔

احناف: احناف کے نزدیک مولی الموالاۃ ساتویں درجے میں ترکہ کا مستحق ہوگا اور یہی مذہب حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کا ہے۔

احناف کے دلائل:

(۱) قرآن میں ہے: ﴿والذین عقدت ایمانکم فاٰتوھم نصیبھم﴾ (ایت ۳۳ سوۃ النسآء)
اور وہ لوگ جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے تو ان کو ان کا حصہ دو۔

(۲) حضرت ابوالاشعثؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمر بن خطابؓ سے پوچھا ایک شخص میرے ہاتھ پر اسلام لایا اور اس نے مجھ سے موالات کا عقد کیا اور وہ مرجائے اور مال چھوڑے (تو اس کا کیا حکم ہوگا)۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کی میراث تمہارے لئے ہوگی (یعنی مولی الموالاۃ کیلئے) اگر تم انکار کرو تو بیت المال کے لئے ہوگی۔
(شریفیہ شرح سراجیۃ ص:۱۰ احاشیہ:۲)

(۳) تمیم داریؓ کی حدیث ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ ایک آدمی میرے پاس آیا اور میرے ہاتھ پر اسلام لایا اور مجھ سے موالاۃ کی (تو اس کی میرث کا کیا حکم ہوگا) آپ نے فرمایا وہ تمہارا بھائی ہے اور وہ تمہارا مولی ہے تم اس کے زیادہ حقدار ہو گے اس کی زندگی اور اس کی موت میں۔ (شریفیہ شرح سراجیۃ ص:۱۰ احاشیہ نمبر۲)

فائدہ :جب ابتداء حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تھے تو ذوی الارحام کی موجودگی میں بھی مولی الموالاۃ کو وارث بناتے تھے اس آیت کی بناپر:﴿والذین عقدت ایمانکم فاتوھم نصیبھم﴾(ایت ۳۳ سورۃ النسآء)
لیکن پھر جب یہ آیت نازل ہوئی:﴿واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض﴾(ایت ۷۵ سورۃ الانفال)
تو پہلے والی آیت منسوخ ہوگئی،اور مولی موالاۃ کو ذوی الارحام سے موخر کردیا۔ (حاشیہ۱۵ کتاب سراجی ص:۴)
اور اس کو موخر کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ذوی الارحام میں قرابت پائی جاتی ہے بخلاف مولی موالاۃ کے۔
(شریفیۃ شرح سراجیۃ ص:۱۰)

۸) ثم المقرلہ بالنسب علی الغیر:

اقرار معتبر ہونے کی چار شرائط ہیں:
شرط نمبر۱: جس کے لئے اقرار کیا ہے وہ مجہول النسب ہو۔
اس قید کا فائدہ:
اگر مقرلہ ثابت النسب ہوگا تو گویا مُقِر جھوٹا ہے اس لئے اقرار قابل اعتبار نہ ہوگا۔
شرط نمبر۲: مقراپنے اقرار پر مرجائے۔
اس قید کا فائدہ:
مقر کسی غیر کے لئے نسب کا اقرار کرے لیکن بعد میں اس سے پھر جائے تو اب وہ وارث نہیں ہوگا (قطعاً اور یقیناً)۔
شرط نمبر۳: جس کے لئے اقرار کیا جارہا ہے اس کا نسب اپنے علاوہ کسی اور سے ثابت کررہا ہو مثلاً میت کسی مجہول النسب کے متعلق یوں اقرار کرے کہ ھذا اخی (یہ میرا بھائی ہے) تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ میرے والد کا بیٹا ہے تو ھذا اخی کہہ کر میت نے اس کا نسب اپنے غیر (یعنی اپنے والد) سے ثابت کیا ہے۔
اگر میت نے کسی غیر کو میراث میں شامل کرنے کے لئے اس کا نسب اپنے سے ثابت کرنے کے لئے اقرار کیا ہو تو وہ عصبہ نسبیہ بن کر میت کا وارث بنے گا کیونکہ یہ مقر لہ بالنسب علی الغیر نہیں بلکہ مقرلہ بالنسب علی نفسہ ہے۔
اس قید کا فائدہ:
مثلاً میت کسی مجہول النسب کے لئے کہہ دے کہ وہ میرا بیٹا ہے اور اس پر موت تک قائم رہے تو اب وہ بھی دوسرے بیٹوں کی طرح شرعاً اپنے حصے کا حقدار ہوگا۔
شرط نمبر۴: میت نے جب اس مجہول النسب کو ھذا اخی کہا اور اس کا نسب اپنے والد سے ثابت کیا مگر میت کے والد نے اس مجہول النسب کو اپنا بیٹا تسلیم نہ کیا ہو۔
لیکن میت نے جب اقرار کیا ہو اور اس کا والد اس کی تصدیق کردے کہ واقعی یہ مجہول النسب یہ میرا بیٹا ہے۔ تو عصبہ نسبی کی حیثیت سے سب کے ساتھ شریک ہوگا۔ اور یہ میت کا حقیقی بھائی شمار ہوگا۔

اس قید کا فائدہ:

میت نے کسی مجہول النسب شخص کے لئے یہ اقرار کیا کہ وہ میرا بھائی یا چاچا ہے اور وہ اقرار شرعاً معتبر بھی ہو کہ جس کو وہ اپنا بھائی کہہ رہا ہے اس کی عمر اس کے باپ جتنی نہ ہو اور وہ باپ یا دادا اس کا اپنے نسب سے ہونے کا اقرار کر لیں تو اب اسکو بھی اپنی حیثیت میں وراثت ملی گی۔ اس شرط کی طرف مصنف نے **بحیث لم یثبت نسبہ باقرارہ من ذالک الغیر** سے اشارہ کیا ہے۔

خلاصۂ کلام: یہ چار شرطیں ہو گئیں۔

(۱) مقرلہ کا مجہول النسب ہونا (۲) مقرلہ کے نسب کا اقرار غیر سے نسب کو ثابت کرنے کو متضمن ہو۔ ان دو شرطوں کی طرف مصنفؒ نے **ثم المقرّلہ بالنسب علی الغیر** سے اشارہ کیا۔

(۳) مقر اقرار کے بعد اس اقرار سے رجوع بھی نہ کرے، اس شرط کی طرف مصنف نے **اذا مات المقر علی اقرارہ** سے اشارہ کیا۔

(۴) وہ غیر شخص جس سے نسب ثابت کیا جا رہا ہے وہ مقر کی تصدیق بھی نہ کرے، اس شرط کی طرف مصنفؒ نے **بحیث لم یثبت نسبہ باقرارہ من ذالک الغیر** سے اشارہ کیا ہے۔

﴿(۹) ثم الموصیٰ لہ بجمیع المال: ص:۵﴾

مندرجہ بالا ورثاء موجود نہ ہوں تو تمام وراثت اس کو ملے گی جس کے لئے میت کی طرف سے تمام مال کی وصیت کی گئی ہو اس لئے کہ ثلث سے زیادہ کی وصیت کرنے کی ممانعت ورثاء کی موجودگی میں تھی اب وہ ورثاء نہیں ہیں تو وصیت ثلث سے زیادہ کر سکتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ آخری عمر میں حضور ﷺ نے ثلث مال میں وصیت کی اجازت دے دی تھی اس سے زیادہ کی نہیں دی یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

---

۱ **صورۃ مسئلہ**: اب مسئلہ یہ ہے کہ کوئی شخص مر جائے اس کا کوئی وارث نہ ہو اور اس نے اپنے جمیع مال کی کسی کے لئے وصیت کی ہو تو اس میں وصیت نافذ ہو گی یا نہیں۔

امام شافعیؒ کے نزدیک: جمیع مال میں وصیت نافذ نہیں ہو گی بلکہ صرف ثلث مال میں نافذ ہو گی۔

دلیل: ﴿ان اللہ تصدق علیکم ثلث اموالکم فی اخر اعمارکم او کماقال الحدیث﴾

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک: جمیع مال میں وصیت نافذ ہو جائے گی۔

احناف کی دلیل: حدیث میں جو ثلث سے زیادہ میں وصیت کرنے کی ممانعت ہے وہ ورثاء کی موجودگی میں ہے کہ اس سے ورثاء کا حق مارا جائے گا لیکن جب مندرجہ بالا آٹھوں درجوں کے ورثاء نہ ہو تو اب کسی کا حق نہیں مارا جائے گا لہٰذا جمیع مال موصیٰ لہ کو مل سکتا ہے۔ گویا علت مفقود ہے تو حکم بھی مفقود ہو گا۔ (شریفیہ ص:۱۱)

نوٹ: موصی لہ بجمیع المال کو مقرلہ بالنسب علی الغیر سے مؤخر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایک طرح قرابت پائی جاتی ہے بخلاف موصی لہ بجمیع المال کے اس میں اور میت میں کوئی رشتہ داری نہیں پائی جاتی ہاں مقرلہ بالنسب علی الغیر میں میت کے بقول ان میں رشتہ داری ہے۔ (شریفیہ ص:۱۱)

(۱۰) ثم بیت المال[1] (ص:۵)

اگر مذکورہ حضرات میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو اس میت کا مال بیت المال میں دے دیا جائیگا کیونکہ مال ضائع (جس مال کا کوئی حقدار نہ ہو) مسلمانوں کے مصارف کے لئے ہوتا ہے۔ اور یہ ترکہ بھی ایسا مال ہے جس کا بظاہر کوئی حقدار نہیں لہٰذا یہ بیت المال میں رکھا جائیگا۔

فائدہ مہمہ: موجودہ دور میں تو شرعی بیت المال نہیں ہے اس لئے اب کیا صورۃ ہوگی۔

متاخرین احناف کے نزدیک:

مذکورہ بالا ورثاء نہ ہوں تو بیت المال کے درجے میں پہنچ کر شرعی بیت المال نہ ہونے کی وجہ سے زوجین میں سے جو موجود ہوں ان کو بطریق رد کے دے دیا جائے گا۔ یاد رہے کہ متاخرین کے نزدیک احد الزوجین پر رد ہوگا۔ لیکن احد الزوجین کو یہ حصہ بطور رد دسویں درجہ میں (بیت المال کے درجہ میں) دیا جائیگا۔ جب موصیٰ لہ بجمیع المال نہ ہوں تو پھر زوجین میں سے کسی ایک پر رد ہوگا۔ کیونکہ ہمارے زمانہ میں بیت المال کا نظام ختم ہو چکا..... بعض علماء نے غلطی سے یہ بات لکھی ہے کہ متاخرین حنفیہ کے یہاں زوجین پر رد ہوگا اور یہ رَدّ ذوی الارحام پر مقدم ہوگا حالانکہ یہ فحش غلطی ہے۔

---

[1] فائدہ: بیت المال مختلف قسم کے ہوتے ہیں اور ان کے مختلف مصارف ہیں:

(۱) **بیت مال الخمس:** یعنی خمس الغنائم والمعادن والرکاز کو جس میں رکھا جائے۔

(۲) **بیت مال الصدقة:** وہ بیت المال جہاں سائمہ جانوروں کی زکوۃ، زمینوں کا عشر اور جو عاشر گزرنے والے تاجر مسلمانوں سے لیتے ہیں اس کو رکھا جائے۔ (کمافی البدائع)

مصرفهما: پہلی اور دوسری قسم کے اموال کے مصارف یتیم، مسکین، مسافر وغیرہ ہیں، اور بنی ہاشم کے ذی قرابت فقراء کو دوسروں سے مقدم کیا جائے گا اور کسی ایک مصرف میں بھی اس کا خرچ کرنا صحیح ہے۔

(۳) وہ بیت المال جس میں زمینوں کا خراج، جزیۃ الرؤس، اور جو عشار، ذمی اور مستأمن حربی تاجروں سے لیتے ہیں، اسی طرح اہل عرب کا ہدیہ اور جس چیز پر ان سے ترک قتال کے لئے صلح کی ہو وہ چیزیں رکھی جائیں۔

مصرفه: ہمارے عام مصالح جیسے سڑک وغیرہ بنوانا اور علماء و قاضیوں وغیرہ کی کفالت کرنا نیز مجاہدین کا وظیفہ پل وغیرہ بنانا، اس کے مصارف میں شامل ہے۔

(۴) بیت المال الضائع: وہ بیت المال جہاں مال ضائع اور اس ترکہ کو رکھا جائے جس کا کوئی وارث نہ ہو یا ایسا مال ہو کہ اس کا وارث موجود ہو مگر اس پر رد نہ ہوتا ہو مثلاً احد الزوجین موجود ہوں اسی طرح ایک مقتول کی دیئت حاصل ہوئی اس مقتول کا کوئی ولی نہ ہو تو یہ دیة المقتول بھی مال ضائع کہلائیگا۔

مصرفه: اس چوتھی قسم کے اموال کے مصارف وہ فقیر، لقیط (گمشدہ بچہ) اور وہ فقراء ہیں جن کا کوئی والی نہ ہو اس سے ان کا نفقہ، دوائیں، ان کی رہائش، ان کا کفن دفن ہوگا۔ اور اگر وہ جنایت کریں تو اس کا بدل دیا جائے گا۔ (حوالہ: کتاب سراجی ص:۵ کا حاشیہ)

﴿فصل فی الموانع﴾

﴿المانع من الارث اربعة﴾

ترجمہ: میراث سے وارث کو روکنے والی چیزیں چار ہیں:

تشریح : المانع : اس کی جمع موانع آتی ہے... لغۃً بمعنی حائل کے آتا ہے، اور اصطلاحاً مانع ایسا سبب (نقص) ہے جو کہ وارث کے اندر موجود ہوتا ہے اور اس کو میراث لینے سے روک دیتا ہے اور اگر سبب (نقص) کسی اور کے اندر موجود ہو جس کی وجہ سے وہ وارث نہ بن رہا ہو تو اس کو حجب کہتے ہیں... اور ایسے وارث کو محجوب کہتے ہیں۔ (حاشیہ کتاب سراجی)

مانع من الارث کی دو قسمیں ہیں:

(۱) **المانع عن المورو ثية.** یعنی ایسا وصف جو کسی کو موروث بننے سے مانع ہو اس کی مثال نبوت ہے، نبوت ایسی چیز ہے جو موروث نہیں بننے دیتی کسی نبی کو جیسے حضور ﷺ کا قول ہے:

نحن معشر الانبياء لا نورث ماتركنا صدقة (كمافى صحيح البخارى).

ترجمہ : ہمارا کوئی وارث نہیں بن سکتا ہم جو مال چھوڑتے ہیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے۔ تو نبی موروث نہیں بن سکتے کہ انکا کوئی وارث بن سکے۔

۲) **المانع عن الوارثية** : ایسا وصف جو آدمی کے اپنے اندر سے وارث بننے کا اہلیت ختم کر دیتا ہے... اور یہاں (کتاب میں) یہی موانع مراد ہیں اور اسی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یعنی مانع عن الوارثیہ کا ذکر ہے۔

اربعة:[1] موانع من الارث چار ہیں جن کا تذکرہ آگے ہے۔

---

[1] **فائدہ:** بعض حضرات فرماتے ہیں موانع من الارث سات ہیں... چار کو یہاں ذکر کیا گیا ہے اس کے علاوہ بھی تین ہیں:

(ا) مرتد ہو جانا: ردۃ لغۃ میں مطلقاً رجوع کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں کہتے ہیں دین حق سے پھر جانا۔ جب کہ ایسا شخص عاقل بھی ہو، اگر مجنون اس قسم کا کام کرے تو اس کو مرتد کہہ کر وراثت سے نہیں روکا جائے گا۔

(۲) جس کی موت کا وقت مجہول ہو، جیسے کوئی ڈوب جائے اور لوگوں کو پتا نہ چلے کہ وہ کب مرا ہے... تو یہ چیز بھی تعیین وقت تک ورثاء کو وارث بننے سے روکتی ہیں کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ یہ ایک ماہ پہلے ڈوب کر مرا ہے یا چھ ماہ پہلے... اور وراثت انہی ورثاء کو ملتی ہے جو اس میت کی موت کے وقت حیات ہوں لہذا تعیین وقت تک مال تقسیم نہ کیا جائیگا۔

(۳) اصلی وارث کی جہالت بھی وراثت سے مانع ہے جیسے کوئی عورت اپنے بچے کے ساتھ کسی دوسرے بچے کو بھی دودھ پلائے پھر مر جائے اب کسی کو پتا نہیں کہ اس کا اصلی بچہ کون ہے تو ان میں سے کوئی بھی وارث نہ بنے گا۔ (حاشیۃ کتاب سراجی ص:۵)

بعض حضرات نے دو موانع کا اور کا اضافہ کیا ہے۔

(۴) نبوت، کہ انبیاء علیہم السلام کا جس طرح کوئی وارث نہیں ہوتا وہ بھی کسی دوسرے کے وارث نہیں بنتے۔

(۵) لعان: لعان کے بعد شوہر بیوی میں تفریق کردی جاتی ہے اور بیٹا ماں باپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے تو آپس میں زوجین اور یہ بیٹا بھی اپنے باپ کا وارث نہیں بنتا۔ اس طرح کل موانع ارث نو (۹) ہو جاتے ہیں۔ ⑥

الرق وافرا کان اونا قضا والقتل الذی یتعلق به وجوب القصاص اوالکفارة واختلاف الدینین واختلاف الدارین . اما حقیقة کالحربی والذمی او حکما کالمستامن والذمی او الحربیین من دارین مختلفین والدار انما تختلف باختلاف المنعة وَالْمَلِکُ لانقطاع العصمة فیما بینهم.

ترجمہ:(۱)غلامی خواہ کامل ہو یا ناقص۔(۲)اور قتل جس کے سبب قصاص یا کفارہ واجب ہوتا ہے۔(۳)اور دین کا مختلف ہونا(یعنی ایک کا مسلمان اور دوسرے کا کافر ہونا)۔(۴)اور دار کا مختلف ہونا یا تو حقیقتاً جیسے حربی اور ذمی ہیں یا حکماً جیسے مستامن اور ذمی ہیں...یا دو مختلف جگہوں کے دو حربی ہوں۔اور بادشاہ اور محافظ فوجوں کے اختلاف سے دار مختلف ہو جاتا ہے ان دو علاقوں کے درمیان محافظت کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے۔

تشریح: یہاں سے مصنف فرمارہے ہیں کہ وارث بننے سے مانع چار چیزیں ہیں:

۱)غلامی (۲)قتل (۳)اختلاف دین (۴)اختلاف دارین...ان چار موانع کی موجودگی میں وارث اپنے مورث (میت) کا وارث نہیں بن سکے گا۔

① الرق: (پہلا مانع)

لغۃ: ضعف کو کہتے ہیں۔

اصطلاحاً : عجزٌ حکمیٌ قائمٌ بالانسان .

اس کا مطلب ایسے واضح ہوگا کہ جیسا کہ رقیق(غلام) عاجز ہوتا ہے،اور قادر نہیں ہوتا ان اہم چیزوں پر جن پر آزاد قادر ہوتا ہے، جیسے شہادت،ولایت،ملکیت وغیرہ یعنی غلام نہ گواہی دے سکتا ہے،نہ کسی شے کا مالک بن سکتا ہے،اور نہ ہی کسی شخص کا ولی بن سکتا ہے۔ (حاشیۃ کتاب سراجی ص:۵)

اب غلام بننے کی دو صورتیں ہیں:

(۱) کامل طور پر غلام ہو یداً بھی اور رقبۃً بھی۔یہ وارث نہیں بنے گا...جیسے مکمل غلام اور مکاتب[1] غلام۔

مثال: زید غلام ہے اور اس کے دو بھائی آزاد ہیں اب اس کے والد کا انتقال ہو گیا تو ان کی وراثت کے حقدار دو آزاد بھائی ہونگے۔جو سارا مال لینگے۔زید محروم رہیگا۔

---

[1] مکاتب: مکاتب وہ غلام ہوتا ہے جس کو اس کا مالک بیچ نہیں سکتا اور اس سے یہ معاملہ کر لیتا ہے کہ اگر تم نے مجھے اتنے دراھم دے دیئے تو تم آزاد ہو۔ہاں جب ایسا غلام عاجز ہو جائے اپنی بدل کتابت کے ادا کرنے سے تو اب اس کو بیچ سکتا ہے...اگر وہ بدل کتابت ادا کردے گا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ (حاشیۃ شریفیۃ ص:۱۱)

(۲) ناقص طور پر غلام ہو جیسے مدبر[1] وام ولد[2] یہ بھی وارث نہیں بنتے۔

غلامی وارث بننے سے مانع کیسے ہے؟

(۱) غلام کے پاس جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ اس کے مالک کا ہوتا ہے اس کے پاس جس طرح سے بھی مال آجائے وہ اس کا مالک نہیں بن سکتا تو وہ وراثت کا مالک بھی کیسے بنے گا۔

(۲) اسی طرح اس کا مال، مالک کا ہوتا ہے اگر اس کو وارث بنائیں گے تو اس کے حصے کا مال مالک کے قبضے میں جائیگا تو یہ تو اجنبی کو وارث بنانا ہوا اس لئے کہیں گے کہ یہ وارث نہیں بنے گا۔ کیونکہ اجنبی کو وارث بنانا بالا جماع باطل ہے[3]

(شریفیۃ شرح السراجیۃ ص:۱۱)

(۲) والقتل الذی یتعلق بہ وجوب القصاص اوالکفارۃ:

دوسرا مانع: دوسرا مانع وارث کا اپنے مورث کو قتل کر دینا ہے اس صورت میں وارث کو ترکہ نہیں ملے گا مثلاً بیٹا اپنے باپ کو قتل کر دے تو یہ بیٹا باپ کا وارث نہیں ہوگا۔

---

[1] مدبر: مدبر وہ غلام ہوتا ہے جس کو اس کا آقا کہہ دے کہ جب میں مرجاؤں گا تو تم آزاد ہو جاؤ گے۔

اب مدبر کی دو قسمیں ہیں:

مدبر مطلق: اس کی تعریف یہ ہی ہے جو مدبر کی ابھی گزری۔

مدبر مقید: مدبر مقید کہتے ہیں جس کو اس کا مالک یوں کہے کہ اگر میں اس بیماری یا اس سفر میں مرگیا تو تم آزاد ہو۔

[2] ام ولدہ: ام ولدہ باندی ہوتی ہے جس سے اس کا آقا نفع اٹھاتا ہے اور اس سے آقا کی اولاد بھی ہو جاتی ہے اور وہ بچہ اس باندی کو آزاد کر دیتا ہے اس کے آقا کی موت کے بعد ہاں وہ بچہ تو ابتداء سے ہی آزاد رہتا ہے اپنے باپ کی اتباع میں۔ (یعنی مولیٰ آزاد ہے تو ام ولد سے ہونے والی اولاد بھی آزاد ہی شمار ہوگی۔ (حاشیہ شریفیۃ ص:۱۰)

[3] صورۃ مسئلہ: غلام مُعْتَقُ الْبَعْض کا حکم: وہ شخص جس کا بعض حصہ آزاد کر دیا گیا ہو اس کا کیا حکم ہے؟

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ: مُعْتَقِ الْبَعْض بھی بمنزلہ مملوک کے ہے کیونکہ ابھی اس میں من جہۃ غلامی پائی جاتی ہے تو نہ وہ وارث ہوگا نہ ہی کسی اور کو میراث سے محروم کریگا۔ (شریفیۃ شرح سراجیۃ ص:۱۱)

صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک:

ایسا شخص آزاد قرض دار کے حکم میں ہوگا... وہ وارث بھی بنے گا اور اپنے غیر کو میراث سے محروم بھی کریگا۔

(حاشیہ: شریفیۃ شرح سراجیۃ ص:۱۱)

وجہ اختلاف: اختلاف کی وجہ اصول میں اختلاف کا ہونا ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک عتق میں تجزی ہو سکتی ہے جب کہ صاحبین کے نزدیک عتق میں تجزی صحیح نہیں ہے۔ (شریفیہ شرح سراجیہ ص:۱۱)

بشرطیکہ وہ قتل ایسا ہو کہ اس کی وجہ سے قاتل سے قصاص یا کفارہ لیا جاتا ہو۔

قتل کی اقسام: قتل کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) قتل عمد: انسان اسلحہ یا اسلحہ کے قائم مقام (جیسے تیز دھار والی لکڑی) سے کسی انسان کو جان بوجھ کر قتل کر دے... اس کا حکم: قتل عمد میں آخرت میں گناہ کا وبال ہے اور دنیا میں قصاصاً اس کو قتل کیا جائیگا۔

صاحبین کے نزدیک قتل عمد کی تعریف: اگر ایسی چیز سے مارے جو عام طور پر قتل کے لئے استعمال ہوتی ہے تو اگر چہ وہ محدد (تیز دھار الہ) نہ ہو تو وہ بھی قتل عمد میں شامل ہوگا کیونکہ صاحبین کے نزدیک قتل عمد کی تعریف: مایقتل بہ غالباً ہے چاہے وہ الہ تیز دھار ہو یا نہ ہو مثلاً بہت بڑا پتھر اس پر گرا دیا تو یہ صاحبین کے نزدیک قتل عمد ہے لاعندہٗ۔

حکم: قتل عمد کرنے والے قاتل کو قصاصاً قتل کیا جاتا ہے اور کفارہ اس پر نہیں ہے... نیز (۱) وہ گنا گار بھی ہوگا، کیونکہ قرآن میں ہے:

﴿ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہٗ جھنم﴾

کہ جس نے کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کیا ہوگا تو اس کا بدلہ جہنم ہے۔ (۲) اور قصاص لیا جائے گا اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن میں ہے:

﴿کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ﴾

ترجمہ: تم پر مقتول کا قصاص لینا لازم ہے

اور یہ شخص میراث سے محروم رہے گا۔

﴿لقولہ علیہ السلام لا میراث للقاتل﴾

قاتل کے لئے میراث نہیں ہے۔

۲) قتل شبہ عمد: انسان کسی ایسے آلے سے قتل کرے جس سے عموماً قتل نہ ہوتا ہو "ان یقتل بمالا یقتل بہ غالباً" جیسے بڑی لاٹھی سے اتنے زور سے مارا کہ وہ مرجائے اس میں کفارہ و گناہ ہے یہ قتل شبہ عمد کی تعریف صاحبین کے نزدیک ہے جب کہ امام اعظم کے نزدیک قتل شبہ عمد وہ ہے جس میں جان بوجھ کر ایسے آلے سے مارے جو اسلحہ یا اسلحے جیسا تیز دھار آلہ نہ ہو۔

۳) قتل خطاء: اس کی دو قسمیں ہیں:

۱) خطأ فی الفعل: ایک انسان کسی جانور کو شکار کر رہا ہو اور غلطی سے کسی انسان کو لگ جائے اور وہ مرجائے۔

۲) خطاء فی القصد: آدمی کسی شخص کو شکار سمجھ کر مارے حالانکہ وہ شخص آدمی ہو شکار نہ ہو یا کسی شخص کو حربی سمجھتے ہوئے مارے اور وہ مسلمان ہو تو یہ خطاء فی القصد ہے۔

۴) قتل جاری مجریٰ خطاء: وہ قتل جو خطا کے قائم مقام ہو مثلاً ایک شخص سونے کی حالت میں ہو اب اس کے برابر میں کوئی اور چھوٹا بچہ لیٹا ہوا ہو وہ اس بچہ پر چڑھ جائے جس سے بچہ ہلاک ہو جائے یا کوئی نیچے ہو اور دوسرا اس پر گر جائے جس سے وہ مرجائے۔

تینوں کا حکم: قتل شبہ عمد، قتل خطاء و جاری مجریٰ خطاء میں گناہ بھی ہے اور تینوں میں کفارہ بھی ہے قصاص نہیں ہے نیز عاقلہ کو دیت بھی ادا کرنی پڑے گی۔ دیت اس وجہ سے دینی پڑے گی کیونکہ قرآن میں "فتحریر رقبۃ مومنہ و دیۃ مسلمۃ الی اھلہ"

(۵) قتل بالسبب: یعنی آدمی بذات خود تو قتل نہ کرے لیکن کسی کو قتل کرنے کا سبب بن جائے مثال کے طور پر اس نے گڑھا کھودا اس میں پھر کوئی گر جائے چاہے قتل کی نیت ہو یا نہ ہو اور وہ گرنیوالا مرجائے۔

(مابقیہ حاشیہ) حکم: اس میں نہ قصاص ہے نہ کفارہ تو یہ شخص بالاتفاق وارث بنے گا۔
نیز اس صورت میں عاقلہ پر دیت آئیگی جو عاقلہ تین سال میں ادا کریگی۔ (حاشیہ: شرح شریفیہ ص:۱۲)
خلاصہ کلام: قتل عمد کی صورت میں قصاص واجب ہوتا ہے اور باقی نمبر۲ نمبر۳ نمبر۴ (قتل شبہ عمد قتل خطا اور جاری مجریٰ خطا) میں کفارہ واجب ہوتا ہے لہٰذا ان چاروں صورتوں میں قاتل میراث سے محروم ہو جائیگا اور قتل نمبر۵ (قتل بالسبب) کی صورت میں قاتل وارث بنے گا۔
فائدہ اولیٰ: احناف فرماتے ہیں کہ اگر اس نے ان ساری صورتوں میں جو قتل کئے ہیں وہ بغیر کسی حق کے قتل کیا ہو تب تو میراث سے محروم ہوگا لیکن اگر کسی حق کی وجہ سے قتل کیا ہو تو محروم نہیں ہوگا۔

امثلہ:

۱) اگر کوئی شخص اپنے بیوی کو قتل کرے بوجہ قصاص کے یا حد جاری کرنے کیوجہ سے یا اپنے سے نقصان کو دور کرنے کے لئے تو وہ میراث سے محروم نہیں ہوگا۔ (حاشیہ: نمبر۶ شریفیۃ ص:۱۲)

۲) اسی طرح وہ شخص جو امام کا مطیع ہو اور کسی باغی (جس کی اس سے رشتہ داری ہوتی ہو) کو قتل کردے تو وہ بھی میراث سے محروم نہیں ہوتا۔
(شریفیۃ ص:۱۲)

۳) اس طرح ہمارے نزدیک بچہ یا مجنون اگر قتل کردے تو وہ میراث سے محروم نہیں رہے گا۔ (ایضاً)
یہ ساری تفصیل تو احناف کے ہاں تھی۔ (شریفیۃ ص:۱۲ حاشیہ: نمبر۸)
شوافع کے نزدیک: ان تمام صورتوں میں بھی قاتل میراث سے محروم رہے گا، چاہے قتل عمد ہو یا خطاء ہو، مباشرۃ ہو یا تسبیباً، بچہ ہو یا بڑا مجنون ہو یا عقلمند ہر صورت میں حرمان المیراث ہوگا، اس لئے کہ حضور نے مطلقاً قاتل کو وارث بننے سے منع کیا ہے۔ (شریفیۃ ص:۱۲ حاشیہ نمبر۶)
فائدہ اخریٰ: جو دیت لی جاتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟
قتل خطاء پر جو دیت لی جاتی ہے وہ میت کے دیگر تمام اموال کے ساتھ مل کر ان دیگر اموال جیسی ہو جائے گی اس سے حسب ضابطہ شرعیہ میت کا قرض ادا کیا جائے گا اور میت کی وصیت کو پورا کیا جائے گا اور جو افراد تمام مال میں سے وارث ہوتے ہیں وہ اس سے بھی وارث ہوں گے۔
امام مالک بن انسؒ فرماتے ہیں کہ کہ زوجین میں سے جو موجود ہو وہ دیت کے مال سے وارث نہیں بنے گا کیونکہ موت سے زوجیت منقطع ہو چکی ہے (بخلاف باقی مال کے) جب کہ حنفیہ کے نزدیک زوجین مستحق ہوں گے ایک دوسرے کے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اشیم الضبابیؓ کے بیوی کو ان کے شوہر کی دیت سے وارث بنانے کا حکم دیا تھا... اسی طرح حضور نے فرمایا:

﴿من ترک مالا او حقا فلورثته﴾

جس نے کوئی مال یا حق چھوڑا تو وہ اس کے ورثاء کے لئے ہوگا لہٰذا میاں، بیوی ایک دوسرے کی دیت میں بھی وارث ہونگے۔
(شریفیہ ص:۱۳-۱۴)

﴿و حدیث :اشیم الضبابی اخرجه الترمذی فی کتاب الدیات ج: ۱ ص: ۲۶۱ باب فی المراۃ ترث من دیة زوجها-وذکره ابو داؤدؒ فی کتاب الفرائض فی باب المرأة ترث من دیة زوجها ج: ۲ ص: ۵۰﴾

واختلاف الدینین: (تیسرا مانع من الارث)

کافر مسلمان کا بالاجماع وارث نہیں ہوگا اور جمہور کے نزدیک مسلمان بھی[1] کافر کا وارث نہ ہوگا۔

---

[1] مختلف فیہا صورۃ مسئلہ: اب مسلمان کافر کا وارث ہوگا یا نہیں اس میں صحابہ کا بھی اختلاف رہا ہے۔

حضرت علیؓ جمہور صحابہؓ، امام ابوحنیفہؒ و امام شافعیؒ کے نزدیک: ''مسلمان بھی کافر کا وارث نہیں ہوگا''۔

دلیل: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿لایتوارث اهل ملتین شتیٰ﴾

معاذ بن جبلؓ معاویہ بن ابی سفیانؓ، حسن بصریؒ، محمد بن حنفیہؒ، محمد بن علی بن حسینؒ اور مسروقؒ وغیرہ کے نزدیک:

''مسلمان کافر کا وارث ہوگا''۔

دلیل: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿الاسلام یعلو ولا یُعلیٰ﴾

اور اسلام کی بلندی اس صورۃ میں ظاہر ہوگی کہ مسلمان کافر کا وارث بنے اور کافر مسلمان کا وارث نہ بنے۔

جمہور کی جانب سے حدیث الاسلام یعلو.... کا جواب:

حدیث میں بلندی سے مراد آخرت کی بلندی ہے کہ آخرت میں علوّ اور بلندی مسلمانوں کے لئے ہوگی یا سر بلندی باعتبار حجت اور دلیل کے مراد ہے۔ (شریفیۃ شرح سراجیۃ ص:۱۴)

صورت مسئلہ نمبر:۲ مرتد مسلمان کا وارث ہوتا ہے یا نہیں:

احناف کا مذہب اس مسئلے میں یہی ہے کہ مسلمان مرتد شخص کا وارث ہوگا اور وہ مرتد شخص مسلمان کا وارث نہیں ہوگا۔

مسلمان کا وارث مرتد شخص نہیں ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان کی وراثت مسلمان کو حالت اسلام میں تو مل سکتی ہے جب مرتد مسلمان نہیں رہا تو اب وراثت کیسے ملے گی۔

لیکن مسلمان وارث کو مرتد شخص کے اس مال کی وراثت ملے گی جو اس نے زمانہ اسلام میں کمایا ہوگا اور جو اس نے حالت ردۃ میں کمایا وہ مسلمانوں کو بطور فی کے ملے گا۔ وهٰذا قول ابی حنیفة کما ذکره الهدایه' (شریفیہ ص:۱۴)

(دیکھئے ھدایہ ص:۶۰۱ باب احکام المرتدین) یہاں پر دو قول اور ہیں:

(۱) صاحبین کے نزدیک حالت ردّت اور حالت اسلام دونوں حالتوں کی کمائیاں ورثاء کو ملیں گی۔

(۲) امام شافعی کے نزدیک دونوں حالتوں کی کمائیاں مال فیی شمار ہونگی۔ (ھدایہ ص:۶۰۱ ''باب احکام المرتدین' فارجع الیہ لو شئت التفصیل)

صورۃ مسئلہ نمبر۳: کفار آپس میں ایک دوسرے کے وارث کس طور پر ہوں گے:

کفار اقرباء چاہے جس بھی مذہب کے ہوں یہودی ہوں یا نصرانی ہوں یا مجوسی چونکہ ہیں سب کافر، اللہ یا اس کے رسول کے منکر ہیں اس لئے سب ایک ہی ملت کہلا کر ایک دوسرے کے وارث بنیں گے۔ ﴿لان الکفر ملة واحدة﴾ (مابقیہ اگلے صفحہ پر)

واختلاف الدارين: (چوتھا مانع)

اور میراث کا چوتھا مانع اختلاف دار ہے یعنی اگر ایک دارالحرب کا کافر ہو اور دوسرا دارالاسلام کا کافر تو وہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے اگر چہ دونوں کے درمیان ایسا رشتہ ہو کہ ایک باپ ہو دوسرا بیٹا ہو... اب اختلاف دار چاہے حقیقتاً ہو چاہے حکماً ہو دونوں میراث سے مانع ہیں۔

﴿ اما حقيقةً كالحربي والذمي ﴾

حقیقتاً اختلاف دارین ہو جیسے ایک حربی ہو دوسرا ذمی تو اب یہاں یہ حربی (وارث) ذمی (مورث) کا وارث نہیں بنے گا۔

حربی کی تعریف: وهو الذي لم يؤمن بالله ورسوله يسكن في دار الحرب.

ذمی کی تعریف: وهو الكافر الساكن في دار الاسلام ويقبل الجزية.

حربی کی تعریف کا ترجمہ: یہ وہ شخص ہے جو دارالحرب کے لوگوں میں سے ہو اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں رکھتا ہو

ذمی کی تعریف کا ترجمہ: ذمی وہ کافر ہے جو مسلمان کے ملک میں رہتا ہو جزیہ قبول کرنے کے ساتھ۔

﴿او حكما كالمستامن والذمي ﴾

یا حکماً اختلاف دارین ہو یعنی بظاہر دونوں وارث مورث ایک ہی ملک میں ہیں لیکن حکماً الگ الگ ہیں۔

مثال: کسی ایک ہی دارالاسلام میں مستامن بھی ہے اور اس کا ذمی رشتے دار بھی ہے لیکن اصلاً دونوں کا دار الگ الگ ہے اس لئے وارث نہیں بنیں گے۔

مستأمن: وهو الكافر الذي دخل دارنا بامان.

مسلمان کسی کافر کو اپنے ملک میں امن دیتے ہیں اس کا مستقل رہنے کا ارادہ نہیں ہوتا۔ وہ مستامن کہلاتا ہے۔

(مابقیہ حاشیہ) البتہ بعض حضرات کفار میں بھی الگ الگ ملت کا اعتبار کرتے ہیں جیسے ابن ابی لیلیٰؒ کے نزدیک یہودی اور نصرانی تو ایک دوسرے کے وارث ہوں گے کیونکہ وہ توحید اور اہل کتاب ہونے پر متفق ہیں لیکن وہ مجوسیوں کے وارث نہیں ہوں گے کیونکہ وہ اس کے بھی منکر ہیں۔ اور بعض حضرات یہودی و نصرانی میں بھی فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بھی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔ کیونکہ یہودیوں کا عقیدہ عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کے متعلق الگ ہے اور عیسائیوں کا اس کے متعلق عقیدہ بالکل الگ ہے۔ (شریفیہ شرح سراجیہ ص:۱۵)

مختلف فیہا صورۃ مسئلہ: نمبر۴ معتزلہ و خوارج اور روافض وغیرہ کا کیا حکم ہوگا؟

یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے کیونکہ وہ انبیاء اور کتابوں پر متفقہ ایمان رکھتے ہیں بس کتاب وسنت کی تاویل میں اختلاف کرتے ہیں تو یہ اختلاف ملت نہیں ہوا۔ (شریفیہ شرح سراجیہ مع حاشیہ نمبر ۳ ص:۱۵)

مثلاً: کوئی شخص امریکہ میں رہتا ہو لیکن کچھ عرصے کے ویزے پر پاکستان آیا ہوا ہو جیسے امریکہ کے وزیر خارجہ اور نائب صدر وغیرہ دورے پر آتے ہیں تو یہ سب مستأمن کہلائیں گے... اس کے بالمقابل اس مستامن کا کوئی کافر رشتے دار ذمی ہو جو مستقلاً پاکستان میں رہتا ہو اور یہاں کی نیشنلٹی کا حامل ہو اب اگر ان میں سے کوئی ایک مرجائے تو اگر یہ کافر حربی اور کافر ذمی ہمارے پاس اپنا استفتاء لے کر آئیں گے تو شریعت اسلامیہ میں وہ لوگ ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے[1]۔

---

[1] فائدہ ۸: اور یہ اختلاف دار فیما بین الکفار مانع ارث ہے۔ فیما بین المسلمین مانع ارث نہیں ہے اس لئے دار الاسلام کے وارث مسلمان دار الحرب کے مورث (میت مسلمان) مسلمانوں سے اور دار الحرب کا وارث دار الاسلام کے اپنے میت مسلمان سے ترکہ پائے گا۔

(شریفیہ حاشیہ: نمبر۴ ص:۱۵)

مثلاً: ایک شخص دار الحرب ھندوستان میں رھتا ہے اور اس کے اھل وعیال پاکستان یا سعودیہ عرب میں رہتے ہیں تو اب یہ دونوں ایک دوسرے کے وارث بنیں گے۔ (شریفیہ حاشیہ نمبر۴ ص:۱۵)

فائدہ نمبر:۲ مستأمن اور حربی کے درمیان وراثت کا کیا حکم ہے؟

یہ دونوں ایک دوسرے کے وارث بنیں گے کیونکہ مذہب کفر ہے اور حربی کا دار جو ہے وہ ہی حقیقتاً مستأمن کا بھی۔ ہے مستأمن تو صرف عارضی طور پر دار الاسلام گیا ہے اس لئے ان کو ایک دوسرے کی وراثت سے محروم نہیں کریں گے۔

مثلاً: ھندوستان (دار الحرب) کے ذو حربی ہوں اس کا ایک رشتہ دار دار الحرب (انڈیا) سے پاکستان آجاتا ہے کچھ وقت کے ویزے پر۔ اسی دوران اس کے رشتہ دار کا انڈیا میں انتقال ہو جاتا ہے تو یہ مستامن کافر، حربی کافر کا وارث بنے گا۔ (حاشیہ کتاب ص:۵ حاشیہ نمبر۱۲)

مستأمن اور ذمی میں فرق:

(۱) ذمی کی مستقل رہائش دار الاسلام میں ہوتی ہے اور مستأمن تھوڑے عرصے کے لئے رہتا ہے وہ دار الاسلام میں ایک سال نہیں رہ سکتا بلکہ شرعاً حاکم وقت اس سے کہتا ہے کہ اگر تم سال بھر دار الاسلام میں رہے تو تم پر جزیہ واجب ہو جائیگا اور تم ذمی بن جاؤ گے۔

(شریفیہ ص:۱۵ حاشیہ نمبر۱۱)

(۲) مستأمن ضابطہ شرعیہ میں جزیہ نہیں دیتا اور ذمی جزیہ دینے کا پابند ہوتا ہے۔

(۳) مستأمن کو جب حکومت نے امن دے دیا تو نہ مستأمن کو قتل کرنا چاہئے نہ ذمی کو اگر مستأمن کو عمداً قتل کر دیا گیا تو قصاص نہیں ہے ... اور ذمی کو عمداً قتل کیا گیا تو قصاص ہے۔

تیسرے فرق کی وجہ:

﴿لاجل قول علی رضی اللہ عنہ دمائھم کد مائنا واموالھم کاموالنا.﴾

(۴) ذمی دار الاسلام سے جا نہیں سکتا اور مستأمن جا سکتا ہے۔

اوالحربیین من دارین مختلفین

دو الگ الگ دار کے حربی ہوں تو ان کے درمیان وراثت کا کیا حکم ہے؟

دو حربی الگ الگ دار کے تھے اور آپس میں رشتے دار تھے جیسے ایک برطانیہ کا حربی کافر ہے اور ایک امریکا کا حربی کافر ہو اب وہ دونوں اپنے اپنے ملک میں ہوں تو وارث نہیں بنیں گے... نیز اگر وہ دونوں مستأمن کی حیثیت سے ایک دارالاسلام میں آجاتے ہیں تو چونکہ حقیقتاً دار الگ ہیں اس لئے وارث نہیں ہوں گے۔ (شریفیہ ص:۱۶)

اختلاف دارین کا تحقق کیسے ہوتا ہے؟

⑨ وہ جگہ جہاں کے فوج، بادشاہ، لشکر دوسری جگہ سے الگ ہوں تو وہ ایک مستقل مملکت شمار ہوتی ہے گویا مملکت رقبے کے اعتبار سے نہیں ہوتی۔

مثال:۱ جیسے ایک حکومت ہندوستان میں ہے ان کے فوج اور لشکر الگ ہیں اور ایک حکومت ترکی میں ہے وہاں کی فوج اور لشکر الگ الگ ہیں تو دونوں الگ الگ دار شمار ہوں گے۔

مثال:۲ پاکستان اور بنگلہ دیش پہلے اکٹھے ایک مملکت کی حیثیت رکھتے تھے... دونوں جگہوں کا سربراہ ایک، فوج بھی ایک اگرچہ دونوں علاقے رقبے کے اعتبار سے الگ الگ ہیں لیکن یہ ایک دار (مملکت) شمار ہوتے تھے... پھر بنگلہ دیش پاکستان الگ الگ تقسیم ہو گئے دونوں کے سربراہ الگ، فوج الگ، لہٰذا یہ دونوں دارین مختلفین کہلائیں گے۔

........﴿باب معرفة الفروض ومستحقیها﴾........

﴿الفروض المقدرة فی کتاب اللّٰه تعالیٰ ستة النصف والربع والثمن والثلثان والثلث والسدس علی التضعیف والتنصیف﴾

ترجمہ: جو حصے قرآن پاک میں مقرر کئے گئے ہیں وہ چھ ہیں۔

(۱) آدھا (۱/۲) (۲) چوتھائی (۱/۴) (۳) آٹھواں (۱/۸) (۴) دوتہائی (۲/۳)

(۵) تیسرا (۱/۳) (۶) چھٹا (۱/۶) دوگنا اور آدھا کرنے کے اعتبار سے۔

تشریح: الفروض المقدرة فی کتاب اللّٰه تعالیٰ ستّة

قرآن پاک میں وراثت کے اندر چھ حصے مذکور ہیں جن کو دو نوع میں تقسیم کیا گیا ہے۔

نوع اوّل: نصف، ربع، ثمن (آدھا، ایک پاؤ، آدھا پاؤ)۔

نوع ثانی: ثلثان، ثلث، سدس (دوتہائی، ایک تہائی، مال کا چھٹا حصہ)۔

﴿تفصیل﴾

(۱) نوع اوّل :

(۱) النصف: قرآن پاک میں اصحاب الفرائض کے جو حصے مقرر ہیں ان میں سب سے پہلا نصف ۱/۲ ہے۔
نصف کا ذکر قرآن پاک میں تین جگہ ہے۔

(۱) وان کانت واحدة فلها النصف (ای ا لبنت) (ایت ۱۱ سورة النسآء)

(۲) ولکم نصف ماترک ازواجکم (ای زوجاتکم) ان لم یکن لهن ولد.(ایت۱۲ سورة النسآء)

(۳) ولهٗ اخت فلها نصف ماترک ان امرء هلک لیس له ولدولهٗ اخت فلها نصف ماترک(آیت ۱۷۶ النسآء)

(۲) الربع: دوسرا حصہ ربع یعنی چوتھائی ۱/۴ ہے یہ نصف کا نصف یعنی آدھے کا بھی آدھا ہے۔ قرآن پاک میں ربع کا ذکر دو جگہ ہے:

(۱) فان کان لهن ولد فلکم الربع مماترکن (ای الازواج) (ایت ۱۱ سورة النسآء)

(۲) ولهن الربع مماتر کتم (ای للزوجات الربع) (ایت ۱۲ سورة النسآء)

(۳) الثمن: تیسرا حصہ ثمن یعنی آٹھواں ۱/۸ ہے جو نصف نصف النصف ہے یعنی آدھے کے آدھے کا آدھا۔ قرآن میں ثمن کا ذکر صرف ایک جگہ ہے۔

(۱) فان کان لکم ولد فلهن الثمن مما تر کتم (ای للزوجات) (ایت ۱۲ سورة النسآء)

﴿نوع ثانی﴾

(۴) الثلثان: چوتھا حصہ کتاب اللہ میں جو مذکور ہے وہ ہے ثلثان یعنی دوتہائی ۲/۳ ہے یہ قرآن میں دو جگہ مذکور ہے

(۱) (فی حق البنات) فان کن نسآء فوق اثنتین فلهن ثلثاماترک.(ایت ۱۱ سورة النسآء)

(۲) (فی حق الاخوات) فان کانتا اثنتین فلهما الثلثان.(ایت ۱۷۶ سورة النسآء)

(۵) الثلث: پانچواں حصہ ثلث یعنی ایک تہائی ۱/۳ ہے اس کا ذکر بھی دو جگہ ہے۔

(۱) فان لم یکن له ولد وورثه ابوٰه فلا مه الثلث.(ایت ۱۱ سورة النسآء)

(۲) فان کانوا (ای اولادالام) اکثر من ذلک فهم شرکاء فی الثلث. (ایت ۱۲ سورة النسآء)

(۶) السدس: آخری اور چھٹا حصہ جس کا قرآن پاک میں ذکر ہے سدس ۱/۶ ہے یہ قرآن پاک میں تین جگہ مذکور ہے

(۱) فان کان له اخوة فلا مه السدس من بعد وصیة یوصی بها .الخ.(ایت ۱۱ سورة النسآء)

(۲) (فی حق ولدالام) وان کان رجل یورث کللة او امراة وله اخ او اخت فلکل واحد منهما السدس.(ایت ۱۲ سورة النسآء)

(۳) ولا بویه لکل واحد منهما السدس مماترک ان کان له ولد (فی حق الو الدین) (ایت ۱۱ سورة النسآء)

(شریفیہ ص:۱۷)

﴿علی التضعیف والتنصیف﴾............

قرآن پاک میں جو اصحاب الفرائض کے لئے مذکورہ چھ حصوں کا بیان ہے ان حصوں میں آپس کا تعلق تضعیف (یعنی دگنا ہونا) اور تنصیف (یعنی آدھا ہونے) کے اعتبار سے ہے۔

جیسے کہ نوع اوّل میں نصف، (آدھا) ربع (ایک چوتھائی) سے دگنا ہے اور ربع، (ایک پاؤ) ثمن (آدھا پاؤ) سے دگنا ہے اور نوع ثانی میں ثلثان، (دو تہائی) ثلث (ایک تہائی) کا دگنا ہے تو ثلث (ایک تہائی) سدس (چھٹے حصے) کا دگنا ہے تو یہ علیٰ التضعیف کی وضاحت ہوئی۔ اسی طرح تنصیف کا اعتبار کریں تو نوع اول میں ثمن (آدھا پاؤ) ربع (ایک پاؤ) کا آدھا ہے اور ربع (ایک پاؤ) نصف (آدھا) کا آدھا ہے اور نوع ثانی میں سدس (چھٹا حصہ) ثلث (ایک تہائی) کا آدھا ہے اور ثلث، ثلثان کا آدھا ہے یہ علیٰ التنصیف کی وضاحت ہوئی۔

﴿واصحاب هذه السهام اثنا عشر نفرا اربعة من الرجال وهم الا ب والجد الصحيح وهو اب الاب وان علا والاخ لام والزوج وثمان من النسآء وهن الزوجة والبنت وبنت الابن وان سفلت والا خت لا ب وام والا خت لاب والا خت لام . والا م والجدة الصحيحة وهي الّتي لايدخل في نسبتها الى الميت جدٌّفاسدٌ.﴾

ترجمہ : بارہ قسم کے وارثین ان حصوں کے حقدار ہیں۔ مردوں میں سے چار ہیں اور وہ میت کے (۱) باپ اور (۲) جد صحیح یعنی دادا اور پردادا وغیرہ اور (۳) اخیافی بھائی اور (۴) خاوند ہیں اور عورتوں میں ورثاء کی تعداد آٹھ ہے اور وہ (۱) میت کی بیوی اور (۲) بیٹی اور (۳) پوتی (اور پرپوتی وغیرہ) اور (۴) عینی بہن اور (۵) علاتی بہن اور (۶) اخیافی بہن اور (۷) ماں اور (۸) جدہ صحیحہ ہے۔ اور جدہ صحیحہ وہ جدہ ہے جو میت کی طرف منسوب ہونے میں جد فاسد (یعنی نانا) کا واسطہ نہ رکھتی ہو۔

تشریح: وہ افراد جن کا حصہ قرآن پاک میں مقرر ہے ان کو اصحاب الفرائض یا ذوی الفروض کہتے ہیں ان کی کل تعداد بارہ ہے جن میں چار مرد اور آٹھ عورتیں شامل ہیں ان کی تفصیل یہ ہے کہ:

من الرجال: (مردوں میں سے)

(۱) میت کا باپ۔

(۲) میت کا دادا یعنی جد صحیح اور اسی طرح اوپر تک پردادا وغیرہ

(۳) اخیافی بھائی۔ (میت کا ماں شریک بھائی)

(۴) میت کا شوہر۔

من النساء: (عورتوں میں سے)

(۱) میت کی بیوی۔

(۲) میت کی بیٹی۔

(۳) میت کی پوتی، اسی طرح نیچے پر پوتی وغیرہ تک۔

(۴) عینی بہن یعنی ماں باپ شریک بہن۔

(۵) علاتی بہن یعنی باپ شریک بہن (یعنی میت کا اور اس عورت کا باپ ایک ہی ہو ماں الگ الگ ہو)

(۶) اخیافی بہن (ماں شریک بہن) (یعنی میت اور اس عورت کی ماں ایک ہی ہو باپ الگ الگ ہو)

(۷) میت کی ماں۔

(۸) جدۂ صحیحہ اسی طرح اوپر تک۔

جدۂ صحیحہ وجدّ صحیح کی وضاحت:

جدۂ صحیحہ: جدۂ صحیحہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کے ساتھ میت کا رشتہ جوڑنے میں بیچ میں نانا کا واسطہ نہ آئے اس تعریف کے مطابق نانی و دادی دونوں جدۂ صحیحہ ہوں گی کہ درمیان میں نانا کا واسطہ موجود نہیں لیکن نانا کی ماں جدۂ صحیحہ نہ ہوگی کیونکہ میت کے ساتھ رشتہ جوڑنے میں درمیان میں نانا کا واسطہ آ رہا ہے۔

جدّ صحیح: اس جد کو کہتے ہیں جس کے ساتھ میت کا رشتہ جوڑنے میں درمیان میں ماں کا واسطہ نہ ہو جیسے دادا پردادا وغیرہ کہ ان کے درمیان میں ماں نہیں بلکہ باپ کا واسطہ ہے یعنی دادا وہ ہے جو میت کے باپ کا باپ ہو تو واسطہ درمیان میں باپ کا ہے ماں کا نہیں لہٰذا یہ جدّ صحیح ہے اس طرح پردادا میت کے دادا کا باپ ہے تو پردادا اور میت میں واسطہ دادا کا ہے۔

جدۂ فاسدہ وجد فاسد کی وضاحت:

جدۂ فاسدہ: یہ جدۂ صحیحہ کی ضد ہے یعنی وہ جدّہ جس کے ساتھ میت کا رشتہ جوڑنے میں درمیان میں نانا کا واسطہ ہو جیسے نانا کی ماں، نانا کی نانی اور میت کے باپ کے نانا کی ماں یہ ذوی الفروض میں سے نہیں بلکہ یہ ذوی الارحام میں سے ہیں۔

جدّ فاسد: یہ جدّ صحیح کی ضد ہے یعنی وہ جد جس کے ساتھ میت کا رشتہ جوڑنے میں درمیان میں ماں کا واسطہ ہو جیسے نانا یہ میت کی ماں کا باپ ہے لہٰذا میت اور نانا میں واسطہ ماں کا ہے تو یہ جد فاسد ہوگا یہ بھی ذوی الارحام میں سے ہے۔ (شریفیہ ص:۱۸)

چند اہم فوائد:

ان میں سے بعض فوائد باب مخارج الفروض میں بھی ذکر ہونگے لیکن فروض کی بحث میں تقسیم ترکہ سمجھنے میں یہ مباحث انتہائی کارآمد ہونگی اس لئے کتاب سے ہٹ کر ان مباحث کو یہاں پر جمع کر دیا (فائدہ نمبر۱) پیچھے جو بارہ اصحاب فرائض بیان کئے گئے ہیں ان میں سے زوجین سببی اصحاب فرائض ہوتے ہیں بقیہ دس کو نسبی اصحاب فرائض کہا جاتا ہے۔

(مابقیہ حاشیہ) اوران رشتہ داروں کے علاوہ میت کا بیٹا، پوتا، پر پوتا، بھائی، بھتیجے، چچا، تایا، اوران کی اولاد ذکور (نرینہ اولاد) کو عصبات کہا جاتا ہے۔ اور میت کے نانا، ماموں، بھانجے، نواسے وغیرہ کو ذوی الارحام کہا جاتا ہے۔

فائدہ:۲) کتاب اللہ میں جو حصے مقرر ہیں اس کی دو نوعیں ہیں جیسے کہ گزر چکا ہے۔ تو صورۃ مسئلہ بنانے میں یہ دیکھیں گے کہ اگر صرف ایک فرد اصحاب الفرائض میں سے ہے اور باقی عصبہ ہیں تو ایسے میں اس صاحب فرض کا جو مخرج ہے اس سے مسئلہ بنے گا۔

مثال: میت کے ورثہ میں اگر ایک وارث شوہر ہو باقی عصبہ ہوں تو اس کا حصہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں نصف ہے تو مخرج مسئلہ ۲ ہوگا۔

لہٰذا یہ مال دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا ایک حصہ شوہر کو اور ایک حصہ باقی عصبات کو دیں گے۔

فائدہ:۳) ایک سے زیادہ ذوی الفروض ہوں تو غور کر کے دیکھیں گے کہ ذوی الفروض اگر نوع واحد کے ہیں تو جو سب سے کم حصہ ہوگا اس کا مخرج فرض اس سے زیادہ والے حصے کے لئے مخرج فرض بنے گا۔

مثال: مثال کے طور پر ذوی الفروض میں سے نوع اوّل پر غور کیا تو ایک کو نصف دوسرے کو ربع تیسرے کو ثمن مل رہا ہے اور کوئی اور وارث نہیں ہے تو سب سے کم ثمن ہے جس کا مخرج فرض ۸ ہے تو مسئلہ ثمانیہ سے بنے گا اور یہ ہی مخرج فرض ہوگا ربع اور نصف دونوں کے لئے۔

فائدہ:۴ نوع اوّل کے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ ہو تو مسئلہ چھ سے ہوتا ہے۔

مسئلہ (٦)

مثال: میـــــــــــــــت

	زوج	اختین لام
	نصف	ثلث
ایک رد ہو جائیگا۔	۳	۲

تفصیل مسئلہ: یہاں پر مسئلہ میں ایک زوج ہے اور اختین لام ہے اولاد نہیں ہے تو زوج کو نصف ملے گا اور اخیافی بہنیں دو ہیں اس لئے ان کو ثلث ملے گا۔ اب نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے ثلث کے ساتھ ہو رہا ہے اس لئے مذکورہ قاعدہ کے موافق مسئلہ (٦) سے بنے گا چھ کا نصف تین ہے اس لئے زوج کو (۳) ملے گا، اور چھ کا ثلث (۲) ہوتا ہے اس لئے اختین لام کو (۲) ملے گا جو ایک بچے گا اس کو رد کر دیں گے ذوی الفروض نسبی یعنی اختین پر کما سیأتی۔

فائدہ نمبر:۵ نوع اول کے ربع کا اجتماع نوع ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ ہو تو مسئلہ ۱۲ سے بنتا ہے۔

مسئلہ ۱۲ عول ۱۳

مثال: میـــــــــــــــت

زوجہ	ام	اختین لام واب۔
ربع	سدس	ثلثان۔
۳	۲	۸

﴿اما الاب فله احوال ثلث (١) الفرض المطلق وهو السدس وذلك مع الابن أو ابن الا بن وان سفل (٢) والفرض والتعصيب معاً وذلك مع الا بنة او ابنة الا بن وان سفلت (٣) والتعصيب المحض وذلك عند عدم الولد وولد الا بن وان سفل﴾.

ترجمہ: بہرحال باپ کی تین حالتیں ہیں (۱) مطلق حصہ اور وہ چھٹا حصہ ہے اور یہ حصہ باپ کو میت کے بیٹے پوتے نیچے تک جو موجود ہوں ان کے ساتھ ملتا ہے۔ (۲) حصہ ملنا اور عصبہ بننا دونوں ایک ساتھ ہوں اور یہ میت کی بیٹی، پوتی اسی طرح جو نیچے تک ہو ان کے ساتھ ہے۔ (۳) صرف عصبہ بننا اور یہ میت کی اولاد اور بیٹے کی اولاد نہ ہونیکی صورت میں ہے۔

(مابقیہ حاشیہ) تفصیل مسئلہ: زوجہ ہے اور اولاد نہیں تو اس کو ربع ملے گا ماں کے ساتھ دو بہنیں ہیں اس لئے ماں کو سدس ملے گا اور اختین لام واب کو ثلثان ملے گا تو نوع اول سے ربع کا اجتماع نوع ثانی کے سدس اور ثلثان سے ہو رہا ہے تو مسئلہ بارہ سے ہوگا اور ایک حصہ عول ہو جائے گا۔

فائدہ: (٦) نوع اول کے ثمن کا اجتماع نوع ثانی کے کل یا بعض سے ہو تو مسئلہ ۲۴ سے بنتا ہے۔

مسئلہ ۲۴، رد ۲۳

مثال: میــــــــــت

زوجہ	بنتین	ماں
ثمن	ثلثان	سدس من جمیع مال
۳	١٦	۴

تفصیل مسئلہ: میت کے ورثا میں سے زوجہ، بنتین اور ماں موجود ہے اب زوجہ کی اولاد بھی ہے تو بیوی کو ثمن ملے گا، اور بنتین دو ہیں تو ثلثان ملے گا، اور پھر ماں کو سدس من جمیع المال ملے گا اب نوع اول کے ثمن کا اجتماع نوع ثانی کے سدس اور ثلثان سے ہو رہا ہے تو مسئلہ (۲۴) سے بنے گا، اب (۲۴) کا آٹھواں حصہ (۳) ہے اس لئے زوجہ کو (۳) حصے ملیں گے (۲۴) کا ثلثان (١٦) بنتا ہے تو بنتین کو (١٦) حصے ملیں گے۔ اور (۲۴) کا سدس (۴) بنتا ہے اس لئے ماں کو (۴) حصے ملیں گے۔ ان حصوں کو جمع کر کے (۲۳) بنتا ہے ایک حصہ رد ہو جائے گا۔

فائدہ: ۷) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اصحاب فروض میں سے کوئی نہیں ہوتا صرف عصبات ہوتے ہیں تو مسئلہ ان کے رؤس سے ہوتا ہے۔ جیسے اگر میت کے چار بیٹے ہیں تو مسئلہ ۴ سے ہوگا۔

مسئلہ (۴)

مثال: میــــــــــت

ابن ابن ابن ابن

عصبات

۱ ۱ ۱ ۱

تفصیل مسئلہ: یہاں صورۃ مسئلہ دیکھئے یہاں صرف چار بیٹے ہیں تو باقی رشتے دار ساقط ہو جائیں گے اب صرف ۴ عصبہ ہیں تو قاعدے کے مطابق مسئلہ ان کے رؤس سے ہوگا ۴ سے مسئلہ بنایا تو سب کو ایک ایک حصہ مل جائے گا۔

تشریح : احوال اب: یعنی میت کے باپ کا میت کے ترکہ کا حقدار ہونے کی تین حالتیں ہیں:

الفرض المطلق:(۱) اگر میت کا بیٹا یا بیٹے کی نسل میں کوئی لڑکا موجود ہو تو میت کے ترکہ کے چھٹے حصہ کا حقدار باپ ہوتا ہے کیونکہ قرآن میں ہے: ﴿ولا بویه لکل واحد منهم السدس مما ترک ان کان له و لد﴾ اس صورت میں باپ عصبہ نہیں بنتا اس لئے اس حصے کا نام فرض مطلق رکھا گیا ہے۔

مسئلہ (۶)

مثال[۱]: میـــــــــــــــــــــت

اب	ابن
سدس	عصبہ
۱	۵

والفرض والتعصیب معا:

(۲) اگر میت کی بیٹی یا پوتی یا پرپوتی وغیرہ میں سے کوئی موجود ہو اور بیٹا نہ ہو تو باپ کو بطور فرض کے بھی ملے گا اور بطور عصبہ کے بھی ملے گا۔

مسئلہ (۶)

مثال[۲]: میـــــــــــــــــــــت

أب		بنت
بطور فرض سدس	(۱)	نصف
بطور عصبہ	(۲)	۳
کل مجموعہ	(۳)	

---

[۱] **تفصیل مسئلہ** : میت کے باپ کو بیٹے کی موجودگی کی وجہ سے سدس ملے گا اور کوئی وارث موجود نہیں اس لئے بیٹا بطور عصبہ کے سب مال لے لے گا اب سدس نوع ثانی میں سے ہے اور اس کے علاوہ کوئی نہیں تو مسئلہ (۶) سے بنے گا (۶) کا سدس ایک ہوتا ہے اس لئے باپ کو (۱) حصہ ملے گا بقیہ (۵) حصے بیٹا لے لے گا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿الحقوا الفرائض باهلها فما ابقته فلا ولیٰ رجل ذکر﴾

ترجمہ: میراث کو اس کے اہل کے حوالے کرو اور جو باقی بچے وہ اس شخص کے لئے ہوگا جو مردوں میں سے میت کے سب سے قریب ہو۔

[۲] **تفصیل مسئلہ** : صورۃ مسئلہ میں ایک اب المیت ہے اور ایک بنت المیت ہے اس لئے اب کو سدس اور بنت کو ایک ہونے کی وجہ سے نصف ملے گا، نصف نوع اول میں سے ہے اور (سدس) نوع ثانی میں سے ہے نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے سدس کے ساتھ ہو رہا ہے تو مسئلہ (۶) سے بنے گا (۶) کا سدس (۱) ہے تو اب کو (ایک) اور (۶) کا نصف تین (۳) ہے تو بنت المیت کو (۳) ملے گا اب ترکہ کے حصے بن رہے ہیں (۶) اور تقسیم (۴) ہو رہے جو (۲) حصے بچے وہ اب المیت کو بطور عصبہ کے مل جائیں گے۔

(۲) التعصيب المحض:

اگر میت کی اولاد نہ ہو یعنی نہ بیٹا، ہو نہ بیٹی، نہ ہی بیٹے کی اولاد، تو باپ صرف عصبہ ہو کر میت کا وارث بنتا ہے۔

مسئلہ (۳)

مثال: میـــــــــــت [۱]

اب	ام
عصبہ	ثلث
۲	۱

﴿والجدّ الصحيح كالاب الا في اربع مسائل وسنذكرها في مواضعها ان شاء الله تعالى ويسقط الجد بالاب لان الاب اصل في قرابة الجدّ الى الميت والجد الصحيح هو الذى لا تدخل في نسبته الى الميت ام.﴾

ترجمہ : اور دادا کے احوال باپ کے مانند ہیں مگر چار مسئلوں میں جس کو ہم ان کے مواقع میں انشاء اللہ عنقریب ذکر کریں گے اور باپ کی موجودگی میں دادا ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ میت کی طرف دادا کا رشتہ جوڑنے میں اصل باپ ہے۔ اور جد صحیح وہ ہے کہ میت کی طرف جس کی نسبت کرنے میں ماں داخل نہ ہو۔

تشریح : احوال جد: باپ کے نہ ہونے کے وقت جد صحیح کے وارث بننے کی بھی تین حالتیں ہیں اور یہ اجماع امت سے ثابت ہے کہ دادا، باپ کی عدم موجودگی میں باپ کے قائمقام ہو جاتا ہے۔

دادا کی تین حالتیں ہیں:

---

[۱] **تفصیل مسئلہ** : میت کے والدین موجود ہیں اولاد نہیں تو اب (والد) کو بطور عصبہ ملے گا اور ام بغیر ولد کے ہے تو ام کو ثلث حصہ ترکہ میں سے ملے گا۔ اب ثلث نوع ثانی میں سے ہے اور انفراداً ہے تو اس کا مخرج تین ہے اس لئے مسئلہ (۳) سے بنے گا۔ (۳) کا ثلث ا ہوتا ہے اس لئے ام کو (ا) حصہ من الترکہ ملے گا۔ اور جو باقی بچے گا یعنی ترکہ کے (۲) حصے وہ اب کو بطور عصبہ مل جائیں گے۔

ماں کو ثلث اس لئے دیا کیونکہ اللہ کا قول ہے: ﴿فان لم یکن له ولد وورثه ابواه فلامه الثلث﴾

تو جب میت کے والدین ہوں تو ماں ذوی الفروض میں ہو کر ثلث کی حقدار بنتی ہے اور باپ بطور عصبہ باقی سارا مال کا وارث ہوتا ہے۔

فائدہ مہمہ : عبارت میں ایک لفظ ''ابن'' ہے اور دوسرا ''ولد'' ہے ان میں فرق یہ ہے کہ لفظ ''ابن'' صرف اولاد نرینہ (بیٹا) کے لئے استعمال ہوتا ہے اور لفظ ''ولد'' مطلق اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے لڑکا ہو یا لڑکی، یہ قاعدہ بہت سے مواقع پر آگے کام آئیگا۔

مشق (۱) میـــــــــــت (۲) میـــــــــــت

اب ابن ابن — اب ام ابن

(۳) میـــــــــــت (۴) میـــــــــــت

اب بنت بنت — اب بنت ابن

(۱) اگر میت کا باپ نہ ہو دادا اور بیٹا یا پوتا وغیرہ ہو تو دادا کو سدس ملے گا کالاب۔

مسئلہ (۶)

مثال[۱]: میــــــــــــــت

جد صحیح	ابن
سدس	عصبہ
۱	۵

(۲) اگر میت کا نہ باپ ہو نہ بیٹا۔ دادا اور بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی وغیرہ ہو تو ایسی صورت میں دادا کو فرض وتعصیب دونوں کے اعتبار سے حصہ ملے گا۔

مسئلہ (۶)

مثال[۲]: میــــــــــــــت

جد صحیح (دادا)	بنت
سدس (۱)	نصف
عصبہ (۲)	۳
کل مجموعہ = (۳)۔	

---

[۱] **وضاحت مسئلہ**: صورت مسئلہ یہ ہے کہ میت کے دادا اور بیٹا موجود ہیں ایسی صورت میں دادا کو سدس ملتا ہے باپ کی طرح اور بیٹا عصبہ ہوتا ہے۔ اب مسئلہ میں چونکہ ذوی الفروض میں سے ایک جد ہے جن کا حصہ سدس ہے اور کوئی نہیں تو مسئلہ سدس کے مخرج فرض یعنی (۶) سے بنے گا۔ (۶) کا سدس (ایک) ہوتا ہے، لہٰذا دادا کو (۶) کا (ایک) حصہ ملے گا اور بیٹا بطور عصبہ کے بقیہ کل مال لے جائے گا۔

[۲] **وضاحت مسئلہ**: صورۃ مسئلہ میں میت کا جد صحیح (یعنی جس کی میت کی طرف نسبت میں عورت نہ ہو وہ) موجود ہے اور بنت موجود ہے ایسی صورت میں جد کو باپ کی طرح حصہ ملے گا تو بطور فرض کے ایک حصہ ملے گا۔ یعنی سدس، اور بیٹی ایک ہے تو اس کو ترکے کا نصف ملے گا۔ اب نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے سدس سے ہو رہا ہے تو قاعدے کے مطابق مسئلہ (۶) سے بنے گا (۶) کا سدس (ایک) ہوتا ہے اس جد کو ترکے کا (ایک) حصہ ملے گا اور (۶) کا نصف (۳) ہوتا ہے اس لئے بنت کو ترکے کے (۳) حصے ملیں گے۔ بقیہ (دو) حصے بچ گئے اب چونکہ کوئی اور وارث نہیں ہے اس لئے جد صحیح عصبہ ہوگا۔ اور وہ بقیہ دو حصے بھی لے لے گا اس طرح جد صحیح کا کل ترکہ (۳) حصے ہوئے۔

مشق (۱) میــــــــت: دادا، پڑپوتا

(۲) میــــــــت: دادا، پوتا، پوتی

(۳) میــــــــت: دادا، دادی

(۴) میــــــــت: دادا، بیٹی

(۳) جب میت کی اولاد نہ ہو نہ ہی بیٹے کی اولاد ہو نہ ہی باپ ہو بس ماں اور جد صحیح ہوں تو اس صورت میں دادا کو بطور عصبہ کے مال ملے گا۔

مسئلہ (۳)

مثال[۱]: میــــــــــــــــت

جد صحیح	ام
عصبہ	ثلث
۲	۱

(۴) جد کی چوتھی حالت: باپ کی موجودگی میں دادا ساقط ہو جائیگا۔

مسئلہ ۳

مثال: میــــــــــــــــت

ماں	باپ	دادا
۱	۲	محروم

وہ چار[۱۰] مسائل جن میں باپ اور دادا کے احکام مختلف ہیں:

المسئلة الاولیٰ :

میت کی دادی، میت کے باپ کی موجودگی میں ساقط ہو جاتی ہے مگر یہ دادی، دادا کی موجودگی میں حصہ پائے گی۔

وضاحت: اگر میت کی دادی اور باپ ہوں تو دادی بوجہ باپ کے محجوبہ ہوتی ہے جیسے مندرجہ ذیل نقشے میں ہے۔

مسئلہ (۱)

مثال[۲]: میــــــــــــــــت

جدۃ صحیحہ (دادی)	اب
محجوبہ	عصبہ
	۱

---

[۱] **وضاحت مسئلہ** : صورۃ مسئلہ میں میت کے جد صحیح اور ام موجود ہے اب میت کی کوئی اولاد نہیں ہے اس لئے ماں کو ثلث من الترکہ ملے گا جد صحیح کے علاوہ چونکہ کوئی اور نہیں تو بقیہ مال جد صحیح بطور عصبہ کے لے جائے گا۔ اب مسئلہ میں صرف ثلث ہے ماں کا، مسئلہ ثلث کے مخرج فرض یعنی (۳) سے بنے گا ماں کو ایک حصہ ملے گا کیونکہ (۳) کا ثلث ایک ہوتا ہے اور ترکے کے بقیہ دو حصے دادا لے جائے گا۔

[۲] **وضاحت مسئلہ**: صورۃ مسئلہ میں ایک جدۃ صحیحہ ہے اور باپ ہے اب جدۃ صحیحہ کا میت سے تعلق قائم کرنے میں اب کا واسطہ ہے اور قاعدہ ہے کہ واسطہ کی موجودگی میں ذوالواسطہ ساقط ہوگا اس لئے دادی محجوبہ ہوگی باپ سے، باپ عصبہ بنے گا اب مسئلہ میں صرف عصبہ ہے تو مسئلہ ان کے رؤوس سے بنے گا، اور رأس ایک ہے اس لئے مسئلہ ایک سے بنے گا اور کل مال والد میت لے جائے گا بطور عصبہ ہونے کے۔

اور اگر میت کے دادا اور دادی دونوں ہوں تو دادا کو بطور عصبہ کے ملے گا اور دادی کو سدس ملے گا۔

مسئلہ (٦)

مثال[۱]: میـــــــــــــــــــــــــــت

جدۂ صحیحہ (دادی)	جد صحیح (دادا)
سدس	عصبہ
۱	۵

المسئلة الثانیه :

اگر میت نے والدین اور احد الزوجین کو چھوڑا ہو تو ترکہ کی تقسیم کرنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے احد الزوجین کو ان کا حصہ دیا جائیگا پھر باقی مال سے ماں کو مابقیہ مال کا ثلث ملے گا اور باقی سارا مال باپ کا ہوگا۔

جیسے اگر شوہر اور والدین کو چھوڑا تو پہلے شوہر کو اولاد نہ ہونے کی وجہ سے نصف اور والدین میں سے ماں کو ثلث مابقیہ اور باپ کو بطور عصبہ بقیہ مال ملے گا۔

مسئلہ (٦)

مثال[۲]: میـــــــــــــــــــــــــــت

زوج	ام	اب
نصف	ثلث مابقیہ	عصبہ
۳	۱	۲

(شریفیہ ص: ۳۰ حاشیہ نمبر: ۱۰ پر یہی طریقہ تقسیم لکھا ہے)

لیکن اگر میت نے ماں کے ساتھ دادا اور احد الزوجین کو چھوڑا ہے تو اس صورت میں ائمہ احناف کے نزدیک اختلاف ہے۔

---

[۱] **وضاحت مسئلہ :** یہاں صورۃ مسئلہ میں جدۂ صحیحہ ہے اور جد صحیح ہے تو جدہ کو تو (۱) یعنی سدس ہر حال میں ملتا ہے اور جد صحیح کو باپ کی طرح اولاد نہ ہونے کی صورت میں بطور عصبہ ملتا ہے اس لئے جد صحیح عصبہ ہوگا اب ذوی الفروض میں سے صرف جدہ صحیحہ ہیں جن کا فرض سدس ہے تو مسئلہ اس کے مخرج فرض سے بنے گا یعنی (٦) سے (٦) کا سدس ایک ہوتا ہے اس لئے جدہ صحیحہ (دادی) کو ایک حصہ اور جد صحیح (دادا) کو بطور عصبہ ما بقیہ مال ملے گا۔

[۲] **وضاحت مسئلہ :** صورۃ مسئلہ میں میت کے زوج ماں اور باپ موجود ہیں اور اولاد نہیں ہے اس لئے زوج کو نصف اور ماں کو ثلث مابقیہ ملے گا اور اب بطور عصبہ کے بقیہ مال لے گا، اب نصف نوع اول میں سے ہے اور ثلث نوع ثانی میں سے ہے نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے بعض سے ہے تو مسئلہ (٦) سے ہوگا۔ (٦) کا نصف تین ہے اسلئے زوج کو (۳) حصے ملیں گے اور (۳) کا ثلث مابقیہ یعنی ایک ہے اس لئے ماں کو (۱) حصہ ملے گا اور (۲) حصے باپ بطور عصبہ کے لے لے گا ---------------

طرفینؒ کے نزدیک: ماں کو پہلے مسئلے سے مختلف طور پر حصہ ملے گا کہ اس کو اب ثلث من جمیع المال ملے گا۔

مسئلہ (٦)

مثال[1]: میــــــــــــــــــت

زوج	ام	جد صحیح
نصف	ثلث جمیع المال	عصبہ
٣	٢	١

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک: اس مسئلے میں باپ اور دادا کے درمیان کوئی فرق نہیں ماں کو ثلث مابقیہ ہی ملے گا جیسا کہ ماں کو میت کے باپ کی موجودگی میں ثلث مابقیہ مل رہا تھا۔

مسئلہ (٦)

مثال[2]: میــــــــــــــــــت

زوج	ام	جد صحیح
نصف	ثلث مابقیہ	عصبہ
٣	١	٢

تو مذکورہ بالا فرق بین الاب وبین الجد الصحیح طرفینؒ کے مذہب کے مطابق ہوگا۔

....

[1] **وضاحت مسئلہ** : صورۃ مسئلہ میں میت نے زوج، ماں اور جد صحیح کو چھوڑا ہے وارثین میں اولاد نہیں ہے تو زوج کو نصف اور ماں کو عند الطرفین ثلث من جمیع مال ملے گا اور دادا عصبہ ہوگا۔ نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے ثلث سے ہے تو مسئلہ (٦) سے ہوگا۔ زوج کو (٦) کا نصف یعنی (٣) ملے گا اور ماں کو ثلث من جمیع المال یعنی (٢) حصے ملیں گے اور دادا کو بقیہ ایک حصہ ملے گا۔

[2] **وضاحت مسئلہ** : صورۃ مسئلہ میں زوج ام اور جد صحیح موجود ہیں۔ زوج کو عند عدم الاولاد نصف ملتا ہے اس لئے زوج کو نصف ماں کو ثلث مابقیہ اور دادا کو بطور عصبہ کے ملے گا۔ نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے ثلث سے ہے تو مسئلہ (٦) سے ہوگا، (٦) کا نصف (٣) ہے تو زوج کو تین حصہ ملیں گے اور بقیہ یعنی (٣) کا ثلث ایک ہے اس لئے ماں کو ایک حصہ ملے گا اور بقیہ (٢) حصے دادا باپ کی طرح (امام ابو یوسف کے نزدیک) لے لے گا۔ گویا ان کے ہاں ماں اب اور جد (باپ اور دادا) میں کوئی فرق نہیں ہے۔

مشق (١) میــــــــــــــــــت (٢) میــــــــــــــــــت

زوج جد اب — اب زوج ابن

(٣) میــــــــــــــــــت (٤) میــــــــــــــــــت

ابن بنت زوج — جد اب ابن

المسئلة الثالثة:

تمہید: عینی بھائی اور علاتی بھائی باپ کی موجوگی میں مجوب ہوتے ہیں یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

مسئلہ(۱)

مثال[۱]: میـــــــــت

ابنان لاب	اب
مجوب	عصبہ
	۱

لیکن عینی وعلاتی بھائی دادا کی موجودگی میں مجوب ہوں گے یا نہیں اس میں بھی ائمہ احناف کے ہاں اختلاف ہے۔

صاحبینؒ کے نزدیک: عینی وعلاتی بھائیوں کو جد کی موجودگی میں حصہ ملے گا۔ گویا صاحبین کے نزدیک عینی اور علاتی بھائی، میت کے باپ کی موجودگی میں وارث نہ ہونگے۔ لیکن میت کے دادا کی موجودگی میں عینی/علاتی بھائی وارث ہونگے۔ (اگر چہ یہ قول مرجوح ہے)

مسئلہ ۳

مثال[۲]: میـــــــــت

ابنان لاب	جد صحیح
عصبہ	عصبہ
۲	۱

امام صاحب کے نزدیک: اس مسئلے میں باپ اور دادا میں کوئی فرق نہیں جد کی موجودگی میں بھی عینی وعلاتی بھائی مجوب ہوں گے۔ جس طرح میت کے باپ کی موجودگی میں وہ محروم ہوتے ہیں وعلیہ الفتویٰ۔

مسئلہ ۱

مثال[۳]: میـــــــــت

ابنان لاب	جد صحیح
مجوب	عصبہ
	۱

---

۱ **وضاحت مثال:** صورۃ مسئلہ میں میت کے دو علاتی بھائی اور باپ موجود ہیں تو باپ کی وجہ سے یہ بھائی ساقط ہو جائیں گے اور باپ بطور عصبہ کے سارا مال لے لے گا۔ وارث ایک ہے اور وہ بھی عصبہ ہے تو مسئلہ اس کے رؤس یعنی ایک سے ہوگا اور وہ سارا مال باپ لے لے گا۔

۲ **وضاحت مثال:** صورۃ مسئلہ میں میت کے دادا اور دو علاتی بھائی موجود ہیں تو صاحبین کے نزدیک علاتی بھائی ساقط نہیں ہوگے اور دادا کو بھی اولاد (نہ ہونیکی وجہ سے) بطور عصبہ کے ملے گا اور بھائی بھی عصبہ ہوں گے۔ اب صورۃ مسئلہ میں چونکہ صرف عصبہ ہیں تو قاعدے کے مطابق مسئلہ ان کے رؤس یعنی (۳) سے ہوگا۔ ایک حصہ جد کو ملے گا اور دو حصے ابنان لاب کو ایک حصہ ایک بھائی کو اور دوسرا حصہ دوسرے بھائی کو ملے گا۔

۳ **وضاحت مثال:** امام صاحب کے یہاں مسئلہ ایسے ہی ہوگا جیسے ابنان لاب اور اب کی موجودگی میں تھا یعنی ابنان لاب جد صحیح کی موجودگی میں بھی ساقط ہوں گے۔ لہٰذا مسئلہ (۱) سے ہوگا اور وہ ایک جد صحیح لے گا تو مسئلہ ثالثہ میں جو فرق مذکور ہوا یہ فرق صاحبین کے مذہب کے مطابق ہے۔۔۔۔۔۔ یاد رہے کہ اس مسئلہ میں فتویٰ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر ہے کما یاتی فی مقاسمۃ الجد۔

المسئلة الرابعة :

تمہید: اگر کسی ایسے شخص کا انتقال ہوا جس کے ورثاء میں کوئی بھی ذوی الفروض میں سے یا عصبات نسبیہ میں سے نہیں ہے پھر ہم نے عصبات سببیہ یعنی مولیٰ عتاقہ کو دیکھا تو وہ بھی نہیں ہے۔ لہٰذا قاعدے کے مطابق چوتھے درجے میں مولیٰ عتاقہ کے عصبہ کو دیکھا گیا اور یہاں مولیٰ عتاقہ کے عصبہ نسبیہ موجود ہیں اور اس مولیٰ مُعتِق (بالکسر) کا باپ اور بیٹا زندہ ہیں لہٰذا اس میت کے وارث اس میت کے مُعتِق کے باپ اور بیٹا ہوں گے۔ تو اس صورت میں قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں مسئلہ اس طرح بنے گا کہ مُعتِق کے باپ کو سدس اور مُعتِق کے بیٹے کو بطور عصبہ حصہ ملے گا۔

مسئلہ (٦) (عندابی یوسفؒ)

مثال[۱]: میـــــــــــــــــت

اب المعتق	ابن المعتق
سدس	عصبہ
۱	۵

لیکن اگر مُعتِق کا دادا وابن ہے تو ایسی صورت میں قاضی ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ دادا محجوب ہوگا اور ابن جمیع مال لے گا۔

مسئلہ ۱

مثال[۲]: میـــــــــــــــــت

ابن المعتق	جد المعتق
عصبہ	محجوب
۱	

تو یہ فرق قاضی ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق ہے۔

---

[۱] امام ابو یوسفؒ کے مذہب کے مطابق پہلی مثال کی وضاحت:

صورۃ مسئلہ میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ اب المعتق اور ابن المعتق موجود ہے یعنی میت کے عصبات سببیہ کے عصبات نسبیہ میں سے مولیٰ مُعتِق (بالکسر) کا باپ اور بیٹا ہے لہٰذا یہ وارث ہوں گے اس لئے اب المعتق کو سدس ملے گا اور ابن المعتق عصبہ ہوگا عندابی یوسفؒ۔ ذوی الفروض میں سے صرف اب المعتق ہے جس کا حصہ سدس ہے تو مسئلہ اس کے مخرج فرض یعنی (٦) سے ہوگا۔ (٦) کا سدس ایک ہوتا ہے اس لئے وہ اب المعتق کو اور بقیہ (۵) حصے ابن المعتق کو بطور عصبہ ملیں گے۔

[۲] امام ابو یوسفؒ کے مسائل میں دوسری مثال کی وضاحت:

میت کے عصبات نسبیہ نہیں ہیں عصبات سببیہ یعنی مولیٰ عتاقہ بھی نہیں تو اس کے عصبات نسبیہ میں سے مولیٰ مُعتِق کا بیٹا اور دادا ہیں تو اس مسئلے میں دادا عندابی یوسفؒ ساقط ہو جائیگا اور بیٹا بطور عصبہ سارا مال لے گا مسئلہ اس کے رأس یعنی ایک سے ہوگا۔ اور وہ عصبہ لے لے گا۔

لیکن قاضی صاحب کا قول مرجوح ہے۔ کیونکہ طرفین کے نزدیک اب المعتق وابن المعتق کی موجودگی میں سارا مال ابن المعتق کو ملے گا اور اگر ابن المعتق کے ساتھ جد المعتق ہو تو بھی سارا مال بطریق اولیٰ ابن المعتق کو ملے گا۔ (شریفیہ ص:۱۹)

مسئلہ (۱) (عند الطرفینؒ)

مثال[۱]: میــــــــــــــت

اب المعتق	ابن المعتق
محجوب	عصبہ
	۱

﴿اما لاولاد الام فاحوال ثلث (۱) السدس للواحد (۲) والثلث للاثنين فصاعدا ذكورهم واناثهم في القسمة والاستحقاق سواء (۳) ويسقطون بالولد وولد الابن وان سفل وبالاب والجد بالاتفاق.﴾

ترجمہ: بہرحال اخیافی بھائی بہن کے لئے تین حالتیں ہیں۔(۱) ایک ہو (اخیافی بھائی یا بہن) تو اس کے لئے سدس ہے۔(۲) اور دو یا اس سے زیادہ ہوں تو ان کے لئے ثلث ہے۔اخیافی بھائی اور بہن تقسیم فرائض اور حصوں کے حقدار ہونے میں برابر ہیں۔(۳) اور یہ اخیافی بھائی، بہن میت کے بیٹے یا پوتے اور نیچے تک کسی کی بھی موجودگی سے ساقط ہو جاتے ہیں اور باپ کی موجودگی سے بھی ساقط ہو جاتے ہیں اور دادا سے بالاتفاق ساقط ہو جاتے ہیں۔

(بالاتفاق کی قید کا تعلق صرف والجد کے ساتھ ہے جیسا کہ عنقریب آئیگا۔)

تشریح: اولاد الام: لفظ ولد مذکر ومونث دونوں کو شامل ہے اور چونکہ اخیافی بہن و بھائی کے احوال ایک ہی ہیں اس لئے اختصار سے کام لیتے ہوئے مصنف نے دونوں کو ساتھ بیان کر دیا۔ اور اسی لئے اخ لام نہیں فرمایا بلکہ اولاد الام کہا ہے۔ حالانکہ اصول کا تقاضہ یہ ہے کہ یہاں چار مردوں کی وراثت کا تذکرہ ہے اس لئے صرف اخیافی بھائی کے احوال یہاں مذکور ہونے چاہئے تھے۔ اور اخیافی بہن کے احوال فصل فی النساء میں آنے چاہئیں۔ لیکن اختصار کی غرض سے مصنف نے اخیافی بہن کے احوال بھی یہاں پر ذکر فرما دیئے تاکہ فصل فی النساء میں دوبارہ اخیافی بہن کے احوال بیان نہ کرنے پڑیں۔

---

[۱] طرفین کے نزدیک مسئلے کی مثال کی وضاحت:

صورۃ مسئلہ میں میت کے عصبات سببیہ کے عصبات نسبیہ میں سے اب المعتق اور ابن المعتق موجود ہے تو سارا مال ابن المعتق بطور عصبہ کے لے گا اور اب المعتق ساقط ہو جائے گا مسئلہ رؤس سے ہوگا وہ ایک ہے تو مسئلہ اس ایک سے ہوگا اور وہ ابن المعتق لے لے گا۔ اسی طرح دادا ہو تو بھی جد المعتق محجوب ہوں گے اور ابن المعتق بطور عصبہ کے سارا مال لے لے گا گویا اس میں اب وجد میں فرق نہیں ہے عند الامام ابی حنیفہ ومحمد رحمہما اللہ

﴿لاولاد الام﴾

(ماں شریک بہن بھائیوں کے احوال)

پہلی حالت: (۱) اگر میت کا نہ کوئی بیٹا یا بیٹی ہو، نہ پوتا یا پوتی ہو، نیز نہ باپ ہو، نہ دادا ہو، صرف ایک اخیافی بہن یا ایک اخیافی بھائی ہو تو اس کو سدس ملے گا۔ ﴿لقوله تعالیٰ وان کان رجل یورث کللة او امرأة وله اخ او اخت فلکل واحد منهما السدس﴾ آیت میں وله اخ او اخت سے مراد بالا اجماع اخیافی بھائی بہن ہیں اس پر دلیل ابی بن کعبؓ کی قرائت میں درج ذیل الفاظ ہیں: ﴿وله اخ او اخت من الام﴾

مسئلہ (٦)

مثال[1]: میــــــــــــــــــــــــت

اخیافی بھائی	ابن عم
سدس	عصبہ
۱	۵

دوسری حالت: (۲) ایک سے زیادہ اخیافی بھائی بہن ہوں تو وہ سب ثلث میں برابر شریک ہوں گے بشرطیکہ میت کی اولاد اس کے بیٹے کی اولاد، باپ، دادا میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو۔

﴿لقوله تعالیٰ فان کانوا اکثر من ذلک فهم شرکآء فی الثلث﴾

مسئلہ نمبر (۳)

مثال[2]: میــــــــــــــــــــــــت

اختان لام	ابن عم
ثلث	عصبہ
۱	۲

تیسری حالت: (۳) میت کی اولاد بیٹا یا بیٹی، یا بیٹے کی اولاد پوتا، یا پوتی وغیرہ، نیچے تک کوئی بھی ہو اسی طرح دادا یا باپ، موجود ہوں تو اخیافی بہن بھائی ساقط ہو جاتے ہیں۔ ﴿لاجل قوله تعالیٰ وان کان رجل یورث کلالة﴾

---

[1] تفصیل مسئلہ: مذکورہ مثال میں میت کا ایک اخیافی بھائی اور ایک ابن عم ہے، تو ایسی صورت میں جب میت کی اولاد یا باپ وغیرہ موجود نہ ہوں صرف اخیافی بھائی ہو تو اس کو سدس ملتا ہے تو یہاں مسئلہ (٦) سے ہوگا اور اخیافی بھائی کو سدس یعنی (٦) کا ایک حصہ ملے گا اور ابن عم کو بطور عصبہ کے باقی (۵) حصے ملیں گے۔

[2] تفصیل مسئلہ: مذکورہ مثال میں میت کی دو اخیافی بہنیں ہیں اور ابن عم ہے تو ایسی صورت میں جب میت کے دو یا زائد اخیافی بھائی بہن ہوں اور کوئی اولاد یا باپ دادا موجود نہ ہو تو ان کو ثلث ملتا ہے تو یہاں پر مسئلہ ثلث کے مخرج فرض یعنی (۳) سے ہوگا، تو اختان لام کو ثلث یعنی (ایک) اور ابن عم کو بطور عصبہ کے باقی دو حصہ ملیں گے۔

اس آیت نے واضح فرمادیا کہ جب میت کللۃ ہو تو اخیانی بھائی/بہن وارث بنیں گے اور کللۃ کی تعریف ابوداؤد کی مراسیل کی روایت میں آئی ہے: ﴿من لم یترک ولداً ولا والداً فورثتہ کلالۃ﴾

جس میت کی اولاد (بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نہ ہو اور والد (باپ/دادا نہ ہوں تو اس میت کے ورثہ کلالہ ہوتے ہیں۔ لہذا اخیانی بھائی بہن تب ہی وارث ہونگے جب میت کے باپ/دادا، بیٹا، پوتا نہ ہوں۔ اور یہ لوگ کللۃ کے قبیل سے ہیں)۔

مسئلہ (۱)

مثال[1]: میـــــــــــت

اختان لام	اب
محجوب	عصبہ
	۱

کللۃ: لفظی معنی کللۃ کے یہ ہیں کہ کمزور ہونا طاقت کا نہ ہونا اور اصطلاحاً کلالہ وہ شخص ہے کہ جس کا نہ باپ ہو، دادا ہو، اور نہ ہی اولاد بیٹا، بیٹی پوتا، پوتی ہو۔ (شریفیہ ص:۲۰)

ذکورهم واناثهم فی القسمة والاستحقاق وسواء

﴿اما فی القسمة فلقوله فهم شركاء فی الثلث﴾

چونکہ ماں شریک بھائی/بہن کو اس آیت میں فهم شركاء فی الثلث کہا گیا ہے اور شریک اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کا حصہ دوسرے کے حصہ کے برابر ہو۔

مثلاً: یوں کہا جائے: زید وعمرو اس مال میں شریک ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ مال زید کا آدھا ہے اور عمرو کا دوسرا آدھا۔ بالکل اسی طرح فہم شرکاء فی الثلث میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ اخیانی بہن اور بھائی ایک ثلث میں برابر کے شریک ہیں۔ اس لئے مال ان کے درمیان برابر سرابر تقسیم ہوگا۔

﴿امافی الا ستحقاق : فلقوله تعالیٰ وله اخ او اخت فلكل واحد منهما السدس﴾

تو جب اللہ نے انہیں سدس کا مستحق ہونے میں برابر قرار دیا ہے اور بھائی کو بہن پر فوقیت نہیں دی تو جب وہ دونوں ایک ساتھ ہوں گے تو ہم بھی تقسیم و مستحق ہونے میں دونوں کو برابر رکھیں گے۔ اور اگر صرف ایک اخیانی بھائی یا ایک اخیانی بہن آ جائے تو بہن بھی اتنے ہی مال کی مستحق ہوگی (سدس مال کی) جتنا کہ ایک اخیانی بھائی (سدس مال کا) مستحق ہوتا ہے۔

---

[1] تفصیل مسئلہ: یہ ھیکہ باپ موجود اس لئے اخیانی بہنیں محروم ہونگی۔

مشق (۱) میـــــــــــت (۲) میـــــــــــت

(۱)		(۲)	
اخیانی بھائی	اخیانی بہن	اخیانی بہن	اخیانی بہن

ویسقطون بالولد .... والجد بالاتفاق :

اس عبارت میں مصنفؒ نے فرمایا کہ (۱) بیٹا، بیٹی (۲) بیٹے کی اولاد پوتا، پوتی اور (۳) باپ کی موجودگی میں اخیافی بھائی بہن ساقط ہوجاتے ہیں اس کے بعد والجد بالاتفاق فرمایا یعنی دادا کی موجودگی میں بھی اخیافی بھائی بہن ساقط ہوجاتے ہیں یہ اخیافی بھائی بہنوں کا ساقط ہونا امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کا متفق علیہ مذہب ہے۔ اس بالاتفاق کی قید سے مصنفؒ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ اس کے برعکس عینی اور علاتی بھائی اگر میت کے دادا کے ساتھ جمع ہوں تو وہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اب المیت کی موجودگی میں عینی اور علاتی بھائی بالاتفاق ساقط ہوجاتے ہیں لیکن اگر میت کا دادا ہو اور میت کے عینی اور علاتی بھائی ہوں تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے یہاں دادا کی موجودگی میں عینی اور علاتی بھائی ساقط ہوجائینگے وبہ یفتیٰ لیکن صاحبین کے نزدیک دادا کی موجودگی میں عینی اور علاتی بھائیوں کو بھی حصہ ملے گا۔ بخلاف یہاں پر کہ اخیافی بھائی بہن بالاجماع ساقط ہونگے عند وجود الجد۔

﴿واما للزوج: فحالتان (۱) النصف عند عدم الولد وَوَلَدِ الابن وان سفل (۲) والربُعُ مع الولد اوولد الابن وان سفل﴾

ترجمہ : شوہر کے لئے دو حالتیں ہیں (۱) بیوی کی اولاد اور بیوی کے بیٹے کی اولاد (پوتا یا پوتی) نیچے تک کسی کے نہ ہونے کی صورت میں شوہر کو نصف ملے گا۔ (۲) بیوی (متوفیٰ) کی اولاد یا اس کے بیٹے کی اولاد میں سے نیچے تک کسی کے بھی ساتھ ربع ملے گا۔

تشریح: احوال زوج (شوہر کے احوال)

شوہر کی دو حالتیں ہیں:

(۱) بیوی کی نہ اولاد ہو اور نہ ہی پوتے یا پوتی یا پڑپوتے پڑپوتی ہو تو اس صورت میں زوج کو نصف ملے گا۔

اب چونکہ ذوی الفروض میں سے صرف زوج ہے جس کو نصف مل رہا ہے اس کا مخرج فرض (۲) ہے تو مسئلہ (۲) سے بنے گا۔

﴿ولکم نصف ماترک ازواجکم ان لم یکن لهن ولد﴾

مسئلہ (۲)

مثال[1]: میـــــــــــــــــت

زوج	اب
نصف	عصبہ
۱	۱

---

[1] تفصیل مسئلہ: مذکورہ مثال میں میت کا شوہر اور باپ موجود ہے تو ایسی صورت میں جب کہ شوہر کہ ساتھ اولاد نہ ہو تو شوہر کو نصف ملتا ہے اور باپ عصبہ بنے گا۔ مسئلہ دو سے ہوگا ایک حصہ شوہر کو اور ایک حصہ باپ کو بطور عصبہ کے ملے گا۔

(۲) اور بیوی کی اولاد یا بیوی کے بیٹے کی اولاد (پوتا، پوتی) میں سے کسی کے بھی ہونے کی صورت میں شوہر کو رُبع ملے گا:

﴿فان کان لھن ولد فلکم الربع﴾

مثال[1]: میــــــــــــت مسئلہ (۴)

زوج ابن
ربع عصبہ
۱ ۳

فائدہ: ان آیات میں لفظ ولد آیا ہے جو کہ عام ہے بیٹا ہو یا بیٹی لہٰذا اگر میت کی ایک بیٹی بھی ہوئی تو بھی میت کے شوہر کو ربع ملے گا۔

﴿فصل فی النساء﴾

﴿اما للزوجات فحالتان (۱) الربع للواحدة فصاعدةً عند عدم الولد وولد الابن وان سفل (۲) والثمن مع الولد اَوْلد الابن وان سفل﴾

ترجمہ: بیویوں کی دو حالتیں ہیں: (۱) شوہر کی اولاد، شوہر کے بیٹے کی اولاد یعنی زوج کے پوتے پوتیاں یا پرپوتے یا پڑپوتیاں نہ ہونے کی صورت میں (ایک یا زیادہ بیویوں کو) ترکہ کا چوتھائی حصہ ملے گا (۲) شوہر کی اولاد یا زوج کے بیٹے کی اولاد زندہ ہونے کی صورت میں (ایک یا زیادہ بیویوں کو) ترکہ کا آٹھواں حصہ ملتا ہے (خواہ زوج کے اولاد اس بیوی سے ہوں یا دوسری کسی بیوی سے ہوں)۔

﴿احوال زوجہ[1]﴾

تشریح: اماللزوجات:

زوجات جمع کا صیغہ لائے کیونکہ ایک ہی وقت میں ایک مرد کی چار بیویاں ہوسکتی ہیں اور ایک ہی وقت ایک عورت کے چند خاوند نہیں ہوسکتے لہٰذا زوج کو مفرد لاکر حالات بتائے گئے تھے۔

فائدہ: عورتوں کے احوال مردوں کے بعد اس لئے ذکر کئے کہ حدیث میں آتا ہے: ﴿اخروھن کما اخرھن اللّٰہ او کماقال﴾

---

[1] تفصیل مسئلہ: مذکورہ مثال میں میت کے شوہر کے ساتھ ایک بیٹا بھی موجود ہے تو ایسی صورت میں جب کہ شوہر کے ساتھ میت کی اولاد موجود ہو تو شوہر کو ربع ملتا ہے تو یہاں مسئلہ (۴) سے ہوگا شوہر کو ربع یعنی (ایک) اور بیٹے کو بطور عصبہ کے باقی (۳) حصے ملیں گے۔

مشق (۱) میــــــــــــت (۲) میــــــــــــت
زوجہ اب زوجہ ابن

(۳) میــــــــــــت
زوجہ ابن بنت

بیوی کے احوال: بیوی کی دو حالتیں ہیں: (۱) اگر شوہر کی اولاد نہ ہو اور نہ شوہر کے بیٹے کی اولاد ہو تو اس صورت میں بیوی کو ربع ملے گا۔ ﴿لاجل قوله تعالیٰ ولهن الربع مما تركتم ان لم يكن لكم ولد﴾

مسئلہ (۴)

مثال[1]: میـــــــــــــــت

زوجہ	عم
ربع	عصبہ
۱	۳

فصاعدۃً: یہ لفظ اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ بیوی کے جو حصے مقرر ہیں یعنی ربع اور ثمن تو اگر کسی زوج (شوہر) کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تب بھی یہ ہی حصے برابر برابر تقسیم کر کے دیئے جائیں گے۔ اور اگر ایک ہی بیوی ہو تو ربع یا ثمن پورا اس کا ہوگا[2]۔

(۲) اگر میت کی اولاد یا اس کے بیٹے کی اولاد موجود ہو تو اس صورت میں بیوی کو ثمن ملے گا۔

جیسے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فان كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم﴾

مسئلہ (۸)

مثال[3]: میـــــــــــــــت

بیوی	ابن
ثمن	عصبہ
۱	۷

فائدہ: اولاد کی موجودگی میں بیوی ثمن کی حقدار ہوتی ہے اب چاہے شوہر کی اولاد اسی بیوی سے ہو یا کسی دوسری بیوی سے ہو بیوی کو ہر حال میں ثمن ملے گا۔

---

[1] تفصیل مسئلہ: صورت مسئلہ میں میت کی بیوی اور اس کا چچا وارث ہیں، تو بیوی کو اولاد نہ ہونے کی وجہ سے ربع ملے گا اور چچا کو بطور عصبہ کے بقیہ سارا مال ملے گا تو مسئلہ (۴) سے ہوگا اور بیوی کو ربع یعنی ایک اور باقی حصے چچا کو بطور عصبہ کے یعنی تین حصے ملیں گے۔

[2] فائدہ: بیوی اپنے زوج کی وارث بنتی ہے طلاق رجعی کی عدت میں اور جب اس کے بیمار شوہر نے مرض الوفات میں اس کو طلاق بائنہ دی ہو جب کہ بیوی اس کے طلاق دینے سے خوش نہ ہو اس کو طلاق الفار کہتے ہیں تو اس طلاق کی عدت میں بھی بیوی وارث بنتی ہے اور اگر اس عورت کے شوہر نے حالت صحت میں طلاق بائن دی یا حالت مرض میں بیوی نے اسے طلاق دینے پر مجبور کیا یا عورت نے اس شوہر سے خلع لی تو ان تمام صورتوں میں یہ عورت اپنے شوہر کی وارث نہ ہوگی اگر چہ وہ عدت ہی میں ہو۔ (حاشیہ کتاب سراجی ص: ۷)

[3] تفصیل مسئلہ: مذکورہ مثال میں میت کی بیوی اور اس کا ایک بیٹا ہے تو جب بیوی کے ساتھ اولاد بھی ہو تو اس صورت میں بیوی کو ثمن ملتا ہے یہاں پر مسئلہ آٹھ سے ہوگا اور بیوی کو ایک حصہ اور بیٹے کو باقی سات حصے بطور عصبہ کے ملیں گے۔

احوال البنت

﴿واما لبنات الصلب فاحوال ثلث (۱) النصف للواحدة (۲) والثلثان للاثنتين فصاعدة (۳) ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين وهو يعصبهن﴾

ترجمہ: اور بہر حال میت کی صلبی بیٹیوں کی تین حالتیں ہیں:

(۱) ایک بیٹی کے لئے ترکہ کا نصف ہے۔ (۲) دو اور دو سے زیادہ بیٹیوں کے لئے ترکہ کا دو تہائی ہے۔

(۳) بیٹے کے ساتھ مذکر کے لئے دو مونث کے حصے کے برابر ہے اور بیٹا بیٹیوں کو عصبہ بنا دیتا ہے۔

تشریح صلبی (عینی، حقیقی) بیٹیوں کے احوال:

میت کی حقیقی بیٹیوں کے تین احوال ہیں:

(۱) اگر میت کی صرف ایک بیٹی ہو اور کوئی دوسری اولاد نہ ہو تو اس صورت میں حقیقی بیٹی کو نصف ملے گا۔

﴿فان كانت واحدة فلها النصف﴾

مسئلہ (۲)

مثال[۱]: میــــــــــــــت

حقیقی بیٹی	ابن عم
نصف	عصبہ
(۱)	(۱)

بنات الصلب: بسا اوقات میت کی بیٹی کے مانند بیٹے کی بیٹی یعنی (پوتی) اور بیٹی کی بیٹی یعنی (نواسی) کو بھی عربی میں بنت کہا جاتا ہے لہذا بیٹے کی بیٹی اور بیٹی کی بیٹی سے تمیز ہونے کے لئے مصنفؒ نے بنات الصلب کہا ہے۔ کیونکہ نواسی اور پوتی کے لئے یہ حکم نہیں ہے۔

(۲) اگر میت کی دو بیٹیاں یا دو سے زیادہ ہوں اور کوئی اولاد نرینہ نہ ہو تو اس صورت میں تمام بیٹیاں ثلثان میں شریک ہونگی یعنی سب کو دو تہائی حصے برابر برابر کر کے ملیں گے۔

مسئلہ (۳)

مثال[۲]: میــــــــــــــت

بنتین	عم
ثلثان	عصبہ
۲	۱

---

[۱] تفصیل مسئلہ: مذکورہ مثال میں میت کی ایک بیٹی اور ایک بھتیجا ہے تو ایسی صورت میں جب میت کی صرف ایک بیٹی ہو تو اس کو نصف ملتا ہے تو یہاں پر مسئلہ (دو) سے ہوگا۔ بیٹی کو نصف یعنی (ایک) اور ابن عم کو بطور عصبہ کے باقی (ایک حصہ) ملے گا۔

[۲] تفصیل مسئلہ: مذکورہ مثال میں میت کی دو بیٹیاں ہیں اور ایک چچا ہے تو جب میت کی دو یا اس سے زائد بیٹیاں ہوں تو ان کو ثلثان ملتا ہے تو یہاں مسئلہ (۳) سے ہوگا اور بیٹیوں کو ثلثان یعنی (دو) حصے ملیں گے اور چچا کو بطور عصبہ کے (ایک) حصہ ملے گا۔

(۳) جب میت کی بیٹیوں کے ساتھ کوئی بیٹا زندہ ہوتو اس صورت میں بیٹیوں کے لئے کوئی حصہ مقرر نہیں ہے بلکہ ہر بیٹی کو بیٹے کے حصے کا نصف ملے گا اور ہر بیٹے کو دو بیٹیوں کے حصے کے برابر ملتا ہے اور یہی بیٹا بیٹی کو عصبہ بنا دیتا ہے۔ تو تیسری صورت میں یہ بیٹیاں عصبہ ہو جائینگی۔

مسئلہ (۳)

مثال: میـــــــــــــــــت

بنت	ابن
۱	۲

﴿احوال بنات الابن﴾

﴿وبنات الابن كبنات الصلب ولهن احوال ستٌ (١) النصف للواحدة (٢) والثلثان للاثنتين فصاعدة عندعدم بنات الصلب (٣) ولهن السدس مع الواحدة الصلبية تكملة للثلثين (٤) ولا يرثن مع الصلبيتين (٥) الا ان يكون بحذائهن او اسفل منهن غلام فيعصبهن والباقي بينهم للذكر مثل حظ الا نثيين (٦) ويسقطن بالا بن﴾ (ص:٨)

ترجمہ: اور میت کی پوتیاں میت کی بیٹیوں کی مانند ہیں اور ان کی چھ حالتیں ہیں (۱) ایک پوتی کیلئے نصف ہوگا (۲) بیٹیوں کی عدم موجودگی میں ایک سے زیادہ پوتیوں کے لئے دو تہائی حصہ ہوگا (۳) ایک حقیقی بیٹی کے ہونے کی صورت میں ان پوتیوں کے لئے سدس ہوگا دو ثلث کو پورا کرنے کے لئے (۴) پوتیاں، دو حقیقی بیٹیوں کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتیں (۵) مگر یہ کہ ان کے برابر میں یا ان سے نیچے کوئی لڑکا ہو جو، ان کو عصبہ بنادے گا اور باقی ماندہ ترکہ ان کے درمیان مرد کے لئے دو عورتوں کے حصے کے برابر کے ضابطے کے مطابق تقسیم ہوگا (۶) پوتیاں بیٹے کی موجودگی میں ساقط ہو جائیں گی۔

تشریح: پوتیوں کے بیٹیوں کی طرح چھ احوال ہیں: النصف للواحدة

(۱) میت کی حقیقی بیٹی نہیں بیٹا بھی نہیں تو ایک پوتی ہی ہے جس کو نصف ملے گا۔ اس پوتی کو حقیقی (صلبی) بیٹی کے مقام پر اتارا جائیگا گویا کہ میت کی ایک صلبی بیٹی موجود ہوتو اس کو نصف ملتا ہے بالکل اسی طرح ایک پوتی ہو تو اس کو بھی نصف ملے گا۔

---

[۱] تفصیل مسئلہ: جب میت کی ایک یا زائد بیٹیاں ہوں اور ان کے ساتھ کوئی بیٹا بھی ہو تو ایسی صورت میں بیٹا ان بیٹیوں کو بھی عصبہ بنا دیتا ہے تو مذکورہ مثال میں میت کی ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہے تو بیٹی بھی عصبہ بنے گی تو یہاں مسئلہ ان کے رؤوس سے ہوگا تو بیٹے کو بیٹی سے دگنا ملتا ہے اسی لئے یہاں رؤوس (۳) ہیں تو مسئلہ (۳) سے ہوگا تو بیٹی کو (ایک) اور بیٹے کو (دو) حصے ملیں گے۔

[۲] مشق (۱) میـــــــــت (۲) میـــــــــت

زوج بنت — زوجہ بنت

(۳) میـــــــــت

اب بنت ابن

مسئلہ(۲)

مثال[۱]: میـــــــــــــــــت

ابن عم	بنت الابن
عصبہ	نصف
۱	۱

(۲) ﴿والثلثان للاثنتین فصاعدۃً عند عدم بنات الصلب﴾
اگر عینی صلبی بیٹیاں نہ ہوں اور دو یا دو سے زیادہ پوتیاں ہیں تو ان کو ثلثین میں شریک کریں گے۔

مسئلہ(۳)

مثال[۲]: میـــــــــــــــــت

ابن عم	بنتا الابن
عصبہ	ثلثین
۱	۲

(۳) ﴿[۳] ولهن السدس مع الواحدة الصلبية تكملة للثلثين﴾
میت کی ایک صلبی بیٹی اور باقی پوتیاں ہوں تو بیٹی کو نصف اور پوتیوں کو سدس ملے گا دوتہائی کو پورا کرنے کے لئے۔ پوتیاں اس سدس میں شریک ہوں گی۔

---

[۱] وضاحت مثال: صورۃ مسئلہ میں ایک میت کی پوتی ہے اور ایک میت کے چچا کا بیٹا ہے جو عصبہ ہوتا ہے اور پوتی اکیلی ہے اس لئے اس کو نصف ملے گا جو نوع اول میں سے ہے۔ اب اس کے علاوہ ذوی الفروض میں سے اور کوئی نہیں ہے تو مسئلہ اس کے مخرج فرض یعنی (۲) سے ہوگا (۲) کا نصف (ایک) ہوتا ہے اس لئے بنت الابن کو ترکہ کا (ایک) حصہ ملے گا اور ابن عم بقیہ (ایک) حصہ بطور عصبہ کے لے لے گا۔

[۲] وضاحت مثال: صورۃ مسئلہ میں میت کی دو پوتیاں اور ابن عم ہے۔ دو پوتیوں کو بیٹیاں نہ ہونے کی صورت میں ثلثان ملے گا اور ابن عم عصبہ ہوگا ثلثان نوع ثانی میں سے ہے اور اس کے ساتھ کوئی اور ذوی الفروض نہیں ہے تو مسئلہ اس کے مخرج فرض یعنی (۳) سے ہوگا (۳) کا ثلثان (۲) ہے اس لئے پوتیوں کو ترکہ کے (۲) حصے ملیں گے اور ابن عم بقیہ (ایک) حصہ بطور عصبہ کے لے لے گا۔

[۳] مشق احوال بنات الابن (۱): میـــــــــــــــــت

زوج	بنت الابن

(۲): میـــــــــــــــــت

زوجہ	بنت الابن

(۳): میـــــــــــــــــت

ابن	بنت الابن

(۴): میـــــــــــــــــت

بنت	بنت الابن

(۵): (الا ان یکون بحذا ئهن غلام کی مثال: میـــــــــــــــــت

ابن الابن	بنت الابن	بنتان

(مابقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسئلہ (٦)

مثال[1]: میـــــــــــــــــت

بنتا الابن	بنت	ابن عم
سدس	نصف	عصبہ
١	٣	٢

(نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے سدس کے ساتھ ہے اس لئے مسئلہ (٦) سے بنے گا)

(۴) ﴿ولا یرثن مع الصلبیّتین﴾

دو صلبی بیٹیوں کی موجوگی میں پوتیاں وارث نہیں ہوتیں۔

مسئلہ (٣)

مثال[2]: میـــــــــــــــــت

بنتان لام واب	بنت الابن	ابن عم
ثلثان	محجوب	عصبہ
٢	ـ	١

(۵) ﴿إلا ان یکون بحذائهن او اسفل منهن غلام .الخ﴾

دو بیٹیاں ہیں اور پوتیوں کے ساتھ پوتا بھی ہے یا پڑ پوتا ہے تو وہ ان پوتیوں کو عصبہ بنا دے گا اور ان پوتے پوتیوں کے درمیان مابقیہ ترکہ وللذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم ہوگا۔اس طرح پوتیاں اپنے بھائی کے ساتھ مل کر دو بیٹیوں کی موجودگی میں بھی وارث بنیں گی۔

---

[1] وضاحت مثال: صورت مسئلہ میں میت کی دو پوتیاں ہیں اور ایک صلبی بیٹی ہے اور ایک ابن عم ہے، بیٹی کو نصف، پوتیاں جو ہیں ان کو سدس ملے گا تکملۃ للثلثین اور ابن العم عصبہ بنے گا اب نصف نوع اول میں سے ہے اور سدس نوع ثانی میں سے ہے تو نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے بعض کے ساتھ ہے تو مسئلہ (٦) سے ہوگا پوتیوں کو (٦) کا سدس یعنی (ایک) حصہ ملے گا اور بیٹی کو (٦) کا نصف یعنی (٣) حصے ملیں گے بقیہ دو حصے ابن عم کو مل جائیں گے۔

[2] وضاحت مثال: اگر پوتیوں کے ساتھ دو یا اس سے زائد صلبی بیٹیاں موجود ہوں تو اس صورت میں پوتیاں وارث نہیں ہوتیں تو مذکورہ مثال میں پوتی کے ساتھ دو صلبی بیٹیاں ہیں اور ایک ابن عم ہے تو اس صورت میں پوتی کو حصہ نہیں ملے گا اور دونوں بیٹیوں کو ثلثان ملے گا اور ابن عم عصبہ ہوگا تو مسئلہ ثلثان کے مخرج فرض (٣) سے ہوگا بیٹیوں کو (دو) حصے اور ابن عم کو بطور عصبہ کے باقی (ایک) حصہ ملے گا۔

(حاشیہ مابقیہ) مشق: (٦) میـــــــــــــــــت

بنت الابن　　　ابن　　　بنت

(٧): میـــــــــــــــــت

بنت الابن　　　بنت الابن

(مابقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسئلہ(۳)

مثال[1]: میــــــــــــــــــت

ابن الابن	بنت الابن	بنتان لام واب
عصبہ		ثلثان
۱		۲

فائدہ: یہاں پر مصنف رحمہ اللہ نے :الا ان یکون بحذائهن او اسفل منهن غلام الخ میں دوصورتیں ذکر فرمائی ہیں:

(۱) دو بیٹیاں ہوں اور ایک پوتی اور اس پوتی کے مدمقابل پوتا ہو تو یہ پوتا اس پوتی کو عصبہ بنادیگا۔

(۲) دو بیٹیاں ہوں اور ایک پوتی اور ایک پڑپوتا ہو تو یہ پڑپوتا جو اس پوتی سے نچلے درجہ میں ہے یہ پڑپوتا اس پوتی کو عصبہ بنادیگا ۱۲

(۶) ﴿ویسقطن بالابن﴾

میت کا حقیقی بیٹا موجود ہو تو پوتیاں ساقط ہو جائیں گی۔

مسئلہ(۳)

مثال[2]: میــــــــــــــــــت

بنت	ابن	بنتان لابن
عصبہ	عصبہ	محجوب
۱	۲	

[1] وضاحت مثال: مذکورہ مثال میں دو بیٹیوں کے ساتھ ایک پوتی اور پوتا ہے تو اس صورت میں پوتی کو حصہ ملے گا کیونکہ پوتے کی موجودگی میں پوتی کو حصہ ملتا ہے چاہے بیٹیاں بھی ہوں تو یہاں پر یہ پوتے کے ساتھ عصبہ بنیں گی اور دونوں بیٹیوں کو ثلثان ملے گا تو مسئلہ(۳) سے ہوگا اور بیٹیوں کو ثلثان یعنی(۳) میں سے(۲) حصے ملیں گے اور باقی ایک حصے میں پوتا اور پوتی شریک ہوں گے وللذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدے کے مطابق۔

[2] وضاحت مثال: مذکورہ مثال میں میت کا بیٹا موجود ہے اور بیٹی ہے اور پوتیاں ہیں تو بیٹے کی موجودگی میں پوتی کو حصہ نہیں ملتا تو اس مسئلہ میں پوتی محروم اور بیٹا بیٹی دونوں عصبہ ہونگے اور مسئلہ انکے رؤس سے ہوگا ایک بیٹا، دو بیٹیوں کے برابر ہے لہذا تین رؤس ہو گئے اس لئے مسئلہ(۳) سے بنے گا۔

مشق:(۸) میــــــــــــــــــت

بنت	بنت	بنت الابن

او أسفل منهن غلام کی مثال:

(۹): میــــــــــــــــــت

ابن ابن الابن	بنت الابن	بنت	بنت

﴿ولو ترک ثلٰث بنات ابن بعضهن اسفل من بعض. وثلٰث بنات ابن ابن اٰخر بعضُهن اسفل من بعض. وثلٰث بنات ابن ابن ابن اخر بعضهن اسفل من بعض بهٰذهٖ الصورة﴾(ص:۸)

(۱) العلیامن الفریق الاول لایوازیها احد.(۲)والو سطی من الفریق الاول توازیها العلیامن الفریق الثانی .(۳) والسفلی من الفریق الا ول توازیها الوسطی من الفریق الثانی والعلیامن الفریق الثالث (۴)والسفلی من الفریق الثانی توازیها الوسطی من الفریق الثالث (۵)والسفلی من الفریق الثالث لایوازیها احد.اذا عرفت هذا فنقول للعلیا من الفریق الاول النصف وللوسطی من الفریق الاول مع من یوازیها السد س تکملة للثلثین ولا شیئ للسفلیات الا ان یکون معهن غلام فیعصبهن من کانت بحذائه ومن کانت فوقه ممن لم تکن ذات سهم ویسقط من دونه .

ترجمہ : اگر میت اپنے ایک بیٹے کی ایسی تین بیٹیاں چھوڑ دے جن میں سے (پوتے) بعض بعض کے نیچے ہوں اور دوسرے بیٹے کے بیٹے کی ایسی تین بیٹیاں چھوڑے جن میں سے بعض بعض کے نیچے ہوں اور تیسرے بیٹے کے پوتے کی ایسی تین بیٹیاں چھوڑے جن میں سے بعض بعض کے نیچے ہوں اس دیئے ہوئے نقشے کے مطابق

(۱) فریق اول کی پہلی بیٹی کے برابر کوئی بیٹی نہیں ہے (۲) اور فریق اول کی درمیانی بیٹی کے برابر میں فریق ثانی کی پہلی بیٹی ہے۔ (۳) اور فریق اول کی آخری بیٹی کے برابر میں فریق ثانی کی دوسری بیٹی اور فریق ثالث کی پہلی بیٹی ہے (۴) اور فریق ثانی کی آخری بیٹی کے برابر میں فریق ثالث کی درمیانی بیٹی ہے (۵) اور فریق ثالث کی آخری بیٹی کے برابر میں کوئی نہیں ہے۔

جب تم نے نقشہ مذکورہ کو جان لیا تو ہم کہتے ہیں کہ (فریق اول میں جو بنت الابن سب پر مقدم ہے وہ زید کے ترکہ کی نصف کی حقدار ہے کیونکہ زید کی کوئی بیٹی نہیں ہے)۔ فریق اول کی علیا کو نصف ملے گا اور فریق اول کی وسطی اور جو اس کے مقابلے میں ہے اس کو سدس ملے گا ثلثین کو پورا کرنے کے لئے اور نیچے والی پوتیوں کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ سوائے ایک صورت میں وہ یہ کہ ان پوتیوں کے ساتھ کوئی پوتا بھی ہو تو وہ پوتا عصبہ بنادے گا ان پوتیوں کو جو پوتیاں اس کے مقابلے میں ہیں اور ان پوتیوں کو جو اس کے اوپر ہیں ان پوتیوں کو جو حصے والی نہیں ہیں اور ساقط کردے گا ان کے نیچے درجہ والی پوتیوں کو (یعنی نیچے والیوں کو)۔

﴿ولو ترک ثلث بنات ابن :﴾

پوتیوں کے احوال میں ذکر کیا کہ دو بیٹیوں کی موجودگی میں پوتیاں ساقط ہوتی ہیں لیکن دو بیٹیوں کی موجودگی میں پوتیوں کے ساتھ پوتا بھی آجائے تو یہ پوتیاں وارث بن جاتی ہیں۔

اشکال: اگر یہ پوتیاں مختلف درجات میں واقع ہوں بایں طور کہ میت کی ایک پوتی ہو دوسری پڑپوتی ہو تیسری سکڑ پوتی وغیرہ تو کیا یہ پوتیاں تقسیم میں برابر کی شریک ہوں گی یا ان کو کم زیادہ ملے گا؟

جواب⑪: مصنف نے اس سوال مقدر کے جواب میں صورت مسئلہ کو ذکر کیا ہے اس کو مسئلہ تشبیب کہتے ہیں۔

التشبیب: باب تفعل سے عورتوں کے محاسن کو بیان کرنا اور باب تفعیل سے عورتوں کے ذکر سے قصیدے کو مزین کرنا۔ مدحیہ قصائد کے شروع میں تشبیب کا رواج تھا، مگر پھر ہر چیز کی ابتداء کو تشبب کہنے لگے۔ (المنجد ص: ۵۰۸) یعنی جس طرح شاعر اپنے قصیدے کے شروع میں اپنے ممدوح کی تعریف کے لئے اس کو تشبیہ دیتا ہے کبھی کسی خوبصورت عورت سے یا کسی خوبصورت منظر سے تو اس سے پڑھنے وسننے والے ایک دم متوجہ ہوجاتے ہیں بالکل اسی طرح یہ مسئلہ توجہ دلانے کے لئے ذکر کیا۔

صورت مسئلہ: ایک شخص بنام زید ہو جس کا انتقال ہوجائے اس کی عمر ۱۸۰ سال ہو اس کے تین بیٹے ہوں جو صاحب اولاد تھے اس کی زندگی میں فوت ہوگئے تھے ان کو ہم تین فریق میں تقسیم کردیتے ہیں:

فریق اول	فریق ثانی	فریق ثالث
عمرو	بکر	خالد

فریق اول (عمرو): زید کے انتقال کے وقت عمرو کی ایک بیٹی ایک پوتی اور ایک پڑپوتی زندہ ہے۔

فریق ثانی (بکر): زید کے انتقال کے وقت فریق ثانی بکر کی ایک پوتی ایک پڑپوتی اور ایک سکڑ پوتی زندہ ہے۔

فریق ثالث (خالد): زید کے انتقال کے وقت خالد کی ایک پڑپوتی ایک سکڑ پوتی اور ایک ٹپر پوتی زندہ ہے۔

اب ان کی درجہ بندی کی جائے گی پہلے درجے میں جوفریق اول کی بیٹی ہے یعنی عمرو کی بیٹی جو کہ علیا ہے فریق اول کی وہ اپنے مقام میں اکیلی ہے اس لئے بیٹی کی جگہ لے کر نصف کی حقدار ہوگی۔

دوسرے درجے میں عمرو کی پوتی (جو کہ فریق اول کی وسطیٰ ہے وہ) بکر کی پوتی (فریق ثانی کی علیا) کے برابر ہے۔ یہ دونوں، پوتی کی جگہ لے کر سدس میں شریک ہوں گی تکملة للثلثین۔

تیسرے درجے میں عمرو کی پڑپوتی (فریق اول کی سفلیٰ) ہے۔ جو بکر کی پڑپوتی (فریق ثانی کی وسطیٰ) اور خالد کی پر پوتی (فریق ثالث کی علیا) کے برابر ہے۔ ان فریق اول کی سفلی اور فریق ثانی کی وسطیٰ اور فریق ثالث کی علیا کے ساتھ اگر کوئی بھائی نہ ہو تو یہ بھی ساقط ہو جائینگی۔

چوتھا درجہ: فریق ثانی (بکر) کی سکڑپوتی (جوفریق ثانی کی سفلی۔ ہے) اس کے درجہ میں فریق ثالث خالد کی وسطیٰ (سکڑپوتی) ہے

پانچواں درجہ: فریق ثالث (خالد) کی سفلی (پڑ پوتی) کے درجہ میں کوئی بھی نہیں ہے۔

خلاصۃ المرام: اس صورت مسئلہ میں کل (نو) پوتیاں ہیں (۱) فریق اول کی علیا (۲) فریق اول کی وسطیٰ (۳) فریق اول کی سفلی (۴) فریق ثانی کی علیا (۵) فریق ثانی کی وسطیٰ (۶) فریق ثانی کی سفلیٰ (۷) فریق ثالث کی علیا (۸) فریق ثالث کی وسطیٰ، (۹) فریق ثالث کی سفلیٰ اب ترکہ کی تقسیم کا طریقہ کار اس طرح ہے:

فریق اول کی علیا (۱) پہلے درجہ میں ہے وہ بیٹی کے قائمقام ہوگی لہٰذا اس کو نصف ملے گا۔ اس کو مصنف نے للعلیامن الفریق الاول النصف کہہ کر بیان کیا۔ دوسرے درجہ میں عمرو کی پوتی (فریق اول کی وسطیٰ) کے ساتھ فریق ثانی کی علیا (بکر کی پوتی) ہے ان دونوں پوتیوں کو سدس ملے گا تکملة للثلثین ان دونوں پوتیوں کے حصہ کو مصنف رحمہ اللہ نے للوسطیٰ من الفریق الا ول مع من یوازیھا السد س تکملة للثلثین کہہ کر بیان کیا ہے۔

اب باقی چھ پوتیاں رہ گئیں اب ہم یہ فرض کرتے ہیں کہ ان میں سے کسی کے ساتھ (۱۲) اس کا کوئی بھائی زندہ نہیں ہے تو اس صورت میں یہ سب چھ پوتیاں ساقط ہوں جائینگی اس کو مصنف رحمہ اللہ نے ولا شیٔ للسفلیات کہہ کر بیان کیا سفلیات سے یہ چھ پوتیاں مراد ہیں یہ سب ساقط ہو جائینگی اس طرح صرف تین پوتیاں وارث ہونگی اور ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا۔

مسئلہ (۶) رد (۴)

میــــــت

العلیامن الفریق الا ول	الوسطیٰ من الفریق الاول - العلیامن الفریق الثانی	السفلیات (ست بنات الابن)
۳	۱	م

مسئلہ (۶) سے ہوگا کیونکہ فریق اول کی علیا کو نصف ملے گا اور باقی دو پوتیوں کو سدس ملے گا سفلیات محروم ہونگی نصف کا اجتماع سدس سے ہوا تو مسئلہ (۶) سے ہوگا (۶) کا نصف (۳) فریق اول کی علیا کو ملے گا اور باقی دو پوتیوں کو سدس (۱) ملیگا سفلیات (باقی چھ) پوتیاں محروم ہونگی اب اور کوئی وارث نہیں اس لئے مسئلہ رد ہو جائیگا (۶) کی طرف (۴) میں (۳) علیا من الفریق الاول کے اور باقی دو

پوتیوں کو(۴) میں سے(۱) حصہ ملے گا۔ (هذا مستفاد من الشريفيه ص: ۲۴)

دوسری صورت:

﴿إلا ان يكون معهن(اى مع تلك السفليات الست) غلام فيعصبهن من كانت بحذ ائه
ومن كانت فوقه ممن لم تكن ذات سهم ويسقط من دونه﴾

اس عبارت سے مصنفؒ نے ایک دوسری صورت ذکر کی ہے کہ بالفرض اگر ان چھ باقی ماندہ پوتیوں میں سے کسی ایک کا بھائی زندہ ہو تو وہ بھائی اپنے محاذاۃ کی بہن کو اور اپنے سے اوپر درجہ والی بہن کو عصبہ بنادیگا بشرطیکہ وہ بہن حصہ والی صاحبۂ فرض نہ ہو یہاں پر ''ومن كانت فوقه'' میں '' ممن لم تكم ذات سهم'' کی قید لگانے سے پہلی تین پوتیاں خارج ہوگئیں کیونکہ علیا من الفریق الاول اور باقی دو پوتیاں (وسطىٰ من الفريق الاول اور العليامن الفريق الثانى ذات سهم ہیں (ان کا حصہ مقرر ہے) اس لئے یہ لڑکا ان تین پوتیوں کو عصبہ نہیں بنائیگا۔

مثال: فریق اول کی علیا فریق اول کی وسطی اور فریق ثانی کی علیا کے بعد بقیہ چھ پوتیاں ہیں اور ان میں فریق اول کی سفلی کا بھائی زندہ ہے، تو اس صورت میں پہلی تین پوتیوں کا حصہ دینے کے بعد باقی مال فریق اول کی سفلی، فریق ثانی کی وسطی، فریق ثالث کی علیا ان تین پوتیوں اور فریق اول کی سفلی کے بھائی میں تقسیم ہوگا للذكر مثل حظ الانثيين کے قاعدہ کے مطابق باقی تین پوتیاں ساقط ہوجائینگی۔
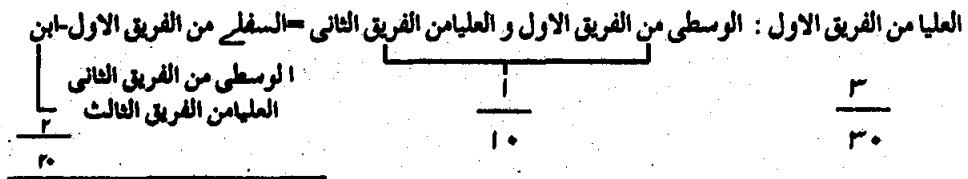
مسئلہ ۶ × ۱۰ مضروب = ت ۶۰

مثال: میــــــــــــــــــــــــت

العليا من الفريق الاول : الوسطى من الفريق الاول و العليامن الفريق الثانى = السفلے من الفريق الاول-ابن

العليا من الفريق الاول	الوسطى من الفريق الاول و العليامن الفريق الثانى	السفلے من الفريق الاول-ابن، الوسطى من الفريق الثانى، العليامن الفريق الثالث
۳	۱	۲
۳۰	۱۰	۲۰

للسفلى من الفريق الاول ۴
للوسطى من الفريق الثانى ۴ ابن ۸
للعليا من الفريق الثالث ۴

وضاحت: مسئلہ(۶) سے ہوگا کیونکہ العلیا من الفریق الاول کو(۳) نصف ملے گا اور الوسطی من الفریق الاول اور العلیا من الفریق الثانی کو سدس(۱) ملے گا کما سبق باقی (۲) بچا اب ابن ہے اور تین پوتیاں ہیں۔ ایک ابن دو پوتیوں کے برابر ہے تو ان پانچ رؤس کو باقی (۲) دیا اب یہاں پر کسر ہے رؤس (۵) ہیں اور ان کا سہام (۲) ہے رؤس اور سہام میں تباین ہے تو رؤس (۵) کو محفوظ کیا۔ پھر ہم نے دیکھا الوسطی من الفریق الاول اور العلیا من الفریق الثانی بھی (دو) رؤس ہیں اور ان کا حصہ ایک ہے یہاں بھی سہام اور رؤس میں تباین ہے تو کل رؤس (۲) کو محفوظ کیا اب دو فریق رؤس کے حاصل ہوگئے (۲) اور (۵) ان دونوں میں ہم نے نسبت دیکھی تو نسبت تباین کی ہے تو (۲) کو (۵) میں ضرب دیا جواب آیا (۱۰) یہ مضروب ہے اس کو اصل مسئلہ (۶) میں ضرب دیا تو حاصل ہوا (۶۰) ساٹھ سے تصحیح ہوگی اب ہر ایک کو حصہ دینے کے لئے مضروب (۱۰) سے ضرب دیں گے العلیا من الفریق الاول

کا حصہ (۳) ہے اس کو (۱۰) سے ضرب دیا تو (۳۰) حاصل ہوا یہ العلیا من الفریق الاول کا حصہ ہوا باقی دو پوتیوں الوسطیٰ من الفریق الاول اور العلیا من الفریق الثانی کا (۱) حصہ ہے اس کو ۱۰ سے ضرب دیا (۱×۱۰=۱۰) (۱۰) حاصل ہوا۔

تو (۱۰) ان دونوں پوتیوں کا حصہ ہے اور ہر ایک کو (۵) (۵) ملے گا۔ اور باقی (۳) پوتیاں اوران کے بھائی کو (۲) مل رہا تھا تو (۲) کو (۱۰) سے ضرب دیا تو (۲×۱۰=۲۰) حاصل ہوا ہر پوتی کو (۴-۴-۴) اور پوتے کو ڈبل حصہ (۸) ملے گا اس طرح تمام حصے (۶۰) ہوجائیں گی۔ (شریفیہ ص:۲۴ حاشیہ نمبر ۴)

﴿واما الاخوات لاب وام فاحوال خمس (۱) النصف للواحدة (۲) والثلثان للاثنتين فصاعدة (۳) ومع الاخ لاب وام للذكر مثل حظ الانثيين يصرن به عصبة لاستوائهم فی القرابة الى الميت (۴) ولهن الباقی مع البنات اوبنات الابن لقوله عليه السلام اجعلوا الاخوات مع البنات عصبة﴾

ترجمہ: اور بہر حال حقیقی بہنوں کے لئے پانچ احوال ہیں (۱) ایک حقیقی بہن ہو تو اس کو نصف ملے گا۔ (۲) اور دو تہائی دو حقیقی بہنوں یا اس سے زیادہ کے لئے ہوگا (۳) اور ایک حقیقی بھائی کے ساتھ مذکر کے لئے دو مونث کے حصے کے برابر کے ضابطے پر تقسیم ہوگا۔ حقیقی بہنیں اس عینی بھائی کے ساتھ عصبہ بن جائیں گی میت کی طرف قرابت میں برابر ہونیکی وجہ سے (۴) اور ان کو باقی ماندہ ترکہ ملے گا بیٹیوں اور پوتیوں کے ساتھ حضور ﷺ کے قول کی وجہ سے کہ بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ۔

تشریح: حقیقی بہنوں کے احوال:

حقیقی بہنوں کے پانچ احوال ہیں:

(۱) اگر ایک عینی بہن ہو تو اس کو نصف ملے گا۔

لقوله تعالىٰ ان امرؤ هلك ليس له ولد وله اخت فلها نصف ماترك.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے اس قول کی بناء پر کہ اگر کوئی آدمی مر جائے اور اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو اس کے لئے ترکہ کا نصف ہوگا۔

مسئلہ (۲)

مثال:[۱] میـــــــــــــــــت

اخت لاب وام	ابن عم
نصف	عصبہ
۱	۱

[۱] وضاحت مثال: مسئلہ ۲ سے ہوگا کیونکہ حقیقی بہن کو نصف مل رہا ہے اور ذوی الفروض میں سے ایک یہ ہی ہے تو مسئلہ نصف کے مخرج فرض یعنی (۲) سے ہوگا (۲) کا نصف (۱) ہے وہ حقیقی بہن کو مل جائے گا اور باقی (۱) ابن العم کو مل جائے گا۔

(۲) دو یا دو سے زیادہ حقیقی بہنیں ہوں اور میت کلالۃ ہو کہ میت کا نہ باپ ہو، نہ دادا ہو نہ بیٹا اور پوتا ہو اور میت کے عینی بھائی بھی نہ ہوں تو ان بہنوں کو ثلثان ملے گا۔ ﴿لقوله تعالیٰ فان كانتا اثنتين فلهما الثلثان مما ترک﴾ (ایت ۱۷۶ النسآء)

(۳) عینی بہنیں عینی بھائی کے ساتھ آ جائیں تو ان کو للذکر مثل حظ الانثیین کے ضابطے کے تحت ملے گا اور یہ اس صورت میں عصبہ بن جائیں گی کیونکہ میت کی طرف رشتہ داری میں بھائی اور بہن برابر ہیں وہ اس طرح کہ دونوں بھائی بہن میت کی ماں اور باپ کی اولاد ہیں۔ لہٰذا ان بھائی، بہنوں کے والد اور والدہ وہی ہیں جو میت کے والد اور والدہ ہیں تو للذکر مثل حظ الانثیین کا ضابطہ جاری ہوگا۔

(مسئلہ روٗس سے ہوگا) مسئلہ (۳)

مثال[2]: میـــــــــــت

اخت لاب وام	اخ لاب وام
عصبہ	عصبہ
۱	۲

(۴) عینی بہنوں کو بیٹیوں اور پوتیوں کی موجودگی میں مابقیہ ملے گا اور یہ عصبہ ہوں گی کیونکہ حدیث میں ہے: [3]

﴿اجعلوا الاخوات مع البنات عصبة﴾

---

[1] وضاحت مثال: اختین کا حصہ ثلثان ہے اور ابن عصبہ ہوتا ہے ثلثان کے علاوہ کوئی نہیں ہے تو مسئلہ اس کے مخرج فرض یعنی (۳) سے ہوگا (۳) کا ثلثان (۲) ہے اس لئے اختان لاب وام کو (۲) حصے ملیں گے اور باقی (۱) حصہ عصبہ یعنی ابن عم کو ملے گا۔

[2] وضاحت: مسئلہ (۳) سے ہوگا کیونکہ وارثین میں سے صرف عصبات ہیں تو قاعدے کی رو سے مسئلہ ان کے روٗس یعنی (۳) سے ہوگا عینی بہن کو (۱) حصہ ملے گا، اور بھائی کو (۲) حصے ملیں گے کیونکہ بھائی دو بہنوں کے برابر ہوتا ہے۔

[3] اکثر صحابہ اور جمہور علماء نے اس حدیث کیوجہ سے بہنوں کو میت کی بیٹیوں کی موجودگی میں عصبہ قرار دیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہاں تفرد اختیار فرمایا کہ بیٹیوں کی موجودگی میں بہنوں کو کوئی حصہ نہیں ملے گا چنانچہ ان کے سامنے مسئلہ لایا گیا کہ میت کی ایک بیٹی ہے اور ایک بہن موجود ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ بیٹی کو نصف ترکہ ملے گا اور بہن محروم ہو جائیگی۔ ان سے کہا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ تھا کہ بہن کو بیٹی کے حصہ دینے کے بعد مابقیہ ملتا ہے تو اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہ ناراض ہو گئے اور فرماتے تھے "تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ رب العزت" یعنی ایت کلالۃ میں اللہ پاک کا ارشاد گرامی ہے: ﴿ان امرء هلک ليس له ولد وله اخت﴾ اس ایت میں فرمایا کہ میت کا ولد نہ ہو تو بہن وارث ہوتی ہے۔ (مابقیہ اگلے صفحہ پر)

(میت کی بیٹیاں ہوں تو بہنیں عصبہ بن جائیں گی)

مسئلہ (۲)

مثال [1]: میـــــــــــــــــــت

بنت	اخت لام واب
نصف	عصبہ
۱	۱

اشکال: مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا تھا عینی بہنوں کے پانچ احوال ہیں۔لیکن یہاں کتاب میں تو صرف چار احوال ذکر فرمائے ہیں؟

جواب: علاتی بہنوں کے احوال میں ایک حالت عینی بہن اور علاتی بہن میں مشترک تھی۔اس لئے مصنفؒ نے اختصار کی غرض سے علاتی بہن کی حالت نمبر ۷ میں عینی بہن کی حالت نمبر ۵ کو ذکر فرمادیا۔اس لئے تکرار سے بچ گئے ہم وضاحت کے لئے یہاں پانچویں حالت لکھ دیتے ہیں۔

(۵) عینی بہنیں میت کی نرینہ اولاد [1] یا پوتے کی موجودگی میں ساقط ہوجائیں گی اسی طرح باپ کی موجودگی میں بھی ساقط ہوجائیں گی یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

(مابقیہ حاشیہ) اور ولد عام ہے میت کے بیٹے اور بیٹی دونوں کو فلہٰذا آیت سے معلوم ہوا کہ میت کی بیٹی ہوگی تو بہن وارث نہ ہوگی۔یہ دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ہے۔

اس دلیل کا جواب: جمہور علماء کہتے ہیں کہ ہمیں تسلیم ہے کہ قرآن میں جہاں بھی لفظ ولد آیا ہے وہاں مراد بیٹا، بیٹی دونوں ہوتے ہیں لیکن اس آیت میں ولد سے صرف بیٹا مراد ہے اور اس پر قرینہ اسی آیت کا دوسرا ٹکڑا ''وھو یرثھا ان لم یکن لھا ولد'' ہے کہ حقیقی بھائی میت کا وارث بنتا ہے جب کہ میت کا بیٹا نہ ہو تو علماء امت کا اجماع ہے کہ یہاں ولد سے بیٹا مراد ہے۔کیونکہ میت کا حقیقی بھائی میت کی حقیقی بیٹی کی موجودگی میں بالا جماع وارث ہوتا ہے اور سنت سے بھی یہی ثابت ہے کہ حقیقی بہنیں بیٹیوں کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہیں چنانچہ صحیح بخاری، مؤطا مالک کی روایت ہے کہ ایک میت نے ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک بہن کو چھوڑا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ بیٹی کو نصف، پوتی کو سدس تکملة للثلثین اور بہن کو مابقیہ ملے گا۔''فقال ابو موسیٰ الاشعریؓ لاتسئالونی عن شی مادام ھذا الحِبرُ فیکم '' اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بہن، بیٹی کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہے۔ (شریفیہ ص:۲۷، باختصار)

[1] وضاحت: مسئلہ (۲) سے ہوگا کیونکہ ذوی الفروض میں سے حقیقی بیٹی کا نصف ہے اور کوئی وارث ذوی الفروض میں سے نہیں ہے تو مسئلہ اس کے مخرج فرض یعنی (۲) سے ہوگا (۲) کا نصف (۱) ہے وہ بیٹی کو ملے گا اور مابقیہ (۱) حصہ حقیقی بہن کو ملے گا۔

[2] مشق: (۱) میـــــــــــــــــــت

بنت	اخت عینی

(۲): میـــــــــــــــــــت

زوج	اخت عینی

(۳): میـــــــــــــــــــت

زوجہ	اختان عینیہ

مسئلہ(۱)

مثال[۱]: ۱ میت

اختِ لاب وام	ابن
محجوب	عصبہ
	۱

مسئلہ(۱)

مثال[۲]: ۲ میت

اختِ لاب وام	اب
محجوب	عصبہ
	۱

[۱]وضاحت: مسئلہ ایک سے ہوگا کیونکہ مسئلے میں حقیقی بہن ہے اور پوتا یا بیٹا ہو تو ان کی موجودگی میں بہن محجوب ہوتی ہے اب بیٹا یا پوتا جو عصبہ ہیں تو مسئلہ ان کے رؤس یعنی "۱" سے ہوگا اور وہ۔ بیٹے یا پوتے کو مل جائے گا۔

[۲]وضاحت مثال: حقیقی بہن میت کے باپ کی موجودگی میں محجوب ہوگی اور باپ عصبہ ہوگا مسئلہ اس کے رأس ایک سے ہوگا اور وہ اب لے لے گا۔

فائدہ: دادا کی موجودگی میں بہنوں کا کیا حکم ہوگا تو اس میں ائمہ احناف کے نزدیک اختلاف ہے۔

امام صاحب: امام صاحب کے یہاں باپ اور دادا میں اس مسئلہ میں کوئی فرق نہیں عینی بہنیں میت کے دادا کی موجودگی میں بھی ساقط ہو جائیں گی مفتیٰ بہ قول یہ یہی ہے۔

مسئلہ(۱) عند الامام الاعظم

مثال: میت

اختِ لاب وام	جدِ صحیح
محجوب	عصبہ
	۱

وضاحت: مسئلہ مذکورہ میں بہن محجوب ہے اور دادا عصبہ ہے تو مسئلہ اس کے رأس ایک سے ہوگا اور وہ دادا لے لے گا۔

صاحبین کے نزدیک: صاحبین کے نزدیک باپ اور داد کے حکم میں فرق ہے...... عینی بہن اگر میت کا دادا موجود ہو تو ساقط نہیں ہوگی۔ بلکہ ترکہ جد اور عینی بہنوں سب میں تقسیم ہوگا۔ (کماسیأتی فی باب مقاسمۃ الجد)

مسئلہ(۲) (عند الصاحبین)

مثال: میت

اختِ لاب وام	جدِ صحیح
نصف	عصبہ
۱	۱

[۱]وضاحت مثال: اس مسئلے میں دادا باپ سے مختلف ہے اس کی موجودگی میں حقیقی بہن محجوب نہیں ہوگی جدِ صحیح، عصبہ ہے اور بہن کا حصہ نصف ہے جس کا مخرج فرض (۲) ہے تو مسئلہ (۲) سے ہوگا (۲) کا نصف (۱) ہے جو بہن کو ملے گا اور باقی (۱) حصہ جد کو مل جائے گا۔

نوٹ: اب یہ جو پانچویں حالت ہے اس کو مصنفؒ نے علاتی بہنوں کے احوال میں ذکر کیا ہے، کیونکہ یہ پانچواں مسئلہ علاتی بہنوں اور عینی بہنوں کا یکساں ہے تو اختصار کی غرض سے ایسا کیا ہے۔

﴿والاخوات لاب کالاخوات لاب وام ولهن احوال سبع (۱) النصف للواحدة (۲) والثلثان للاثنتين فصاعدة عند عدم الاخوات لاب وام (۳) ولهن السدس مع الاخت لاب وام تكملة للثلثين (۴) ولا يرثن مع الاختين لاب وام (۵) الا ان يكون معهن اخ لاب فيعصبهن والباقي بينهم للذكر مثل حظ الانثيين (۶) والسادسة ان يصرن عصبة مع البنات اوبنات الابن لما ذكرنا (۷) وبنو الاعيان والعلات كلهم يسقطون بالابن وابن الابن وان سفل وبالاب بالاتفاق .... وبالجد عند ابي حنيفة رحمه الله ويسقط بنو العلات ايضا بالاخ لاب وام وبالاخت لاب وام اذا صارت عصبة﴾

ترجمہ: علاتی بہنیں عینی بہنوں کی طرح ہیں اوران کی سات حالتیں ہیں (۱) ایک علاتی بہن کے لئے نصف ترکہ ہوگا عینی بہنوں کی عدم موجودگی میں، (۲) دو اور اس سے زیادہ علاتی بہنوں کے لئے دو تہائی حصہ ہوگا عینی بہنوں کی عدم موجودگی میں (۳) اور ایک حقیقی بہن کے ساتھ ان علاتی بہنوں کے لئے سدس ہوگا دو تہائی کو مکمل کرنے کے لئے (۴) اور دو حقیقی بہنوں کے ساتھ علاتی بہنیں وارث نہیں ہوں گی، (۵) مگر یہ کہ ان کے ساتھ کوئی علاتی بھائی ہو تو وہ ان کو عصبہ بنادے گا، اور باقی مال ان علاتی بھائی اور بہنوں کے درمیان "مردوں کے لئے دو عورتوں کے حصے کے برابر" کے ضابطے پر تقسیم ہوگا، (۶) اور چھٹی حالت یہ ہے کہ وہ بیٹیوں یا پوتیوں کے ساتھ عصبہ بن جائیں گی بوجہ اس حدیث کے جو ہم نے ذکر کردی یعنی: ﴿اجعلوا الاخوات مع البنات عصبة﴾ (۷) عینی اور علاتی بھائی بہن سب کے سب میت کے بیٹے پوتے پڑپوتے کی موجودگی میں بالاتفاق اور میت کے باپ کی موجودگی میں بھی بالاتفاق ساقط ہوجاتے ہیں۔

اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک میت کے دادا کی موجودگی میں بھی عینی یا علاتی بھائی بہن ساقط ہوجاتے ہیں۔ علاتی بھائی ساقط ہوجاتے ہیں جب کہ میت کا عینی بھائی موجود ہو۔ یا میت کی عینی بہن موجود ہو کہ (میت کی بیٹی یا پوتی کے ساتھ مل کر) عصبہ بن رہی ہو

تشریح: علاتی (باپ شریک) بہنوں کے احوال:

باپ شریک بہنوں کے سات احوال ہیں عینی بہنوں کی طرح اور حاصل یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں عینی بہن اور علاتی بہن جمع ہوجائیں تو میت کی بیٹیوں اور پوتیوں کے درمیان جو نسبت ہے میت کی عینی بہن اور علاتی بہنوں کے درمیان بھی وہی نسبت ہوگی۔

تفصیل: علاتی بہن ایک ہو تو اسے نصف ملے گا بشرطیکہ عینی بہن موجود نہ ہو۔

﴿لقوله تعالیٰ ان امرؤ هلک ليس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترک﴾

اس آیت میں بالاجماع عینی اور علاتی بہنوں کے احوال مذکور ہیں۔

مسئلہ (۲)

مثال:[۱] میــــــــــــــــــــــت

اخت لاب	ابن عم
نصف	عصبہ
۱	۱

(۲) عینی بہن نہ ہوں اور علاتی بہنیں دو یا دو سے زائد ہوں تو وہ سب دوتہائی ترکہ میں شریک ہوں گی۔

﴿لقوله تعالیٰ فان كانتا اثنتين فلهما الثلثان﴾

مسئلہ (۳)

مثال:[۲] میــــــــــــــــــــــت

اختان لاب	عم
ثلثان	عصبہ
۲	۱

(۳) اگر میت کی ایک عینی بہن اور ایک علاتی بہن ہو تو علاتی بہن کو سدس ملے گا۔ تکملة للثلثين یعنی قرآن نے بہنوں کا زیادہ سے زیادہ حصہ ثلثان مقرر کیا ہے تو ایک عینی بہن کو تو نصف ملے گا اب بہنیں اور بھی موجود ہیں جو علاتی ہیں اور نصف میں سدس ملانے سے ثلثان مکمل ہوگا تو ان علاتی بہنوں کو سدس ملے گا چاہے وہ علاتی بہنیں ایک ہوں یا زیادہ ہوں۔

مسئلہ (٦)

مثال:[۳] میــــــــــــــــــــــت

اخت لام واب	اخت لاب	عم
نصف	سدس	عصبہ
۳	۱	۲

---

[۱] وضاحت مثال: مسئلہ (۲) سے ہوگا کیونکہ ذوی الفروض میں سے صرف علاتی بہن ہے جس کا سہم نصف ہے تو مسئلہ اس کے مخرج فرض (۲) سے بنا (۲) کا نصف (۱) ہے وہ علاتی بہن کو دیا اور باقی (۱) ابن العم کو دیا۔

[۲] وضاحت: مسئلہ (۳) سے ہوگا کیونکہ ذوی الفروض میں سے صرف دو علاتی بہنیں ہیں باقی عصبہ ہیں تو مسئلہ ثلثان کے مخرج فرض یعنی (۳) سے بنے گا (۳) کا ثلثان (۲) ہے وہ بہنوں کو ملے گا اور چچا کو (۱) حصہ مل جائے گا۔

[۳] وضاحت مثال: مسئلہ (٦) سے ہوگا کیونکہ نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے سدس سے ہو رہا ہے اس لئے مسئلہ (٦) سے ہوگا (٦) کا نصف (۳) ہے اس لئے عینی بہن کو (۳) حصے ملیں گے (٦) کا سدس (۱) ہے اس لئے علاتی بہن کو (۱) ملے گا اور عم بطور عصبہ باقی (۲) حصے لے لے گا۔

(۴) دو عینی بہنوں کی موجودگی میں علاتی بہنیں مجوب ہوں گی۔

مسئلہ (۳)

مثال: ۱ میـــــــــــت

اختان لام واب — اخت لاب — عم

ثلثان — مجوب — عصبہ

۲ — - — ۱

(۵) اگر دو عینی بہنوں کے ساتھ علاتی بہن اور علاتی بھائی ہوں تو اب یہ علاتی بھائی کی وجہ سے علاتی بہنیں عصبہ بن جائیں گی اور ساقط نہیں ہوں گی اور باقی مال ان علاتی بھائی بہنوں کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے تحت تقسیم ہوگا

مسئلہ (۳)

مثال: ۲ میـــــــــــت

اختان لاب وام — اخت لاب — اخ لاب

ثلثان — عصبہ (۱)

۲ — ۱/۳ — ۲/۳

(۶) اگر میت کی بیٹیاں یا پوتیاں ہوں تو علاتی بہنیں ان کے ساتھ عصبہ بن جائیں گی کیونکہ حدیث میں ہے اجعلوا الاخوات مع البنات عصبة تو یہاں اخوات سے مراد عینی اور علاتی بہنیں ہیں لہٰذا اس حدیث کی وجہ سے عینی اور علاتی بہنیں بیٹی اور پوتی کی موجودگی میں عصبہ قرار دی جائینگی۔

مسئلہ (۳)

مثال: ۳ میـــــــــــت

بنتان لاب وام — اختان لاب

ثلثان — عصبہ

۲ — ۱

---

۱ وضاحت مثال: مسئلہ (۳) سے ہوگا کیونکہ نوع ثانی میں سے ثلثان ہے جس کا مخرج فرض (۳) ہے اس لئے مسئلہ (۳) سے ہوگا (۳) کا ثلثان (۲) ہے اس لئے حقیقی بہنوں کو (۲) حصے ملیں گے اور علاتی بہن مجوب ہوگی اور عم کو بطور عصبہ (ایک) حصہ ملے گا۔

۲ وضاحت مثال: مسئلہ (۳) سے اس لئے ہوگا کیونکہ نوع ثانی میں سے صرف ثلثان ہے جس کا مخرج فرض (۳) ہے اس لئے مسئلہ (۳) سے ہوگا اس کا ثلثان (۲) ہے اس لئے حقیقی بہنوں کو (۲) حصے ملیں گے باقی (۱) حصہ عصبہ یعنی علاتی بہن اور علاتی بھائی کو ملے گا پھر اس ایک حصے کے '۳' حصے کریں گے کیونکہ بھائی کو دو بہنوں کے حصے کے برابر ملتا ہے تو (۲) حصے علاتی بھائی کے اور (۱) حصہ علاتی بہن کو ملے گا۔

۳ وضاحت مثال: مسئلہ (۳) سے اس لئے ہوگا کیونکہ نوع ثانی میں سے صرف ثلثان ہے تو مسئلہ اس کے مخرج یعنی (۳) سے ہوگا اور (۳) کا ثلثان (۲) ہے اس لئے بیٹیوں کو (۲) حصے ملیں گے اور علاتی بہنوں کو بطور عصبہ (۱) حصہ ملے گا۔

(۷) عینی بہنیں عینی بھائی اور علاتی بہنیں وعلاتی بھائی سب میت کے بیٹے، پوتے اور باپ کی موجودگی میں ساقط ہو جائیں گے یہ اتفاقی مسئلہ ہے اگر میت کا دادا ہے تو امام صاحب کے نزدیک یہ سب ساقط ہوں گے اور صاحبین کے یہاں ساقط نہیں ہوں گے بلکہ مال جداور عینی، علاتی بھائی بہنوں میں تقسیم کیا جائیگا۔ یہ مسئلہ ان چار مسائل میں سے ایک ہے جن کی طرف مصنف نے والجد کا الاب الافی اربع مسائل کہہ کر استثناء کیا تھا۔

فائدہ: ویسقط بنو العلات مصنف رحمہ اللہ فرمارہے ہیں کہ اگر میت کا عینی بھائی موجود ہو تو علاتی بھائی ساقط ہو جائیگا کیونکہ عینی بھائی بمنزلہ بیٹے کے اور علاتی بھائی بمنزلہ پوتے کے ہے جس طرح بیٹے کی موجودگی میں پوتا ساقط ہو جاتا ہے تو عینی بھائی کی موجودگی میں علاتی بھائی ساقط ہو جائیگا۔

وبالاخت لاب وام اذاصارت عصبة: یہاں دوسرا فائدہ مذکور ہے کہ اگر میت کی عینی بہن موجود ہے اور وہ بیٹی یا پوتی کے ساتھ عصبہ بن گئی تو ترکہ بیٹی یا پوتی کو دینے کے بعد باقی سارا مال عینی بہن کو مل جائے گا۔ اور علاتی بھائی، بہن اس وقت ساقط یعنی محروم ہو جائینگے

﴿واما الام :فاحوال ثلث (۱) السدس مع الولد او ولد الابن و ان سفل اومع الا ثنين من الاخوة والا خوات فصاعدامن ای جهة كانا (۲) وثلث الكل عند عدم هؤلاء المذكورين (۳) وثلث مابقى بعد فرض احد الزوجين وذلک فی مسئلتين زوج وابوين وزوجة وابوين ولو كان مكان الا ب جد فللام ثلث جميع المال الا عند ابی يوسفؒ فان لها ثلث الباقی﴾ (ص:۱۲)

ترجمہ: اور ماں کی تین حالتیں ہیں: (۱) میت کے بیٹے بیٹی یا پوتے پوتی یا پڑپوتے پڑپوتی کے ساتھ یا دو یا ئی بہن یا زیادہ بھائی بہنوں کے ساتھ ماں کے لئے سدس ہے۔ وہ بھائی بہن کسی بھی جہت سے میت کے رشتہ دار ہوں (خواہ وہ عینی بھائی بہن ہوں یا علاتی یا اخیافی یا مخلوط) (۲) اور ان مذکورہ افراد کے نہ ہونے کی صورت میں ماں کے لئے کل ترکہ کا ایک ثلث ہے (۳) احد الزوجین کو حصے دینے کے بعد جو باقی رہے اس کا ثلث ماں کا حصہ ہے اور یہ ثلث مابقیہ دو مسئلوں میں ہے (الف) میت کا زوج اور والدین زندہ ہوں (ب) یا میت کی زوجہ اور والدین زندہ ہوں اور اگر باپ کی جگہ دادا زندہ ہو تو ماں کے لئے کل مال کا ایک ثلث ہے مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے مذہب میں اس صورت میں بھی ماں کے لئے مابقیہ کا ایک ثلث ہے۔

افائدہ: (۱) اخیافی بھائی بہن دادا کی موجودگی میں تو بالاتفاق ساقط ہوں گے۔ ۲) یہ مسئلہ بھی متفق علیہ کہ اگر میت کا بیٹا موجود ہو تو اس کے عینی اور علاتی بھائی، بہن ساقط ہو جائینگے... عینی اور علاتی بھائیوں کے ساقط ہونے کی دلیل: آیت مبارکہ "وهو يرثها ان لم يكن لها ولد" یہاں ولد سے بیٹا مراد ہے مطلب یہ ہے اگر میت کا بیٹا موجود نہ ہو تب عینی یا علاتی بھائی وارث بنتا ہے... بیٹے کی موجودگی میں عینی اور علاتی بہنوں کے ساقط ہونے کی دلیل: "ان امرء هلک ليس له ولد وله اخت فلها نصف ماترک" اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر میت کا بیٹا نہ ہو تب میت کی عینی یا علاتی بہن نصف کی حقدار ہوگی۔ ۳) یہ مسئلہ بھی متفق علیہ ہے کہ پوتا بیٹے کے حکم میں ہوتا ہے جب کہ بیٹا موجود نہ ہو۔ لہٰذا پوتے کے موجودگی میں بھی عینی، علاتی بھائی، بہن ساقط ہونگے۔ ۴) یہ مسئلہ بھی متفق علیہ ہے کہ میت کے باپ کی موجودگی میں عینی، علاتی بھائی، بہن ساقط ہونگے۔ کیونکہ جس میت کا باپ موجود ہے وہ کلالہ نہیں ہوتی۔ ۵) وبالجد عند ابی حنیفہ: امام ابو حنیفہ کے مذہب میں اگر میت کا دادا موجود ہے تو میت کے عینی، علاتی بھائی، بہن ساقط ہونگے۔ کیونکہ دادا، باپ کے حکم میں ہوتا ہے اسی قول پر فتویٰ ہے..... صاحبین کے نزدیک عینی، علاتی بھائی، بہن دادا کے ساتھ وراثت میں شریک ہونگے۔

تشریح: ماں کی تین حالتیں ہیں:

(۱) اگر میت کی اولاد (بیٹایابیٹی) یاپوتاپوتی وغیرہ میں سے کوئی موجود ہوتو میت کی ماں کوسدس ملتا ہے"ولا بویہ لکل واحد منھما السدس ان کان لہ ولد "ترجمہ:"اگر میت کی اولاد ہوتو والدین میں سے ہرایک کوسدس ملے گا"اسی طرح اگر میت کے دو بھائی یادو بہنیں ہوں چاہے عینی ہوں یاعلاتی یااخیافی ہوں اسی طرح ایک بھائی اور ایک بہن ہوں مجموعہ دو ہوتو ایسی صورت میں بھی ماں کوسدس ملتا ہے تو گویااس سے پتا چلا کہ اگر میت کاایک سے زیادہ بھائی ہوتو وہ ماں کے حصے کوثلث سے سدس کی طرف لے جائے گا۔"لاجل قولہ تعالیٰ وان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس"

مسئلہ(٦) (جبکہ میت کی اولاد ہو)

مثال[1]: میــــــــــــــــــــت

ماں	بیٹا/پوتا
سدس	عصبہ
۱	۵

مسئلہ(٦) (میت کے بھائی یابہن موجود ہوں)

مثال[2]: میــــــــــــــــــــت

ماں	دوعینی بھائی
سدس	عصبہ
۱	۵

(۲) ماں کی دوسری حالت یہ ہے کہ جب میت کی اولاد نہ ہو نیز پوتا/پوتی نہ ہو بھائی بہن ایک سے زیادہ نہ ہوں تو ماں کوثلث من جمیع المال ملے گا۔"فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث"

مسئلہ(۳)

مثال[3]: میــــــــــــــــــــت

ماں	باپ
(ثلث) ۱	۲ (عصبہ)

---

[1]وضاحت مثال: مسئلہ(٦) سے اس لئے ہوگا کہ صرف سدس ہے صورۃ مسئلہ میں اور کوئی حصہ والانہیں ہے تو مسئلہ اس کے مخرج فرض یعنی (٦) سے ہوگا اس کا سدس (۱) ہے اس لئے ماں کوایک حصہ ملے گا بقیہ (۵) حصے بیٹے یاپوتے کوملیں گے۔

[2]وضاحت مثال: مسئلہ(٦) سے اس لئے ہوگا کیونکہ نوع ثانی میں سے صرف سدس ہے تو اس کا مخرج فرض (٦) ہے اس لئے مسئلہ(٦) سے ہوگا(٦) کا سدس (ایک) ہے اس لئے ماں کو(ایک) اور عینی بھائیوں کوبطور عصبہ باقی (۵) حصے ملیں گے۔

[3]وضاحت مثال: مسئلہ(۳) سے اس لئے ہوگا کہ ذوی الفروض میں سے صرف ماں ہے جس کوثلث مل رہا ہے اس لئے اس کا مخرج فرض (۳) ہے تو مسئلہ(۳) سے ہوگا(۳) کا ثلث ایک ہے۔تو ماں کو(۱) حصہ ملے گا اور باپ کوبطور عصبہ باقی (۲) حصے ملیں گے۔

(۳) ماں کی تیسری حالت یہ ہے کہ اگر میت کی بیوی یا شوہر زندہ ہوں اور میت کے ماں/باپ بھی ہوں تو ایسی صورت میں شوہر یا بیوی کو حصہ دینے کے بعد ماں کو ثلث مابقیہ ملتا ہے اور باقی سارا مال باپ کو ملے گا۔ تو ماں کو ثلث مابقیہ ملنے کی دو صورتیں ہوئیں۔ (دونوں صورتوں میں میت کی ماں کے ساتھ میت کے باپ کا زندہ ہونا بھی شرط ہے کما سیاتی)

(الف) صورۃ مسئلہ: ایک عورت کا انتقال ہوا اس کا شوہر اور والدین اس کے وارث ہیں تو ایسی صورت میں میت کے مال کو چھ حصوں پر تقسیم کیا جائے گا سب سے پہلے شوہر کو نصف ملے گا (کیونکہ اولاد زندہ نہیں) یعنی شوہر کو تین حصے ملیں گے پھر ماں کو مابقیہ کا ثلث یعنی ایک حصہ ملے گا اور باپ کو دو حصے ملیں گے۔

مسئلہ (٦)

مثال[1]: میـــــــــــت

شوہر	ماں	باپ
نصف	ثلث ماقی	عصبہ
۳	۱	۲

(ب) صورۃ مسئلہ: شوہر کا انتقال ہوا اور اس کے ورثاء میں صرف اس کی بیوی اور والدین موجود ہوں تو ایسی صورت میں میت کے مال کے بارہ حصے کئے جائیں گے اب بیوی کو ربع یعنی تین حصے ملیں گے۔ ماں کو ثلث مابقیہ یعنی تین حصے ملیں گے اور باپ کو چھ حصے ملیں گے بطور عصبہ ہونے کے۔

مسئلہ (۱۲)

مثال[2]: میـــــــــــت

بیوی	ماں	باپ
ربع	ثلث مابقیہ	عصبہ
۳	۳	٦

﴿ولو كان مكان الاب جد فللام ثلث جميع المال﴾

فائدہ: اگر مذکورہ دونوں صورتوں میں باپ کی جگہ دادا ہو تو ایسی صورت میں طرفین اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے درمیان اختلاف ہے کہ ماں کو ثلث مابقیہ ملے گا یا ثلث جمیع المال ملے گا اور یہ مسئلہ ان چار مسائل میں سے ہے جس میں دادا کا حکم باپ سے مختلف ہوتا ہے (طرفین کے مذہب کے مطابق)۔

---

[1] وضاحت مثال: مسئلہ (٦) سے ہوگا کیونکہ نصف کا اجتماع نوع ثانی کے بعض یعنی ثلث کے ساتھ ہوا ہے پھر (٦) کا نصف (۳) شوہر کو دیا اور پھر (۳) باقی رہا اس مابقیہ میں سے ایک ماں کو اور (۲) باپ کو بطور عصبہ ملے گا۔

[2] وضاحت مثال: مسئلہ (۱۲) سے اس لئے ہو رہا ہے کہ ربع کا اجتماع ثلث سے ہے تو مسئلہ (۱۲) سے ہوگا (۱۲) کا ربع (۳) ہے اس لئے بیوی کو (۳) حصے ملیں گے۔ اور باقی (۹) کا ثلث (۳) ہے اس لئے ماں کو (۳) حصے اور بقیہ (٦) حصے باپ کو ملیں گے۔

طرفین نزدیک: ماں کو ثلث جمیع المال ملے گا جب کہ میت کے زوجین میں سے کسی ایک کے ساتھ ماں اور دادا ہوں۔

﴿الا عند ابی یوسف رحمہ اللّٰہ تعالیٰ فان لہا ثلث الباقی﴾

امام ابو یوسف رحمہ اللہ: ایسی صورت میں ماں کو ثلث مابقیہ ہی ملے گا چاہے باپ ہو یا دادا ہو۔

مثال نمبر۱: طرفین کے نزدیک اگر میت کا شوہر، ماں اور دادا موجود ہوں تو مسئلہ چھ سے ہوگا، سب سے پہلے شوہر کو نصف ملے گا اس کے بعد طرفین کے مذہب کے مطابق ماں کو ثلث جمیع المال یعنی دو حصے ملیں گے پھر دادا کو ایک حصہ ملے گا۔

مسئلہ(۶) طرفین کے نزدیک

مثال[۱]: میــــــــــــــت

شوہر	ماں	دادا
نصف	ثلث جمیع المال	عصبہ
۳	۲	۱

امام ابو یوسف کے نزدیک: جب کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ماں کو ثلث مابقیہ ملے گا تو ماں کا ایک حصہ اور دادا کے دو حصے ہوں گے۔ (کمافی صورۃ وجود الاب)

مسئلہ(۶) امام ابو یوسف کے نزدیک

مثال[۲]: میــــــــــــــت

شوہر	ماں	دادا
نصف	ثلث باقی	عصبہ
۳	۱	۲

مثال نمبر۲: اگر میت کی بیوی، ماں اور دادا موجود ہوں تو ایسی صورت میں مسئلہ (۱۲) سے ہوگا۔

طرفین کے نزدیک: بیوی کو ربع یعنی تین حصے ملیں گے اس کے بعد ماں کو ثلث جمیع المال یعنی چار حصے اور دادا کو پانچ حصے ملیں گے۔

---

[۱] وضاحت مثال: مسئلہ (۶) سے اس لئے ہوا کہ شوہر کو اولاد نہ ہونے کی وجہ سے نصف مل رہا ہے اور ماں کو ثلث من جمیع المال اور دادا تو عصبہ ہے نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے ثلث سے ہو رہا ہے تو مسئلہ (۶) سے ہوگا (۶) کا نصف (۳) ہے تو شوہر کو (۳) ملے گا اور (۶) کا ثلث (۲) ہے اس لئے ماں کو (۲) اور دادا کو (۱) حصہ ملے گا۔

[۲] وضاحت مثال: مسئلہ (۶) سے اس لئے ہوگا کہ شوہر کو نصف مل رہا ہے اور ماں کو ثلث مابقیہ نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے ثلث سے ہے تو مسئلہ (۶) سے ہوگا۔ (۶) کا نصف (۳) ہے تو وہ شوہر کو ملے گا، اور باقی (۳) میں سے ثلث، ماں کو یعنی (۱) حصہ ملے گا اور دادا کو بطور عصبہ باقی (۲) حصے ملیں گے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک: ان کے نزدیک مذکورہ صورت میں ماں کو ثلث مابقیہ یعنی (۳) حصے ملیں گے اور دادا کو چھ حصے ملیں گے۔

مسئلہ (۱۲)

مثال[۲]: میـــــــــــت

بیوی	ماں	دادا
ربع	ثلث مابقی	عصبہ
۳	۳	۶

﴿وللجدة (۱) السدس لام كانت اولاب واحدة كانت او اكثر اذا كن ثابتات متحاذيات فی الدرجة (۲) ويسقطن كلهن بالام والابويات[۱۳] ايضا بالاب وكذلك بالجد الا ام الاب وان علت فانها ترث مع الجد لانها ليست من قبله والقربیٰ من اى جهة كانت تحجب البعدىٰ من اى جهة كانت وارثة كانت القربیٰ او محجوبة ص: ۱۳﴾

ترجمہ: جدہ کے لئے (۱) کل ترکہ کا سدس ہے خواہ جدہ ماں کی جہت سے ہو جیسے نانی یا باپ کی جہت سے ہو جیسے دادی ایک ہو یا زیادہ جب کہ یہ جدات صحیحہ ہوں اور درجہ میں سب برابر ہوں (۲) اور ماں کی موجودگی کی وجہ سے ساری جدات ساقط ہو جاتی ہیں اور باپ کی جہت والی دادیاں باپ کی موجودگی کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں اسی طرح دادا کی موجودگی میں بھی باپ کی جہت والی دادیاں ساقط ہونگی لیکن باپ کی ماں (دادی، دادا) کے ساتھ وارث ہوتی ہیں کیونکہ یہ دادا کی جہت سے میت کی رشتہ دار نہیں۔ اور قریبی جدہ (دادی، نانی) کسی بھی جہت سے ہو ہر جہت کی بعیدی جدہ کے لئے مانع وراثت ہے خواہ قریبی جدہ (دادی، نانی) وارث ہوں یا مجوبہ ہوں۔

---

[۱] وضاحت مثال: مسئلہ (۱۲) سے اس لئے ہوگا کیونکہ بیوی کو اولاد نہ ہونے کی وجہ سے ربع مل رہا ہے اور ماں کو اولاد نہ ہونے کی وجہ سے ثلث مل رہا ہے اور دادا کو بطور عصبہ مل رہا ہے اب ربع کا اجتماع نوع ثانی کے ثلث سے ہے تو مسئلہ (۱۲) سے ہوگا۔ (۱۲) کا ربع (۳) ہے تو بیوی کو (۳) اور ماں کو (۴) ملیں گے کیونکہ (۱۲) کا ثلث (۴) ہے اور باقی (۵) حصے دادا کو بطور عصبہ ملیں گے۔ (هكذا عند الصديق الاكبر وعند الطرفين رحمهما الله تعالیٰ) (حاشیہ شریفیہ ص: ۳۲)

[۲] وضاحت مثال: بیوی کو ربع اور ماں کو ثلث مل رہا ہے نوع اول کے ربع کا اجتماع نوع ثانی کے ثلث سے ہے تو مسئلہ (۱۲) سے ہوگا (۱۲) کا ربع (۳) ہے تو بیوی کو (۳) حصے ملیں گے اور باقی (۹) میں سے ثلث ماں کو ملے گا (۹) کا ثلث (۳) ہے اس لئے ماں کو (۳) حصے ملیں گے اور باقی (۶) حصے دادا کو بطور عصبہ کے ملیں گے۔ عند الامام ابی یوسفؒ۔

جدہ کے احوال:

تشریح : جدہ صحیحہ کی پہلی حالت : جدہ میں دادی اور نانی دونوں داخل ہیں ان کو سدس ملتا ہے چاہے ایک ہو یا ایک سے زیادہ ہوں بشرطیکہ جدۂ صحیحہ ہوں اور ایک درجے میں مساوی ہوں۔

مسئلہ ٦

مثال: میــــــــــــــــــــت

ام الام	ابن
سدس	عصبہ
١	٥

جدات کے حصے کا ثبوت:

اس کا ثبوت حدیث مرفوع سے ہے کہ حاکم نے ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، مغیرۃ بن شعبہؓ اور قبیصہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدہ (دادی، نانی) کو سدس عطا فرمایا تھا۔ (شریفیہ ص:٣٢)

دادی، نانی کے سدس میں شریک ہونے کی دلیل:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کے پاس میت کی نانی آئی کہ مجھے میرے نواسے کی میراث نہیں ملی انہوں نے کہا کہ ٹھہر جاؤ میں اور صحابہ کرام سے مشورہ کرلوں اس لئے کہ میں کتاب اللہ اور حدیث مبارکہ میں جدات کے حصے کے بارے میں کچھ نہیں پاتا، پھر صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور محمد بن مسلمہؓ نے گواہی دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نانی کو سدس دیا تھا کچھ عرصہ کے بعد اسی میت کی دادی آ گئی کہ مجھے فلاں پوتے کی میراث نہیں ملی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ اگر دادی، نانی میں سے ایک ہو تو وہ پورا لے جائے گی اور اگر دونوں ہوں تو سدس میں دونوں شریک ہوں گی اس طرح صحابہ کرام کے اجماع سے دادی اور نانی کی شراکت والا حصہ ثابت ہوا۔ (شریفیہ ص:٣٢،٣٣)

ویسقطن کلھن بالام

(جدہ صحیحہ کی دوسری حالت)

جدۂ صحیحہ ماں کی موجودگی میں ساقط ہو جائے گی لہٰذا ماں کی موجودگی میں نانی اور دادی دونوں ساقط ہوں گی دونوں کو حصہ نہیں ملے گا کیونکہ ماں میت کے زیادہ قریب ہے جدات کے مقابلہ میں لہٰذا ماں دونوں کو ساقط کر دے گی۔

مسئلہ (٦)

مثال[1]: میــــــــــــــت

	ماں	دادی	بیٹا
(سدس)	١	(ساقط)	٥ عصبہ

[1] وضاحت مثال: مسئلہ میں ماں ہے تو دادی ساقط ہو جائے گی تو ماں کو سدس ملے گا اور باقی بیٹے کو بطور عصبہ کے ملے گا نوع ثانی میں سے صرف سدس ہے تو مسئلہ اس کے مخرج فرض یعنی (٦) سے ہوگا اس کا سدس (١) ہے وہ ماں کو ملے گا باقی (٥) حصے بیٹا لے لے گا۔

والا بويات ايضا بالا ب :

(جدہ صحیحہ کی تیسری حالت:)

اگر میت کا باپ موجود ہو تو اس صورت میں صرف دادیاں ساقط ہوں گی نانیاں ساقط نہیں ہوں گی کیونکہ دادی اور میت کے درمیان باپ کا واسطہ ہے اور واسطے کی موجودگی میں ذوالواسطہ ساقط ہو جاتا ہے لیکن میت کا باپ، میت کی نانی اور میت کے درمیان واسطہ نہیں لہٰذا نانی ساقط نہیں ہوگی میت کے باپ کی موجودگی میں۔

(هكذاروى عن ابن مسعودؓ وابى موسیٰ اشعریؓ وعمرؓ) (شريفيه ص:۳۳)

مسئلہ (۶)

مثال[1]: میــــــــــــــــــت

باپ	دادی	بیٹا
سدس	(محروم)	عصبہ
۱		۵

اگر میت کی نانی موجود ہو تو مسئلہ اس طرح ہوگا:

مسئلہ (۶)

مثال[2]: میــــــــــــــــــت

باپ	نانی
(عصبہ) ۵	۱ (سدس)

وكذلك بالجد الا ام الاب وان علت :

(جدہ صحیحہ کی چوتھی حالت)

اور تمام دادیاں (علاوہ باپ کی ماں (دادی) اور نانی کے) دادا کی موجودگی میں ساقط ہو جاتی ہیں:

مثلاً: میت کی پردادی یا سکڑ دادی اور دادی بھی حیات ہو اور دادا بھی حیات ہوں تو دادا کی موجودگی میں پردادی سکڑ دادی محروم ہونگی۔ کیونکہ ضابطہ ہے کہ ذوالواسطہ واسطہ کی موجودگی میں محروم ہوتا ہے تو یہاں پردادیاں وغیرہ ذوالواسطہ ہیں اس لئے وہ واسطہ (دادا) کی موجودگی میں محروم ہو جائیں گی۔

---

[1] وضاحت مثال: میت کا صرف باپ ہے اور بیٹا ہے اس لئے باپ کو سدس ملے گا نوع ثانی میں سے صرف سدس ہے اس کا مخرج فرض (۶) ہے اس لئے مسئلہ (۶) سے ہوگا سدس یعنی ایک حصہ باپ کو اور باقی (۵) حصے بیٹے کو ملیں گے دادی محروم ہوگی۔

[2] وضاحت مثال: باپ کے ساتھ نانی ہے نانی اور میت کے درمیان میں ماں کا واسطہ ہے باپ کا نہیں تو نانی کو حصہ ملے گا کیونکہ اگر ماں ہوتی تو ذوالواسطہ نانی ساقط ہو جاتی نوع ثانی میں سے صرف سدس ہے تو اس کے مخرج فرض یعنی (۶) سے مسئلہ ہوگا سدس اس کا ایک ہے وہ نانی کو ملے گا باقی (۵) حصے باپ کو بطور عصبہ کے ملیں گے۔

اور دادی کے ساقط نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دادا اور دادی میں آپس کا رشتہ شوہر اور بیوی کا ہے اور میت کی دادی اور میت میں واسطہ باپ کا ہے دادا کا نہیں تو یہ دادی، دادا کی جہت سے وارث نہیں ہوتی بلکہ باپ کی جہت سے وارث ہوتی ہے۔ لہٰذا میت کی دادی میت کے دادا کے ساتھ وارث بنے گی محروم نہ ہوگی۔

مسئلہ ٦

مثال: میـــــــــــــــــــــــت

دادی	دادا	پردادی
سدس	عصبہ	محروم
۱	۵	

والقربیٰ من أیّ جهة کانت تحجب البُعدیٰ

(جدہ صحیحہ کی پانچویں حالت)

جو جدہ میت کی طرف نسبت کرنے میں قریبی ہو وہ دور والی جدات کو ساقط کر دیتی ہے اس کو وارث بننے نہیں دے گی اور اس کے لئے حاجب بن جائے گی چاہے قریبی والی جدہ خود وارث بن رہی ہو یا خود بھی محروم ہو رہی ہو جدۃ قربیٰ حاجبہ ہے جدۃ بعدیٰ کے لئے ہر قربیٰ خود وارثہ ہے اس کی مثالیں درج ذیل ہیں:

مثال نمبر ۱: میت کی دادی میت کی پرنانی کے لئے حاجب بنے گی لہٰذا سدس دادی کو ملے گا۔

مسئلہ (٦)

مثال[۱]: میـــــــــــــــــــــــت

دادی	پرنانی	بیٹا
سدس	(محروم)	عصبہ
۱		۵

مثال نمبر ۲: اسی طرح میت کی نانی حاجب بنے گی دادی کی ماں کے لئے اس لئے کہ وہ بعیدہ ہے اور نانی قریبی ہے تو سدس نانی کو ملے گا۔

مسئلہ (٦)

مثال[۲]: میـــــــــــــــــــــــت

نانی	پردادی	بیٹا
سدس	(مجوب)	عصبہ
۱		۵

---

[۱] وضاحت مثال: مسئلہ (٦) سے ہوگا کیونکہ نوع ثانی کا سدس (دادی کا حصہ) ہی ہے باقی وارثوں میں سے پرنانی مجوب اور بیٹا عصبہ ہوگا اب سدس کا مخرج فرض (٦) ہے اس لئے مسئلہ (٦) سے ہوگا (٦) کا سدس ایک (۱) ہے اس لئے دادی کو ایک اور بقیہ (۵) حصے بیٹے کو ملیں گے۔

[۲] وضاحت مثال: صورۃ مسئلہ میں نانی ہے جس کو سدس ملے گا باقی پردادی اور بیٹا ہیں پردادی مجوب اور بیٹا عصبہ ہوگا نوع ثانی میں سے صرف سدس ہے اس لئے مسئلہ اس کے مخرج فرض یعنی (٦) سے ہوگا (٦) کا سدس ایک ہے تو نانی کو (۱) حصہ ملے گا باقی (۵) حصے بیٹے کو مل جائیں گے۔ یہ دونوں مثالیں قربیٰ کے وارث ہونے کی تھیں۔

جدہ قربیٰ کی محجوبہ ہونے کی مثال:

مثال نمبر۳: میت کی دادی باپ کے موجود ہونے کے ساتھ خود بھی محجوبہ ہے اس کے باوجود میت کی دادی حاجب بنے گی پرنانی کے لئے کیونکہ دادی قربیٰ اور پرنانی بعدیٰ ہے۔

مسئلہ(٦)

مثال:[1] میـــــــــــت

اب	ام الاب (دادی)	ام ام الام (پرنانی)	بیٹا
سدس	محجوبہ بالاب	محجوبہ بام الاب	عصبہ
۱			۵

﴿واذا كانت الجدة ذات قرابة واحدة كام ام الاب والاخرىٰ ذات قرابتين او اكثر كام ام الام وهي ايضاام اب الاب بهذا الصورة﴾

صورۃ ذات قرابتین

مثال: میـــــــــــت

ام ام ام
اب ام ام
اب

صورۃ ذات قرابات ثلاث

مثال: میـــــــــــت

ام ام ام ام
اب اب ام ام
ام اب
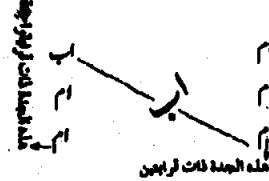
يقسم السدس بينهما عند ابی يوسف رحمه الله انصافاً باعتبار الابدان[2] وعند محمد رحمه الله اثلاثا باعتبار الجهات﴾

ترجمہ: اور جب دادی ایک قرابت والی ہو جیسے میت کے باپ کی نانی اور دوسری دادی دو یا دو سے زیادہ قرابت والی ہو جیسے میت کی ماں کی نانی اور وہ میت کے دادا کی ماں بھی ہو تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے مذہب میں ترکہ کا سدس دونوں دادیوں میں آدھا آدھا تقسیم ہوگا کیونکہ جسم کے اعتبار سے یہ دو بدن (شخصیتیں) ہیں اور امام محمد کے نزدیک قرابت کی جہتوں کے لحاظ سے ترکہ کا سدس تین حصوں میں تقسیم ہوگا (اور دو قرابت والی کو سدس کے دو حصے اور ایک قرابت والی کو سدس کا ایک حصہ ملے گا)۔

---

[1] وضاحت مثال: صورۃ مسئلہ میں اب کو سدس ملے گا اس کے علاوہ ذوی الفروض میں سے دادی اور پرنانی محجوب ہوں گے اور بیٹا عصبہ ہوگا۔ نوع ثانی میں سے صرف سدس ہے اس لئے مسئلہ اس کے مخرج فرض یعنی (٦) سے ہوگا (٦) کا سدس (١) ہے تو وہ باپ کو اور باقی ترکے کے (٥) حصے بیٹے کو ملیں گے۔ (شریفیہ ص:۳۵)

[2] فتویٰ امام ابی یوسفؒ کے مذہب پر ہے الدر المختار ص:۳/۷۸۵۔

تشریح: واذا کانت الجدة ذات قرابة :

صورت مسئلہ: (۱) دادی اگر مختلف رشتہ داریاں رکھتی ہوں جیسے ایک دادی ایک جہت سے میت سے رشتے داری رکھتی ہو جیسے میت کے باپ کی نانی یہ صرف باپ کی جہت سے جدۃ ہے اور ایک ایسی دادی ہو جو دو طرف سے رشتے داری رکھتی ہو جیسے میت کی ماں کی نانی میت کے باپ کی دادی بھی ہو تو[1] ان دونوں کے درمیان کس طرح سے ترکہ تقسیم ہوگا اس میں اختلاف ہے۔

(۲) امام ابو یوسف رحمہ اللہ: ترکہ کا سدس دونوں میں برابر تقسیم ہوگا اور افراد کا اعتبار ہوگا نہ کہ جہات کا یہی قول مفتی بہ ہے۔[۱۵]

(۳) امام محمدؒ: کے نزدیک جہات کا اعتبار کرتے ہوئے ترکے کو تین حصوں میں تقسیم کر دیں گے ایک جہت والی کو سدس کا ایک تہائی ملے گا اور دو جہت والی کو سدس کا ثلثان ملے گا۔

۱۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت نے اپنے پوتے کی شادی اپنی نواسی سے کی اب ان سے جو اولاد پیدا ہوگی یہ عورت اس ہونے والی اولاد کی ماں اور باپ دونوں جہت سے دادی بھی ہے اور نانی بھی تو یہ عورت ام ام الام بھی ہے اور ام ام الاب بھی ہے۔ (الدر المختار ص: ۷۸۳)

۲۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ترکے کی تقسیم کی مثال:

مسئلہ (۶)

مثال: میت

ام ام الاب (دادی کی ماں)	وام ام الام وھی ایضاً ام اب الاب (نانی کی ماں جو کہ دادا کی ماں بھی ہے)	عم
سدس		عصبہ
۱/۲	۱/۲	۵

۳۔ امام محمد کے نزدیک ترکہ کی تقسیم کی مثال:

مسئلہ (۶)

مثال: میت

ام ام الاب	وام ام الام وھی ایضاً ام اب الاب	عم
سدس		عصبہ
۱		۵
ثلث	ثلثان	
۱/۳	۲/۳	

صورت مسئلہ نمبر: (۲) اسی طرح ایک جدہ تین جہتیں رکھتی ہو اور ایک جدہ ایک جہت رکھتی ہو تو سدس کے چار حصے کر کے تین جہتوں والی جدہ کو سدس کے تین حصے ملیں گے اور ایک جہت والی جدہ کو سدس کا ایک حصہ ملے گا امام محمدؒ کے نزدیک۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں دادیوں میں ترکہ برابر تقسیم ہوگا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک تین جہت والی جدہ میں ترکے کی تقسیم کی مثال:

مسئلہ (٦) (عندالامام ابی یوسفؒ)

مثال: میت

ام ام اب الاب (دادا کی نانی)	وام ام ام الام وھی ایضا ام ام الاب (نانی کی نانی جو کہ دادی کی نانی	وام اب اب الاب اور دادا کی دادی بھی ہے)	عم
سدس			عصبہ
			۵
۱/۲	۱/۲		
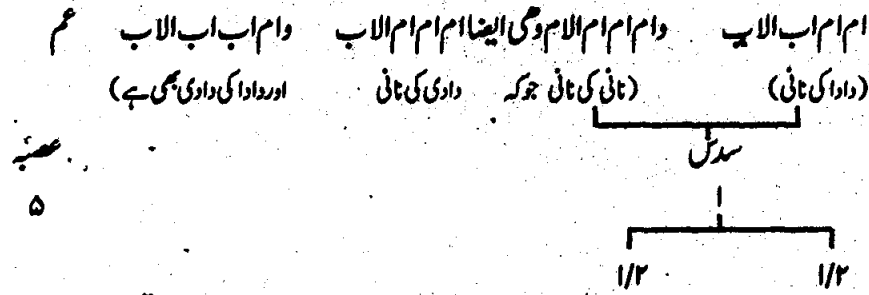
امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک تین جہت والی جدہ اور ایک جہت والی جدہ میں سدس برابر تقسیم ہوگا اور باقی عم کو بطور عصبہ مل جائے گا۔

امام محمد کے نزدیک ترکے کی تقسیم:

مسئلہ (٦)

مثال: میت

ام ام اب الاب (دادا کی نانی)	وام ام ام الام وھی ایضا ام ام الاب (نانی کی نانی جو کہ دادی کی نانی	وام اب اب الاب اور دادا کی دادی بھی ہے)	عم
سدس			عصبہ
			۵
۱/۴	۳/۴		
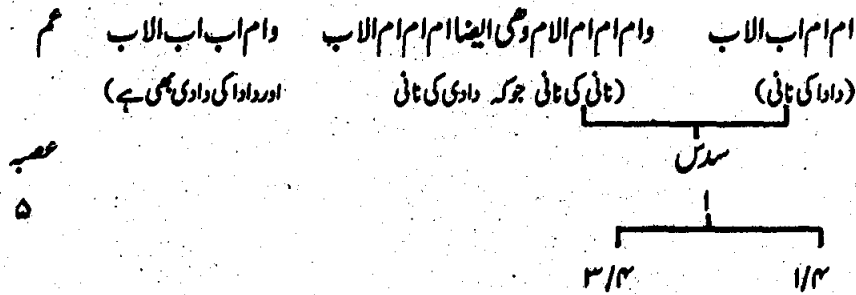
اس مثال میں تین جہت والی جدہ اور ایک جہت والی جدہ ہیں اور ان کے ساتھ عم ہے تو جدات کا حصہ سدس ہے لہٰذا مسئلہ (٦) سے ہوگا اور تمام جدات کو سدس اور عم کو بطور عصبہ کے باقی (۵) حصے ملیں گے اور چونکہ یہ مسئلہ امام محمد کے نزدیک ہے اس لئے یہاں پر تین جہت والی جدہ کو سدس کے چار حصے بنا کر تین حصے اور ایک جہت والی جدہ کو سدس کا ایک حصہ ملے گا اس لئے کہ امام محمد رحمہ اللہ جہات کا اعتبار کرتے ہیں۔

احوال الاخت لأب کی مشق:

(۱) میــــــــــــــــــــــــــــــــــت

اخت علاتی ابن

(۲) میــــــــــــــــــــــــــــــــــت

اخت علاتی اخت عینی ابن الاخ علاتی

(۳) میــــــــــــــــــــــــــــــــــت

اختان عینیہ اخت علاتی

احوال الام کی مشق:

(۱) میــــــــــــــــــــــــــــــــــت

ام ابن الابن

(۲) میــــــــــــــــــــــــــــــــــت

ام اختین اخیافی

(۳) میــــــــــــــــــــــــــــــــــت

ام اختین عینی

(۴) میــــــــــــــــــــــــــــــــــت

ام اب زوج

(۵) میــــــــــــــــــــــــــــــــــت

ام جد زوج

احوال الجدۃ کی مشق:

(۱) میــــــــــــــــــــــــــــــــــت

اب ام الاب ام الام

(۲) میــــــــــــــــــــــــــــــــــت

جدہ(ذی قرابتین) جدۃ(ذات قرابۃ واحدۃ)

(۳) میــــــــــــــــــــــــــــــــــت

جدۃ جد

باب العصبات

العصبات النسبية ثلاثة (١)عصبة بنفسه(٢) وعصبة بغيره(٣) وعصبة مع غيره

ترجمہ: عصبات نسبیہ کی تین قسمیں ہیں(۱) عصبہ بنفسہ (۲) عصبہ بغیرہ (۳) عصبہ مع غیرہ۔

تشریح: العصبات لغۃً: عصبات جمع ہے عصبۃ کی اور عصبۃ جمع ہے عاصب کی جیسے طلبۃ جمع ہے طالب کی او رمصدراس کا عصوبۃ مستعمل ہےاورعربی زبان میں عصبہ کے معنی پٹھے کے ہیں۔ (شریفہ ص:۳۷)

وفی اصطلاح الشرع: وہ شخص اور رشتے دار جو انسان کے گوشت پوست میں شریک ہوں جیسے کہ کہا جاتا ہے عصب القوم بفلان کہ قوم نے فلاں کا احاطہ کرلیا۔بالکل اسی طرح عصبات کسی آدمی کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔

جیسے باپ، دادا، چاچا، بیٹا، پوتا، پڑپوتا، حقیقی وعلاتی بھائی، چاچا اور تایا کی اولاد ان رشتے داروں نے آدمی کو اوپر نیچے، دائیں، بائیں چاروں طرف سے گھیرا ہوا ہوتا ہے اس طرح کہ میت کے نیچے کی جہت میں اس کے بیٹے ہیں۔اور اس کے دائیں بائیں اس کے بھائی ہیں اور اس کے اوپر کی جہت میں اس کے والد اور دادا ہیں اور اس کے اصل الاصول (بنیاد) میں دادا کی اولاد ہیں یعنی چچا، تایا ہیں یہ سب اس میت کو چاروں جہات سے گھیرے ہوئے ہیں۔ (شریفہ ص:۳۷)

اب اولاد کی نسبت شریعت میں باپ کی طرف ہوتی ہے لہٰذا باپ کی اولاد اور اس کی طرف کے رشتے دار تو عصبہ ہو سکتے ہیں لیکن ماں کی اولاد اور ماں کی طرف کے رشتے دار عصبہ نہیں ہوں گے لہٰذا ماں کی طرف کے رشتے دار یا تو ذوی الفروض ہوں گے جیسے نانی یا ذوی الارحام جیسے ماموں، نانا، وغیرہ۔

عصبہ کی اقسام: اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) عصبہ نسبیہ (۲) عصبہ سببیہ

سب سے پہلے یہاں عصبہ نسبیہ اور اس کی تین اقسام کا بیان ہے۔

عصبہ نسبیہ کی اقسام: (۱) عصبہ بنفسہ۔ (۲) عصبہ بغیرہ۔ (۳) عصبہ مع غیرہ۔

عصبہ نسبیہ: عصبہ نسبیہ کو مقدم کرنے کی وجہ:

عصبہ نسبیہ کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عصبہ نسبی میت کی طرف رشتہ داری میں عصبہ سببی سے زیادہ قوی ہوتے ہیں اس لئے پہلے ان کو بیان کردیا۔

عصبہ بنفسہ

اما العصبة بنفسه فكل ذكر لا تدخل فينسبته الى الميت انثىٰ وهم اربعة اصناف . (١) جزء الميت (٢) واصله و (٣)جزء ابيه(٤)وجزء جده .الاقرب فالاقرب يرجحون بقرب الدرجة اعنى اَوْلٰهُمْ بالميراث (١)جزء الميت اى البنون ثم بنوهم وان سفلوا(٢) ثم اصله اى الاب ثم الجد اى اب الاب وان علا ثم (٣)جزء ابيه اى الاخوة ثم بنوهم وان سفلوا.

ثم جزء جده ای الاعمام ثم بنو هم و ان سفلوا. ثم یرجحون بقوة القرابة اعنی به ان ذاالقربتین اولیٰ من ذی قرابة واحدة ذکر اکان او انثی لقوله علیه السلام ان اعیان بنی الام یتوار ثون دون بنی العلات کا لأخ لا ب وام او الاخت لاب وام اذاصارت عصبة مع البنت اولی من الا خ لاب والاخت لاب . وابن الا خ لاب وام اولیٰ من ابن الا خ لاب و کذالک الحکم فی اعمام المیت ثم فی اعمام ابیه ثم فی اعمام جده ﴾

ترجمہ: عصبہ بنفسہ ہر وہ مرد ہے جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں درمیان میں کوئی عورت نہ ہو اور وہ چار قسموں کے ہوتے ہیں:

(۱) میت کا جزء (یعنی بیٹا، پوتا، پڑپوتا وغیرہ)

(۲) میت کی اصل (یعنی باپ، دادا، پردادا وغیرہ)

(۳) میت کے باپ کے جزء (یعنی بھائی، بھتیجا وغیرہ)

(۴) میت کے دادا کے جزء (یعنی چچا، تایا، ان کے بیٹے (تایازاد بھائی چچازاد بھائی) وغیرہ۔

ان میں سے جو زیادہ قریبی رشتہ دار ہوگا وہ مقدم ہوگا پھر جو زیادہ قریب ہوگا (اس کا اعتبار ہوگا) اس شخص کو ترجیح دی جائے گی جو درجے کے اعتبار سے قریب ہوگا (۱) یعنی ترکے کا ان میں سے سب سے زیادہ حقدار میت کا جزء یعنی بیٹے ہیں پھر پوتے اسی طرح نیچے تک ہوں گے، (۲) پھر میت کے اصل یعنی باپ پھر دادا پھر اسی طرح اوپر تک (۳) پھر میت کے باپ کے جزء یعنی بھائی پھر بھتیجے اسی طرح نیچے تک، (۴) پھر اس کے دادا کا جزء یعنی چچا پھر چچا کے بیٹے اسی طرح نیچے تک پھر ترجیح دی جائے گی رشتے داری کی قوت کے اعتبار سے یعنی دو قرابت والا رشتے دار زیادہ حقدار ہوگا ایک قرابت والے رشتے دار سے چاہے مذکر ہو یا مونث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے کہ حقیقی بھائی بہن آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے نہ کہ علاتی بھائی بہن جیسے میت کے حقیقی بھائی ہوں یا حقیقی بہنیں ہوں جب کہ میت کی بیٹی کے ساتھ وہ عصبہ بن رہی ہو تو وہ زیادہ حقدار ہوں گے علاتی بھائی اور علاتی بہن سے اور حقیقی بھتیجا زیادہ حقدار ہے علاتی بھتیجے سے۔ اسی طرح حکم ہے میت کے تائے اور چچوں میں پھر میت کے باپ کے تائے اور چچوں میں پھر میت کے دادا کے تائے اور چچوں میں (یعنی عینی تایا اور چچا، علاتی تایا اور چچا پر مقدم ہوں گے)۔

تشریح: عصبہ بنفسہ:

ہر وہ مذکر کہ جس کی نسبت جب میت کی طرف کی جائے تو درمیان میں کسی عورت کا واسطہ نہ ہو۔

کل ذکر: اس کی قید سے معلوم ہوا کہ مذکر کا اعتبار ہوگا کیونکہ عورت بذات خود عصبہ نہیں بنتی بلکہ کسی غیر کی وجہ سے یا کسی غیر کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہے۔ (حاشیہ کتاب سراجی ص:١٤)

لا تدخل فی نسبته الی المیت انثی: اس کی قید اس لئے لگائی کیونکہ وہ مذکر جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں

درمیان میں عورت کا واسطہ ہو وہ عصبہ نہیں ہوتے جیسے ماں کی اولاد یعنی میت کے ماں شریک بھائی بہن جن کو اخیافی بھائی بہن کہا جاتا ہے یہ ذوی الفروض میں سے ہوتے ہیں اسی طرح نانا اور نواسہ یہ ذوی الارحام میں سے ہوتے ہیں

اشکال (۱۶): حقیقی بھائی میں بھی میت کی طرف نسبت میں ماں اور باپ دونوں کا واسطہ ہے تو یہاں تو عورت کے درمیان میں آنے کے باوجود حقیقی بھائی عصبہ بنفسہ ہو رہا ہے پھر آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ جس مذکر کی میت کی طرف نسبت میں درمیان میں عورت نہ ہو وہی عصبہ بنفسہ ہوتا ہے؟

جواب: اولاد اصل میں باپ کی طرف منسوب کی جاتی ہے لہٰذا حقیقی بھائی بہن میں اگرچہ ماں اور باپ دونوں کا واسطہ ہے لیکن باپ کی طرف یہ حقیقی بھائی بہن منسوب ہونگے اور وہ عصبہ ہونگے۔ اسی وجہ سے علاتی بھائی میں بھی چونکہ باپ کی طرف نسبت ہے اس لئے وہ عصبہ بن جاتے ہیں بخلاف اخیافی بھائی کے کہ ان میں صرف ماں کی طرف نسبت ہے اس لئے وہ عصبہ نہیں بنیں گے چونکہ حقیقی بھائی میں بھی باپ کا اعتبار ہے اس لئے قاعدے میں یہ قید لگادی۔ (شریفیہ شرح سراجیہ ص:۳۸)

وهم اربعة اصناف:

(عصبہ بنفسہ کی چار قسمیں ہیں)

(۱) جزء المیت: یعنی میت کا بیٹا پھر پوتا پھر پڑپوتا وغیرہ جو میت کا جزء ہوں۔ یہ سب سے مقدم ہے۔

(۲) اصل المیت: میت کی اصل یہ اس کے بعد وارث بننے کے حقدار ہیں اس سے مراد میت کی اصل ہے یعنی باپ، دادا، پردادا وغیرہ ہیں یہ دوسرے نمبر پر عصبہ بنتے ہیں۔

(۳) جزء ابیہ: یعنی میت کے والد کے جزء۔ مراد اس سے میت کے بھائی ہیں چاہے حقیقی ہوں یا علاتی پھر اس سے نیچے یعنی میت کے بھتیجے اور ان کی اولاد وغیرہ۔ یہ تیسرے نمبر پر عصبہ بنتے ہیں۔

(۴) جزء جدہ: یعنی میت کے دادا کی نرینہ اولاد۔ مراد اس سے اس کے دادا کے بیٹے یعنی میت کے تایا، چچا وغیرہ ہوں گے اور پھر ان کی اولادیں ہوں گی۔ یہ چوتھے نمبر پر عصبہ بنیں گے۔

﴿الاقرب فالاقرب﴾ اور عصبات کے متعلق ضابطہ یہ ہے کہ جو میت کا زیادہ قریب ہے وہ دوسروں پر مقدم ہوگا (وارث بننے میں) اس کے ہوتے ہوئے دوسرے عصبات ترکے سے محروم ہوں گے۔

مثلاً: میت کا بیٹا میت کے زیادہ قریب ہے اس لئے بیٹے کے زندہ ہونے کی صورت میں میت کا پوتا، پڑپوتا، باپ، دادا، چچا کوئی بھی وارث نہیں بنے گا بحیثیت عصبہ کے۔ اگر بیٹا نہ ہو تو پوتا وارث ہوگا وہ بھی نہ ہو تو پڑپوتا نیچے تک اگر کوئی بھی مرد میت کی نسل میں نہ ہو تو دوسرے نمبر پر باپ عصبہ ہے اگر باپ نہیں ہوگا تو دادا عصبہ ہے اگر دادا نہیں تو پردادا عصبہ ہوگا اسی طرح سلسلہ اوپر تک چلتا رہے گا اور جب میت کے اصول وفروع میں سے کوئی بھی زندہ نہ رہے تو اب تیسرے نمبر پر بھائی عصبہ ہوگا لیکن اس میں بھی عینی بھائی علاتی بھائی پر مقدم ہوگا عینی بھائی نہ ہو تو علاتی بھائی عصبہ ہے پھر ان کی اولاد ذکور عصبہ ہوں گی اور عینی بھائی کی اولاد ذکور علاتی بھائی کی اولاد ذکور پر مقدم ہوگی۔ اور جب ان میں سے کوئی نہ ہوں تو چوتھے نمبر پر حقیقی تایا یا چچا عصبہ ہوں گے۔ یہ نہ ہوں تو علاتی تایا، یا چچا

عصبہ ہوں گے یہ بھی نہ ہوتو ان کی اولا د ذکور۔ اس میں بھی ان کی عینی اولا د ذکور علاتی اولا د ذکور پر مقدم ہوگی اور اخیافی بھائی اور ان کی اولا د ذکور عصبات میں داخل نہیں۔

﴿ثم یر جحو ن بقوة القرابة:﴾ اگر کئی عصبہ ایک ہی درجے میں مساوی ہوں تو ایسی صورت میں قوت قرابت کی وجہ سے ترجیح ہوگی۔ یعنی جو دو رشتہ داریاں رکھتا ہے وہ ایک رشتہ داری والے کے مقابلہ میں صاحب ترجیح ہوگا چاہے وہ مذکر ہو چاہے مؤنث اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: عینی بھائی بہن آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں نہ کہ علاتی بھائی'' تو عینی بھائی علاتی بھائیوں کے لئے حاجب بن جاتے ہیں۔ آگے مصنفؒ نے اس کی تین مثالیں دی ہیں:

پہلی مثال: مصنف فرماتے ہیں کالاخ لاب وام..........اولیٰ من الاخ لاب۔

مثال نمبر ا: عینی بھائی زیادہ حقدار ہوگا علاتی بھائی سے کیونکہ وہ دو رشتہ داریاں رکھتا ہے وہ اس طور پر کہ میت کی ماں اس کی ماں ہے اور میت کا باپ اس کا باپ ہے اور قوت قرابت میں علاتی بھائی بہنوں سے زیادہ قوی ہے۔

مسئلہ (ا)

مثال[1]: میت

اخ لاب وام	اخ لاب	اخت لاب
عصبہ	محجوب	محجوب
ا		

''والاخت لاب وام اذا صارت عصبة مع البنت اَوْلٰی.....من الاخت لاب'' عینی بہن جب بیٹی کے ساتھ مل کر عصبہ بنے گی تو یہ علاتی بہن سے زیادہ حقدار ہوگی۔

مثال نمبر ۲: دو رشتہ داری والی مؤنث یعنی عینی بہن حاجب بن رہی ہے ایک رشتے داری والے مذکر اور مؤنث کے لئے یعنی علاتی بھائی بہن کے لئے جب کہ یہ عینی بہن، میت کی بیٹی کے ساتھ مل کر عصبہ بن رہی ہو۔

فائدہ نمبر ا: عصبہ ہونے میں دادا کا بھائیوں پر مقدم ہونا امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب ہے اور یہ ہی قول مفتی بہ ہے اسی وجہ سے مصنف رحمہ اللہ نے یہاں اختلاف کا ذکر نہیں فرمایا۔ **سیاتی فی مقاسمة الجد**

فائدہ نمبر ۲: گویا یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ انسان کے عصبہ بننے کے اسباب چار ہیں:

(ا) بلاواسطہ بنوت جیسے بیٹے اور بالواسطہ بنوت جیسے پوتے یا پڑپوتے وغیرہ۔

(۲) بلاواسطہ ابوت جیسے باپ اور بالواسطہ ابوت جیسے دادا پردادا وغیرہ۔

(۳) اخوت اور اس کی فرع جیسے بھائی، اور بھتیجے نیچے تک۔

(۴) عمومت اور اس کی فرع جیسے چچا، تایا اور چچازاد بھائی اور تایازاد بھائی وغیرہ۔ (شریفیہ ص: ۳۹)

ان اسباب میں بنوت سب پر مقدم ہے پھر ابوت پھر اخوۃ اور پھر عمومت اس اعتبار سے ترتیب وار عصبہ بنیں گے۔

او ضاحت مثال: صورۃ مسئلہ میں حقیقی بھائی ہے اور علاتی بھائی اور بہن ہے لیکن حقیقی بھائی کی موجودگی میں علاتی بھائی بہن محجوب ہوں گے تو ایک عصبہ رہ گیا تو مسئلہ اس کے رأس یعنی (ا) سے ہوگا وہ حقیقی بھائی کو مل جائے گا۔

﴿وابن الاخ لاب وام اولیٰ من ابن الاخ لاب.﴾ یہ تیسری مثال ہے۔

مثال نمبر۳: میت کے عینی بھائی کا بیٹا مقدم ہے میت کے علاتی بھائی کے بیٹے سے کیونکہ پہلا والا دو رشتہ داریاں رکھتا ہے یہ ہی حکم میت کے چچا، میت کے باپ کے چچا اور میت کے دادا کے چچا کے بارے میں ہے، یعنی حقیقی چچا قوت قرابت کی وجہ سے سب پر مقدم ہوگا۔

اس مثال میں میت کا چچا اقرب ہے اس لئے وہ مقدم ہوگا میت کے باپ کے چچا اور میت کے دادا کے چچا سے۔

---

[1] وضاحت مثال: مسئلہ (۲) سے ہوگا کیونکہ مسئلے میں بنت صاحب فرض ہے اس کا حصہ نصف ہے لہٰذا مسئلہ اس کے مخرج فرض (۲) سے ہوگا (۲) کا نصف بنت کو ملے گا اور باقی (۱) اخت لاب وام عصبہ کو ملے گا۔

[2] وضاحت مثال: مسئلہ (۱) سے ہوگا کیونکہ علاتی بھتیجا تو محجوب ہے باقی عینی بھتیجا عصبہ ہے تو سارا مال وہ لے لے گا مسئلہ (۱) سے ہو جائے گا۔ کیونکہ عینی بھتیجا دو جہتوں سے میت کا رشتہ دار ہے بخلاف علاتی بھتیجے کے کہ ایک وہ ایک جہت سے میت کا رشتہ دار ہے۔

[3] وضاحت مثال: مسئلہ (۱) سے ہوگا کیونکہ چچا عصبہ ہے اور سارا مال عصبہ جو کہ چچا ہے وہ لے لے گا اور اس کے رأس (۱) سے مسئلہ ہو جائے گا۔

﴿وکذالک الحکم فی اعمام المیت ثم فی اعمام ابیہ ثم فی اعمام جدہ﴾

یعنی ان اعمام میں بھی سب سے پہلے قرب درجہ کو دیکھا جائیگا پھر قوۃ قرابت کو ثانیاً دیکھا جائیگا لہٰذا میت کا چچا، میت کے باپ کے چچا پر مقدم ہے اور میت کا عم الاب مقدم ہے عم جدہ پر یہ تو قرب درجہ کی مثال ہوئی اور قرب قرابت (رشتہ داری) کی مثال یہ ہے کہ میت کا حقیقی چچا مقدم ہے میت کے علاتی چچا پر یہی حال ان کی اولاد میں بھی ہوگا کہ میت کا حقیقی چچا کا بیٹا مقدم ہوگا میت کے علاتی چچا کے بیٹے پر۔ اسی طرح میت کے چچا کا بیٹا مقدم ہوگا میت کے چچا کے پوتے پر۔ (شریفیہ ص:۴۰)

﴿عصبہ بغیرہ﴾

﴿واما العصبة بغیرہ فاربع من النسوة وهن اللاتی فرضهن النصف والثلثان یصرن عصبة باخوتهن کماذکرنا فی حالاتهن ومن لا فرض لها من الاناث واخوها عصبة لاتصیر عصبة باخیها کالعم والعمة المال کله للعم دون العمة.﴾

ترجمہ: اور عصبہ بغیرہ چار عورتیں ہیں اور یہ وہ عورتیں ہیں جن کا حصہ نصف اور دو تہائی ہے وہ اپنے بھائیوں کے ذریعے عصبہ ہو جاتی ہیں جس طرح ان کے حالات میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور جن عورتوں کا کوئی حصہ مقرر نہیں اور ان کا بھائی عصبہ ہے وہ عورت اپنے بھائی کے ذریعے عصبہ نہیں ہوتی جیسے چچا اور پھوپھی ہے کہ کل مال چچا کے لئے ہے نہ کہ پھوپھی کیلئے۔

تشریح: **عصبہ بغیرہ:** عصبہ بغیرہ سے مراد میت کی (۱) بیٹی (۲) پوتی، (۳) حقیقی بہن (۴) علاتی بہن یہ چار قسم کی عورتیں ہیں۔

تفصیل: یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ میت کی (۱) بنت (بیٹی) اور (اس کے نہ ہونے کی صورت میں) (۲) بنت الابن (پوتی) اور (۳) اسی طرح میت کی اخت حقیقی اور، (اس کے نہ ہونے کی صورت میں)، (۴) اخت علاتی۔ ان چار عورتوں میں یہ دو حالتیں قدر مشترک کے طور پر موجود ہیں کہ انکا حصہ ایک ہونے کی صورت میں نصف اور دو یا زیادہ ہونے کی صورت میں ثلثان ہے اسی بات کی طرف مصنف رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے کہ **وهن اللاتی فرضهن النصف والثلثان** کہ ان چاروں عورتوں کو ایک ہونے کی صورت میں نصف اور دو یا زیادہ ہونے کی صورت میں ثلثان ملے گا۔ لیکن بنت کے ساتھ اگر ابن موجود ہو یا بنت الابن کے ساتھ ابن الابن موجود ہو یا اخت حقیقی کے ساتھ اخ حقیقی یا اخت علاتی کے ساتھ اخ علاتی موجود ہو تو ان عورتوں میں سے کوئی، نصف وغیرہ حصہ مقررہ کی حقدار نہیں ہوتی بلکہ اپنے بھائی کے ذریعے ہر عورت عصبہ بن جاتی ہے اور ان کو عصبہ بغیرہ کہا جاتا ہے کیونکہ یہ عورتیں بذات خود عصبہ نہیں ہوتیں بلکہ بھائیوں کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہیں اس وجہ سے ان کو عصبہ بغیرہ کہا جاتا ہے تو غیر سے مراد ان کا بھائی ہوا جس کے ساتھ مل کر وہ عصبہ بن جاتی ہیں۔

مثالیں: (۱) بنت کی مثال: (بنت درج ذیل مثال میں عصبہ بغیرہ بن رہی ہے)

مسئلہ (۴)

مثال[۱]: میـــــــــــت

زوج	بنت	ابن
ربع	عصبہ	
۱	۱	۲
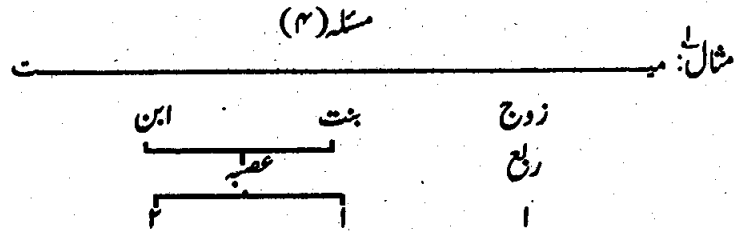
(۲) بنت الابن کی مثال: (بنت الابن عصبہ بغیرہ بن رہی ہے)

مسئلہ (۸)

مثال[۲]: میـــــــــــت

بیوی	بنت الابن	ابن الابن
ثمن	عصبہ	
۱	۷	
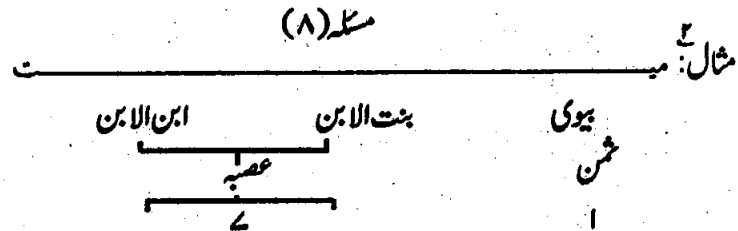
(للذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدہ کے مطابق تقسیم ہوگا)

(۳) اخت حقیقی کی مثال: (اخت حقیقی عصبہ بغیرہ بن رہی ہے)

مسئلہ (۶)

مثال[۳]: میـــــــــــت

جدۃ	اخت حقیقی	اخ حقیقی
سدس	عصبہ	
۱	۵	

---
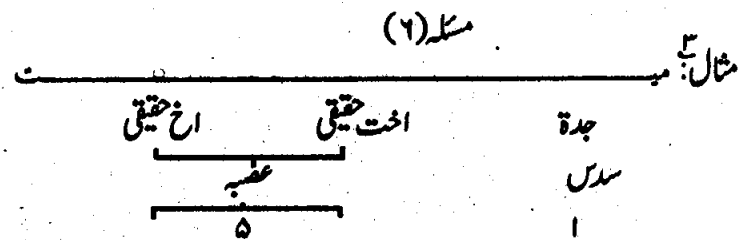
[۱] وضاحت مثال: اگر میت کا شوہر موجود ہو اور اس کے ساتھ میت کا ایک بیٹا اور بیٹی موجود ہو تو ایسی صورت میں شوہر کو ربع ملے گا اور بیٹی کے ساتھ بیٹا موجود ہے تو للذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدہ کے مطابق بیٹے کو بیٹی سے دگنا ملے گا اور بیٹی بھی بھائی کے ساتھ عصبہ ہوگی تو مسئلہ چار سے ہوگا شوہر کو ربع یعنی (ایک) اور بیٹے کو بیٹی سے دگنا یعنی دو حصے اور بیٹی کو ایک حصہ ملے گا۔

[۲] وضاحت مثال: مذکورہ مثال میں میت کی بیوی اور پوتی اور ایک پوتا موجود ہے تو ایسی صورت میں بیوی کو ثمن ملے گا تو مسئلہ آٹھ سے ہوگا بیوی کو ثمن یعنی ایک حصہ ملے گا اور پوتی کے ساتھ پوتا موجود ہے اس لئے پوتی عصبہ بنے گی اور ان کے درمیان ۷ حصے للذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدہ کے مطابق تقسیم ہوں گے کہ پوتے کو پوتی سے دگنا ملے گا۔ مسئلہ کی تصحیح (۲۴) سے ہوگی الخ

[۳] وضاحت مثال: میت کی دادی موجود ہو اور اس کے ساتھ میت کے حقیقی بھائی اور بہن ہوں تو ایسی صورت میں مسئلہ '۶' سے ہوگا۔ دادی کو سدس یعنی ایک ملے گا اور باقی پانچ حصے حقیقی بھائی اور بہن میں للذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدہ کے مطابق تقسیم کئے جائیں گے۔ تو پھر ان پانچ حصوں کے تین حصے بنیں گے دو بھائی کو اور ایک بہن کو ملے گا۔ مسئلہ کی تصحیح (۱۸) سے ہوگی۔

(۴) اخت علاتی کی مثال: (علاتی بہن عصبہ بغیرہ بن رہی ہے)
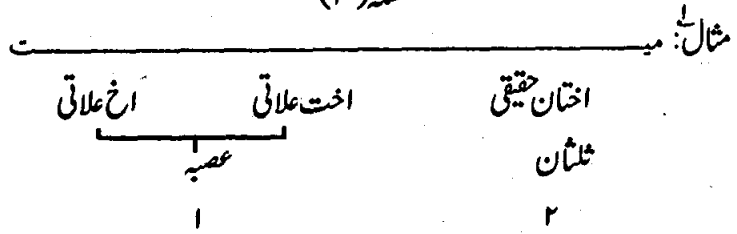
﴿ومن لافرض لهامن الا ناث :﴾ یہاں سے مصنف یہ بیان کررہے ہیں کہ جو عورتیں ذوی الفروض نہ ہوں لیکن ان کا بھائی عصبہ ہو تو وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر عصبہ نہیں بنتیں (بخلاف بہن اور بیٹی وغیرہ کے کہ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہیں کیونکہ بہن اور بیٹی ذوی الفروض ہیں)

کالعم والعمة: مثال: اس کی مثال پھوپھی ہے کہ وہ ذوی الفروض نہیں ہے اور چچا جو پھوپھی کے بھائی ہوتے ہیں وہ عصبہ ہوتے ہیں تو اب پھوپھی اپنے بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ نہیں بنیں گی کیونکہ وہ ذوی الفروض نہیں ہیں اور انہیں ترکے (میراث) میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

(خلاصہ کلام: یہ ہے کہ جو بہنیں ذوی الفروض ہیں وہ بہنیں اپنے عصبہ بھائیوں کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہیں وَالاَّ فلا)

مسئلہ (۲)

مثال[۲]: میت

عمۃ	عم	بنت
محروم	عصبہ	نصف
	۱	۱

---
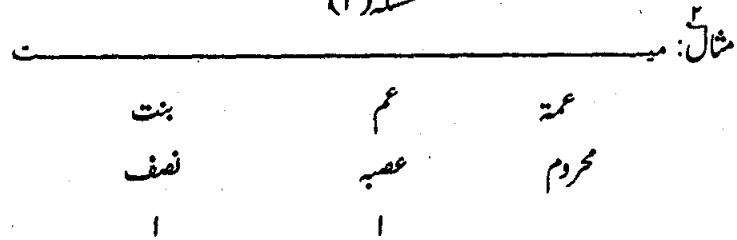
[۱] وضاحت مثال: اگر میت کی دو حقیقی بہنیں ہوں اور علاتی بھائی کے ساتھ علاتی بہن بھی ہو تو ایسی صورت میں علاتی بھائی علاتی بہن کو عصبہ بنادے گا تو دو حقیقی بہنوں کا حصہ ثلثان ہے تو مسئلہ (۳) سے ہوگا اختان حقیقی کو ثلثان یعنی (۲) ملے گا اور باقی ایک حصہ علاتی بھائی اور بہن میں للذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔

[۲] وضاحت مثال: مندرجہ بالا صورۃ مسئلہ میں بنت ہے اس کو نصف ملتا ہے اور چچا عصبہ ہوتے ہیں نیز پھوپھی محروم ہوتی ہے اب نوع اول میں سے نصف ہی ہے تو مسئلہ اس کے مخرج فرض یعنی '۲' سے ہوگا '۲' کا نصف '۱' ہوتا ہے اس لئے '۱' حصہ چچا کو بطور عصبہ اور ایک حصہ بیٹی کو بطور فرض مل جائے گا پھوپھی کو کچھ نہیں ملے گا وہ محروم ہو جائے گی۔

﴿عصبہ مع غیرہ﴾

﴿واما العصبة مع غیرہ فكل انثی تصیر عصبة مع انثیٰ اخریٰ كالا خت مع البنت لماذ كرنا.﴾

ترجمہ: اور عصبہ مع غیرہ ہر وہ عورت ہے جو کسی دوسری عورت کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائے جیسے کہ بہن بیٹی کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہے اس (حدیث کی) وجہ سے جس کو ہم ذکر کر چکے ہیں۔

وضاحت: عصبہ مع غیرہ وہ عورت ہوتی ہے جو دوسری عورت کے ساتھ مل کر عصبہ بنے اور وہ دوسری عورت بذات خود عصبہ نہ ہوتی ہو بلکہ وہ بھی اپنے بھائی کے ساتھ مل کر ہی عصبہ بنتی ہے۔ بخلاف عصبہ بغیرہ کے کہ اس میں عورت جس مذکر کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہے وہ مذکر بذات خود عصبہ ہوتا ہے یعنی عصبہ بنفسہ ہوتا ہے۔ اور عصبہ مع غیرہ والی عورت جس عورت کی وجہ سے عصبہ ہوتی ہے وہ عورت عصبہ بغیرہ ہوتی ہے۔

مثال: كالا خت مع البنت لماذ كرنا: اس کی مثال بہن ہے کہ وہ اکیلی ہو تو نصف ملے گا لیکن اگر میت کی بیٹی اور بہن دونوں ہوں تو اس صورت میں بیٹی کو دے کر جو مابقیہ ہوگا وہ بہن کو بطور عصبہ مل جائے گا کیونکہ حدیث میں ہے کہ **اجعلوا الاخوات مع البنات عصبة.** یعنی کہ بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ یعنی بیٹیوں کو دے کر جو بچے وہ بہنوں کو بطور عصبہ کے دے دو۔

مسئلہ (۶)

⑰ مثال[1]: میـــــــــــــــت

بنت	بنت الابن	اخت لام واب
نصف	سدس	عصبہ مع غیرہ
۳	۱	۲

مسئلے کی اس طرح تقسیم کی دلیل یہ ہے کہ...... ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں قضیہ پیش کیا گیا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس کی ایک بیٹی ایک پوتی اور ایک بہن ہے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مسئلہ میں یہ فیصلہ فرماتے سنا کہ بیٹی کو نصف ملے گا اور پوتی کو سدس ملے گا تکملۃ للثلثین اور مابقیہ بہن کو ملے گا۔ (شریفیہ ص:۲۷)

---

[1] وضاحت مثال: مذکورہ بالا صورت میں مسئلہ (۶) سے ہوگا کیونکہ بنت کو نصف مل رہا ہے جو کہ نوع اوّل میں سے ہے اور پوتی کو سدس مل رہا ہے تکملة للثلثين جو کہ نوع ثانی میں سے ہے اب نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے سدس سے ہو رہا ہے تو مسئلہ (۶) سے ہوگا (۶) کا نصف (۳) ہوتا ہے تو ترکے کے (۳) حصے بیٹی کو ملیں گے سدس (۱) ہوتا ہے تو (۱) حصہ پوتی کو اور مابقیہ (۲) حصے بہن کو بطور عصبہ مل جائیں گے۔

﴿عصبہ سببیہ﴾

﴿واخر العصبات مولی العتاقة ثم عصبته علی الترتیب الذی ذکرنا لقوله علیه السلام الولاء لُحمَةٌ کَلُحمَة النسب﴾

ترجمہ : اورآخری عصبہ مولیٰ عتاقہ (یعنی مُعتِق) ہے پھراس کے عصبہ اسی ترتیب سے ہوں گے جس کو ہم نے ذکر کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ آزادی کی (وجہ سے جو) قرابت (حاصل ہوتی ہے وہ) نسب کی قرابت کی مانند ہے۔

وضاحت: عصبات کی دواقسام ذکر کی گئی ہیں ان میں سے پہلی قسم یعنی عصبہ نسبیہ کی وضاحت کرنے کے بعد مصنف عصبہ سببیہ کوذکر کررہے ہیں۔ یہاں بتارہے ہیں کہ عصبہ سببیہ وہ آزادکرنے والاآقا ہوتا ہے جس نے اپنے غلام کوآزادکردیاہو۔ اگرمیت کے ذوی الفروض اورعصبات نسبیہ نہ ہوں تو میراث عصبہ سببیہ یعنی مولیٰ عتاقہ کو ملے گی۔ اگر مُعتِق بھی موجودنہ ہوتو پھراس مُعتِق کے عصبہ نسبیہ کوملے گا۔''علی الترتیب الذی ذکرنا'' معتق کے نہ ہونے کی صورت میں مُعتِق کے عصبہ نسبیہ کواسی ترتیب سے ملے گا جوعصبہ نسبیہ کوترکہ دینے کی ترتیب پیچھے گزری ہے وہ ایسے کہ جزءالمیت یعنی مولیٰ عتاقہ کی اولادمقدم ہے اصل المیت یعنی مولی عتاقہ کے باپ دادا سے اوراصل المیت مقدم ہوگا مولیٰ عتاقہ کے جزءابیہ یعنی بہن بھائیوں سے اورجزءابیہ مقدم ہوگا مولیٰ عتاقہ کے جزء جدہ یعنی چچا ،تایاوغیرہ سے۔ پھرعصبہ نسبیہ (یعنی آقا کی اولاد، باپ دادا، بھائی بھتیجے، چچا، تایا) نہ ہونے کی صورت میں عصبہ سببیہ یعنی آقا کے آقا کومیراث ملیگی اگر یہ آقاکسی زمانے میں غلام رہا ہو۔

﴿لقوله علیه السلام الولاء لحمة﴾

دلیل: مولیٰ عتاقہ کے وارث ہونے کی دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ:''الولاء لحمة کلحمةالنسب'' یعنی آزاد ہونے کی جہت سے وارث ہونا یہ اسی طرح سے رشتہ داری ہے جس طرح نسب کی وجہ سے رشتہ داری ہوتی ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں چونکہ کلحمۃ النسب مشبہ بہ ہے اورالولاءلحمۃ یہ مشبہ ہے تو اس وجہ سے عصبہ نسبیہ یعنی مشبہ بہ عصبہ سببیہ یعنی مولیٰ عتاقہ پر مقدم ہوں گے۔

الولاء: فی اللغة : الولاء اسم النصرة و القرابة کہ لغت میں ولاء مددکرنے اوررشتے داری کے معنی میں آتا ہے۔ وفی اصطلاح الشرع ولاء اس مددکرنے کانام ہے جس کی وجہ سے آدمی وارث ہوجاتا ہے وہ اس طرح کہ مولیٰ نے اپنے غلام کو آزادکرکے اس کی مددکی یہ ایسی مدد ہے جس سے وہ آقااس غلام کاوارث بنے گا جب کہ اس غلام کی موت کیوقت اس کے عصبہ نسبیہ نہ ہوں۔

مولیٰ عتاقہ: مولیٰ غلام اورآقادونوں کوکہتے ہیں اس لئے اس کے ساتھ عتاقہ کی قید لگادی تاکہ اس سے معلوم ہوجائے کہ یہاں مرادمُعتِق بکسر التآء یعنی آزادکرنے والامراد ہے نہ کہ مُعتَق بفتح التآء بمعنی آزادکردہ غلام۔

خلاصہ کلام: حدیث بالا کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح نسبی باپ انسان کی زندگی کا سبب ہوتا ہے اور بیٹا اسی باپ کی طرف

منسوب ہوتا ہے اور بیٹے اور باپ میں ایک مضبوط پائیدار رشتہ ہوتا ہے بالکل اسی طرح کسی شخص نے اپنے کسی غلام کو آزاد کر دیا تو یہ آزادی انسان کے لئے بمنزلہ زندگی ہے کیونکہ آزاد انسان میں مالک بننے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور اس صفت مالکیت کے سبب انسان دیگر حیوانات سے ممتاز ہو جاتا ہے کیونکہ غلامی ایک ہلاکت کا نام ہے لہٰذا اس آقا نے اس غلام کو ایک زندگی بخشی ہے تو اس غلام اور اس کے آقا میں بھی ایسا مضبوط اور پائیدار رشتہ ہے جیسے باپ بیٹے کا رشتہ ہوتا ہے فلہٰذا جس طرح باپ، بیٹے کے مال کا وارث بنتا ہے آقا بھی اپنے غلام کے مال کا وارث بنے گا۔ (شریفیہ شرح السراجیہ ص:۴۲)

﴿ولا شیء للاناث من ورثة المعتق﴾

ترجمہ : اور آزاد کرنے والے کے وارثین میں سے عورتوں کے لئے ولاء کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

وضاحت: یہاں سے مصنف رحمہ اللہ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ ابھی جو بتایا کہ مُعتِق نہ ہو تو اس کے عصبہ نسبیہ کو ملے گا تو یہاں مصنف اس بات کی وضاحت کر رہے ہیں کہ عصبہ نسبیہ میں سے عصبہ بنفسہ یعنی صرف نرینہ اولاد اور مذکر افراد کو حصہ ملے گا۔ کسی عورت کو ولاء کا حصہ نہیں ملے گا گویا مُعتِق کی عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ رشتہ دار محروم ہوں گی۔

مسئلہ(۱)

مثال[۱]: میـــــــــــــــت

ب المعتق	ابن المعتق	بنت المعتق
محجوب	عصبہ	محروم
	۱	

⑱﴿لقوله عليه السلام ليس للنساء من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن او كاتبن او كاتب من كاتبن اودبرن اودبر من دبرن او جَرَّ وَلَاءَ مُعْتَقِهِنَّ اَوْ مُعْتَقُ مُعْتَقِهِنَّ﴾

ترجمہ : حضور ﷺ کے فرمان کی وجہ سے کہ عورتوں کے لئے ولاء نہیں ہے مگر ان کی ولاء (۱) جس کو انہوں نے خود آزاد کیا ہو (۲) یا ان کی ولاء جن کو ان کے آزاد کردہ غلام یا باندی نے آزاد کیا ہو (۳) یا ان کی ولاء جن کو ان عورتوں نے خود مکاتب بنایا ہے (۴) یا جن کو ان کے مکاتبوں نے مکاتب بنایا ہے (۵) یا ان کی ولاء جن کو ان عورتوں نے مدبر بنایا ہے (۶) یا ان کے مدبروں نے مدبر بنایا ہے (۷) یا وہ عورتیں جن کے آزاد کردہ نے کسی ولاء کو کھینچ لیا ہو (۸) یا جن عورتوں کے آزاد کردہ غلام کے آزاد کردہ غلام نے کسی ولاء کو کھینچ لیا ہو۔ (تو ان آٹھ صورتوں میں عورتوں کو بھی ولاء ملے گی)۔

---

[۱] وضاحت: مذکورہ بالا مثال میں ابن المعتق بطور عصبہ کے سارا مال لے جائے گا کیونکہ وہ جزء المیت ہونے کی بناء پر اب المعتق سے مقدم ہے اور بنت المعتق مؤنث ہے اس لئے محروم ہوگی۔

وضاحت: مصنف اس بات کی یہ دلیل دے رہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لیس للنساء من الولاء "عورتوں کے لئے ولاء کا کچھ حصہ نہیں ہے لیکن یہ صورت اس وقت ہے جب کے عورت کے باپ یا دادا وغیرہ نے کسی کو آزاد کیا ہو اور اس کی ولاء کا مسئلہ ہو۔ بعض صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں جس میں عورت کو بطور ولاء کے حصہ ملتا ہے وہ آٹھ صورتیں ہیں۔ ⑲

(۱) پہلی صورت: ما اعتقن:

عورت جس غلام کو خود آزاد کرے اس کی ولاء اسی عورت کو ملے گی جس نے اس کو آزاد کیا" لحدیث عائشةؓ فی قصة بریرةؓ فانما الولاء لمن اعتق"

(۲) دوسری صورت: اعتق من اعتقن:

یعنی آزاد کیا اس غلام نے جس غلام کو ان عورتوں نے آزاد کیا تھا تو اس غلام کے مُعْتَق کی میراث ان عورتوں کو ملے گی جب کہ یہ آزاد کرنے والا غلام زندہ نہ رہے۔

مثال: ایک عورت نے اپنا غلام آزاد کیا اس غلام نے آزادی کے بعد بہت محنت مشقت کی جس کی وجہ سے وہ خود ایک غلام کا آقا بن گیا پھر اس آقا نے (جو پہلے غلام مُعْتَق اول تھا) اپنا غلام آزاد کر دیا اب یہ غلام جو مُعْتَق ثانی ہے یہ مر گیا اب اس کے عصبہ نسبیہ اور ذوی الفروض میں سے کوئی موجود نہیں ہے تو پھر اس کی میراث عصبہ سببیہ کو ملے گی لیکن اس کا آقا یعنی مُعْتَق اول بھی وفات پا چکا ہے اور اس کے عصبہ نسبیہ میں کوئی موجود نہیں تو عصبہ سببیہ کو دیکھیں گے تو مُعْتَق اول کی عصبہ سببیہ وہ عورت ہے جس نے اس کو آزاد کیا تو اس صورت میں میراث اس عورت کو ملے گی کیونکہ یہ اس غلام یعنی مُعْتَق اول کی عصبہ سببیہ ہے۔

(۳) تیسری صورت: او کاتبن:

یعنی ایک عورت نے اپنے غلام کو مکاتب بنایا کہ میں ایک ہزار درہم پر تم کو مکاتَب بناتی ہوں غلام نے اس کو قبول کر لیا اور بعد میں غلام نے وہ قیمت ادا کر دی تو وہ آزاد ہو گیا اب یہ مر جاتا ہے اور اس کے عصبہ نسبیہ اور ذوی الفروض میں کوئی موجود نہیں تو عصبہ سببیہ کے درجے میں یہ عورت اس مکاتب غلام کی وارث ہو گی۔

(۴) چوتھی صورت: او کاتب من کاتبن:

یعنی عورتوں کے مکاتب کسی سے کتابت کا معاملہ کریں اور مکاتب ثانی مر جائے تو ان کی ولاء ان عورتوں کو ملے گی۔

مثال: زینب نے زید کو مکاتب بنایا زید بدل کتابت ادا کرنے کے بعد آزاد ہوا پھر محنت کر کے آقا بنا اس نے بکر نامی غلام خریدا اور بکر کو اپنا مکاتب بنایا بکر مکاتب ثانی بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہوا پھر بکر مر گیا اس بکر کی میراث اس کے عصبہ نسبیہ کو ملے گی وہ نہیں ہیں تو مکاتب ثانی کی میراث عصبہ سببیہ (زید) کی طرف جائے گی اور زید اس سے پہلے مر چکا تھا اب اس کے عصبہ نسبیہ میں سے بھی کوئی نہیں تو اس کے عصبہ سببیہ یعنی زینب کو بکر کی میراث ملے گی۔ تو بکر اس زینب کے مکاتب کا مکاتب ہے تو مصنف رحمہ اللہ کے قول او کاتب من کاتبن کی یہ تشریح ہو گئی۔ (شریفیہ ص:۴۳ حاشیہ نمبر ۵)

(۵) پانچویں صورت: اَوْ دَبَّرْنَ:

یعنی ان عورتوں نے کسی کو مدبر بنایا ہو تو اس مدبر غلام کی میراث اس عورت کو ایک درجے میں ملے گی۔

مثال: زینب نے زید کو مدبر بنایا کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو۔ پھر یہ عورت یعنی زینب مرتد ہو کر (العیاذ باللہ) دار الحرب چلی گئی اور قاضی وقت نے یہ فیصلہ سنا دیا کہ یہ عورت حکماً میت ہے اور اس کے مدبر غلام آزاد ہو گئے یہ عورت پھر مسلمان ہو گئی اور دار الاسلام میں دوبارہ آ گئی اور اس کا وہی مدبر غلام مر گیا تو اس مدبر کے عصبات نسبیہ کو دیکھیں گے وہ نہیں ہے تو عصبہ سببیہ یعنی زینب کو میراث مل جائے گی کیونکہ ظاہری حالات میں اس کے آزاد ہونے کا سبب تو یہ عورت ہی بنی تھی۔ (شریفیہ ص:۴۳)

(۶) چھٹی صورت: او دَبَّر مَنْ دَبَّرْنَ:

یا جس کو عورتوں نے آزاد کیا ہو مدبر بنا کر وہ مدبر کسی کو مدبر بنائیں تو ان کی میراث ایک صورت میں ان عورتوں کو ملے گی۔

مثال: زینب نے زید کو مدبر بنایا کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو اب وہ زینب مرتد ہو کر دار الحرب چلی گئی تو میت کے حکم میں ہونے کی وجہ سے اس کا یہ مدبر غلام یعنی زید آزاد ہو جائے گا پھر اس زید نے بکر کو خریدا اور مدبر بنایا جب زید مر گیا تو بکر آزاد ہو گیا اب زید کے مرنے کے کچھ عرصے بعد زینب مسلمان ہو کر دوبارہ دار الاسلام آ جائے اور پھر اس مدبر ثانی یعنی بکر کا بھی انتقال ہو گیا اب بکر کی میراث اس کے عصبات نسبیہ کے نہ ہونے کی وجہ سے مدبر اول یعنی زید (اس کا عصبہ سببیہ ہے) اس کو ملے گی وہ بھی نہیں کیونکہ زید کا انتقال ہو چکا ہے تو زید کے عصبات نسبیہ کو ملے گی وہ بھی نہیں تو زید کے عصبات سببیہ (یعنی زینب) کو مل جائے گی۔

(۷) ساتویں صورت: اَوْ جَرَّ وَلَاءَ مُعْتَقُهُنَّ:

یعنی ان عورتوں کا آزاد کردہ غلام کھینچ لائے میراث ان عورتوں کی طرف۔

مثال: زینب کا ایک غلام زید ہے اسی طرح ایک اور شخص خالد کی ایک باندی عائشہ ہے زید نے عائشہ سے زینب کی اجازت سے شادی کی اب خالد اپنی باندی عائشہ کو آزاد کر دیتا ہے۔ صورتحال یوں ہوتی ہے کہ شوہر غلام اور بیوی آزاد ہوتی ہے اب ولادت ہوئی تو بچہ حز الابوین یعنی ماں کے تابع ہو کر آزاد شمار ہوگا لہٰذا اگر وہ بچہ مر جائے تو اس کی میراث ماں کو ملنی چاہیے ماں بھی نہ ہو تو اس کے عصبہ نسبیہ کو وہ بھی نہ ہو تو اس کے عصبہ سببیہ یعنی خالد کو ملنی چاہئے اگر ایسا ہو کہ زینب بھی زید کو آزاد کر دے تو اب اس بچے کی ماں اور باپ دونوں آزاد ہو گئے لہٰذا اگر وہ مر جائے اور اس کے عصبات نسبیہ بھی نہ ہوں (نہ ماں ہو نہ باپ ہو) تو اس کی میراث اس کے باپ کے عصبات سببیہ یعنی زینب کی طرف چلی جائے گی تو اس طرح زینب کے مُعْتَق زید نے اپنی میراث کو زینب کی طرف کھینچ لیا (کیونکہ زید باپ ہے اور عصبہ ہے لہٰذا جب اس کا بیٹا مرتا ہے اور زید بھی زندہ نہیں اور نہ ہی بچہ کی ماں عصبہ نسبی زندہ ہے تو اس زید کے بچہ کی میراث کو زید (زینب کے مُعْتَق) نے اپنی طرف کھینچا پھر اپنی عدم موجودگی میں اس بچہ کی میراث کو اپنی سیدہ (زینب) کی طرف کھینچا لہٰذا زینب اس بچے کی وارث بنے گی)۔

(۸) آٹھویں صورت: اَوْ مُعْتَقِ مُعْتَقِهِنَّ:

یعنی کھینچ لائے ان عورتوں کے آزاد کردہ غلام کا آزاد کردہ غلام میراث ان عورتوں کی طرف۔

مثال: زینب نے غلام آزاد کیا جس کا نام زید تھا اس نے آزاد ہو کر ایک اور غلام عمرو کو خریدا اس غلام ثانی (عمرو) نے زید کی اجازت سے شادی کی خالد کی باندی عائشہ سے اب خالد نے اپنی باندی کو آزاد کر دیا پھر ولادت ہوئی وہ بچہ اپنی ماں کی وجہ سے آزاد شمار ہوگا۔ بچے کی میراث ماں کو ملنی چاہئے اور اس کی عدم موجودگی میں اس کے مولیٰ خالد کو ملنی چاہئے لیکن اگر یوں ہوا کہ زید بھی اپنے غلام عمرو کو آزاد کر دے تو بچے کی میراث والدین کے نہ ہونے کے وقت زید کو ملنی چاہئے زید بھی مر چکا تھا تو بچے کی میراث چلی جائے گی اس کی سیدہ (زینب) کی طرف تو اس طرح زینب کے آزاد کردہ غلام (زید) کے آزاد کردہ غلام (عمرو) اپنے بیٹے کی میراث اپنی طرف پھر اپنے آقا کی طرف پھر آقا کی سیدہ کی طرف کھینچ لایا (کہ اصل میں تو میراث ماں کے آقا کی طرف جا رہی تھی کیونکہ اس کی ماں پہلے آزاد ہو چکی تھی)۔ یہ آٹھ صورتیں مکمل ہو گئیں جن میں عورتوں کو بطور ولاء میراث ملے گی۔

﴿ولو ترک ابا المعتق وابنه عند ابی یوسف رحمه الله تعالیٰ سدس الولاء للاب والباقی للابن وعند ابی حنیفة ومحمد رحمهما الله تعالیٰ الولاء کله للابن ولا شیئ للاب﴾

ترجمہ: اور اگر میت اپنے آزاد کرنے والے کے باپ اور بیٹا دونوں کو چھوڑ کے مر جائے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ولاء کا سدس باپ کے لئے اور بقیہ ولاء بیٹے کے لئے ہے اور طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک کل ولاء بیٹے کے لئے ہے اور باپ کسی ولاء کا حقدار نہیں ہے۔

یہاں سے مصنف عصبات سببیہ کے بارے میں چند مسائل ذکر فرما رہے ہیں:

مسئلہ نمبر ۱: ﴿ولو ترک ابا المعتق وابنه:﴾

معتق (آزاد کردہ غلام) کا انتقال ہوا اس کے عصبہ نسبیہ نہیں ہیں تو عصبہ سببیہ کو دیکھا اس میں مُعتِق بھی زندہ نہیں ہے جب کہ مُعتِق کے عصبات نسبیہ یعنی باپ اور بیٹا موجود ہیں ایسی صورت میں اختلاف ہے کہ مُعتِق کے باپ بیٹے دونوں وارث ہونگے یا ایک وارث ہوگا اور ایک محروم۔

اختلاف: امام ابو یوسفؒ کے نزدیک: اب المعتق کو ولاء کا سدس ملے گا اور ابن المعتق باقی سب بطور عصبہ کے لے جائے گا۔

دلیل: وہ عصبات سببیہ کو عصبات نسبیہ پر قیاس کرتے ہیں کہ اس میں بھی باپ کو بیٹے کی موجودگی میں سدس اور بیٹے کو بطور عصبہ بقیہ سارا مال ملے گا تو اسی طرح مقیس میں ہوگا۔

طرفینؒ کے نزدیک: ساری ولاء بیٹے کو ملے گی باپ کو کچھ بھی نہیں ملے گا کیونکہ یہ میراث بطور عصوبت کے مل رہی ہے اور عصوبت میں بیٹا، باپ پر مقدم ہوتا ہے۔ فتویٰ انہیں کے مذہب پر ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی دلیل کا جواب: طرفین کہتے ہیں عصبات سببیہ کو عصبات نسبیہ پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ عصبات نسبیہ میں باپ بطور فرض کے وارث ہوتا ہے اس کو سدس ملے گا پھر بیٹے کو ملے گا لیکن عصبات سببیہ میں وراثت آتی ہے بطور عصبہ کے اور عصوبت میں یہ قاعدہ کہ الاقرب فالاقرب لہٰذا جزء المیت مطلقاً مقدم ہے اصل المیت پر۔ اسی قاعدے کے تحت چونکہ یہاں وراثت جاری ہو رہی ہے بطور عصوبت کے لہٰذا بیٹے کو جزء المیت ہونے کی وجہ سے سارا کا سارا مال جائے گا۔

(حاشیہ اشریفیہ ص:۴۴)

﴿ولو ترک ابن المعتق وجده فالولاء كله للابن بالاتفاق﴾

ترجمه : اور اگر میت نے ورثاء میں اپنے آزاد کرنے والے کے بیٹے اور دادا کو چھوڑے تو بالاتفاق کل ولاء کا حقدار بیٹا ہے

مسئلہ نمبر ۲: ولو ترک ابن المعتق وجده:

اگر مُعتَق (بفتح التاء) آزاد کیا گیا) مرگیا اور مُعتَق کے عصبات نسبیہ میں سے کوئی نہیں، اس کے عصبات سببیہ میں دیکھا اس میں بھی کوئی نہیں ہے (یعنی مُعتِق بھی مر چکا ہے) اب اس مُعتِق کے عصبات نسبیہ میں بیٹا اور دادا موجود ہے تو ولاء اس طرح تقسیم ہوگی کہ بالاتفاق سارا مال بیٹے کو مل جائے گا اور جد المُعتِق محروم ہوگا۔

طرفین کے مطابق تو اس مسئلے میں باپ اور دادا میں تو کوئی فرق ہے ہی نہیں کیونکہ جب مُعتِق کے بیٹے کی موجودگی میں باپ کو نہیں مل رہا تو دادا کو تو بدرجہ اولیٰ نہیں ملے گا۔ لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ مسئلہ ان چار مسائل میں سے ہے جس میں باپ اور دادا میں فرق ہوتا ہے مُعتِق کا باپ اور بیٹا زندہ ہو تب تو ان کے نزدیک باپ کو سدس اور بیٹے کو مابقیہ ملتا ہے لیکن جد المعتق وابن المعتق ہو تو سارا مال بیٹے کو مل جائے گا اور دادا محروم رہے گا۔

والمسئله مرت تحت قول المصنف والجد كالاب الافى اربع مسائل

﴿وَمَنْ مَلَكَ ذَارَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ عَتَقَ عَلَيْهِ ويكون ولاء ه له بقدر الملك كثلث بنات للكبرىٰ ثلثون دينارا وللصغرى عشرون دينارا فاشترتا اباهما بالخمسين ثم مات الاب وترک شيئا فالثلثان بينهن اثلاثا بالفرض والباقي بين مشتريتى الاب اخماسا بالولاء. ثلثة اخماسه للكبرىٰ وخمساه للصغرىٰ وتصح من خمسة واربعين﴾

ترجمہ : اور جو شخص اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو جائے گا تو وہ اس پر آزاد ہو جائے گا اور یہ مالک اس آزاد شدہ کے ولاء کا حقدار ہوگا بقدر ملکیت کے جیسے کسی کی تین بیٹیاں ہوں بڑی بیٹی کے پاس ۳۰ دینار ہوں اور چھوٹی کے پاس ۲۰ دینار ہوں اور یہ پچاس دیناروں سے اپنے والد کو خرید لیں (تو یہ باپ آزاد ہو جائے گا)۔ پھر باپ کا انتقال ہو جائے اور وہ کچھ ترکہ چھوڑ جائے تو دو تہائی، تین حصے ہو کر بطور فرض کے ان تین بیٹیوں کے درمیان تقسیم ہو جائے گا اور باقی (یعنی ایک تہائی) باپ کو خریدنے والی دونوں بیٹیوں کے درمیان پانچ حصے ہو کر باعتبار ولاء کے تقسیم ہوں گے۔ اس تہائی کے تین خمس کی حقدار بڑی لڑکی ہوگی اور اس کے دو خمس کی حقدار چھوٹی لڑکی ہے اور (۴۵) سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔

تشریح: یہ بحث عصبات نسبیہ کی مباحث کے لئے تتمہ ہے۔

﴿ومن ملک ذا رحم[1] محرم منه عتق عليه:﴾

جو کسی ذی رحم محرم کا مالک ہوتا ہے تو جیسے ہی وہ مالک ہوتا ہے وہ ذی رحم محرم آزاد ہو جاتا ہے۔

---

[1] یہاں یعنی "ذا رحم" "مَلَکَ" کا مفعول ہے اور "محرم" صفت ہے ذا رحم کی تو اس کو منصوب ہونا چاہئے لیکن یہ مجرور جر جوار کی وجہ سے ہے یعنی رحم کی وجہ سے اس پر جر آیا ہے۔

ذارحم محرم: ان قیودات سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ آزاد ہونے کے لئے رشتہ دار کا ذی رحم ہونا بھی ضروری ہے اور محرم ہونا بھی ضروری ہے اگر وہ رشتہ دار ذی رحم تو ہو لیکن محرم نہ ہو تو وہ آزاد نہیں ہوگا جیسے کہ اگر کوئی شخص اپنی چچازاد بہنوں کو خرید لے تو وہ ذی رحم تو ہیں بوجہ دادی کے ایک ہونے کے لیکن آپس میں محرم نہیں ہیں کیونکہ چچازاد بہنوں سے شادی ہوسکتی ہے اس لئے وہ آزاد نہیں ہونگی محض شراء ہاں رشتے داری کا حق یہ ہے کہ وہ ان کو آزاد کردے۔ اسی طرح اگر محرم ہو لیکن ذی رحم نہ ہوں تو وہ بھی محض شراء سے آزاد نہیں ہوں گے جیسے کہ کوئی شخص اپنی بہو کو خرید لے تو بہو اس کے لئے محرم تو ہے لیکن ذی رحم نہیں ہے تو وہ خریدنے سے آزاد نہیں ہوگی لہٰذا جس کو خریدا گیا ہے وہ ذی رحم بھی ہو اور محرم بھی تب وہ خود بخود آزاد ہو جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۳ ذی رحم محرم کا محض خریدنے سے ہی آزاد ہونے کی وجہ:

ذی رحم محرم رشتے دار کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کا بہت زیادہ حکم ہے جس کا اہم تقاضہ آزادی ہے کہ وہ شخص جو اپنے کسی ذی رحم محرم کو خریدتا ہے وہ اس پر آزاد ہو جائے۔

خلاصہ کلام: قرابت (رشتہ داری) کی تین قسمیں ہیں:

(۱) وہ رشتہ دار جو ذی رحم اور محرم دونوں ہوں جیسے اصول میں والدین، دادا، دادی وَاِنْ عَلَوْا اور فروع میں بیٹے پوتے وَاِنْ سَفَلُوْا لہٰذا جو شخص بھی اپنے والدین دادا، دادی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی کا مالک بنے گا تو یہ سب رشتہ دار فوراً آزاد ہو جائینگے چاہے اس کا آزاد کرنے کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔

(۲) وہ رشتہ دار جو اصول وفروع کے علاوہ محارم ہوں جیسے بھائی، بہنیں، بھتیجے، بھانجے، ماموں، خالائیں، چچا، تایا، پھوپھیاں (ان کی اولاد ان کے حکم میں نہیں ہیں) یہ سب محارم بھی فوراً آزاد ہو جاتے ہیں یہ قرابت "قرابت متوسطہ" کہلاتی ہے

(۳) قرابت بعیدہ وہ رشتہ دار ہیں جو ذی رحم تو ہیں مگر محرم نہیں ہیں جیسے: چچازاد بھائی اور بہنیں، ماموں زاد بھائی اور بہنیں اور خالہ زاد بھائی بہنیں یہ قرابت بعیدہ والے رشتہ دار اگر کسی کی ملکیت میں آجائیں تو یہ آزاد نہیں ہونگے بالاتفاق بیننا وبین الامام الشافعیؒ صرف دوسری صورت قرابت متوسطہ میں امام شافعی رحمہ اللہ سے اختلاف ہے، وہ اس صورت میں آزاد ہونے کے قائل نہیں۔ (شریفیہ ص: ۴۵)

﴿ویکون ولاء ه له بقدر الملک:﴾ جب ذی رحم محرم اس پر آزاد ہو جائے اور وہ مر جائے تو اس کی ولاء اس رشتے دار کو اس کی ملک کے بقدر ملے گی مثلاً: اگر اس کا وہ رشتے دار اس کا پورا مالک ہوا تھا تو عصبات نسبیہ نہ ہوں تو پوری ولاء اس کو مل جائے گی اگر دو رشتہ دار مل کر اپنے کسی ذی رحم محرم کے مالک ہوئے ہوں تو ان کی ملکیت کے بقدر ولاء ملے گی جیسے کسی کے تین رشتے داروں یعنی تین بیٹیوں نے مل کر باپ کو خریدا اب بیٹیوں کے باپ کا انتقال ہو گیا تو وہ عصبات نسبیہ نہ ہونے کے وقت ملک کے بقدر ولاء کی حقدار ہوں گی کیونکہ "الولاء للمعتق"

﴿کثلث بنات للکبریٰ﴾ یہی مثال مصنفؒ نے پیش کی ہے کہ تین بیٹیوں کے والد غلام تھے انہوں نے اپنے باپ کو خریدنا چاہا سب سے بڑی یعنی کبریٰ ہے دوسری درمیانی یعنی وسطیٰ ہے اور تیسری چھوٹی یعنی صغریٰ ہے۔ ان کے والد کا آقا پچاس دینار مانگتا ہو اب کبریٰ کے پاس ۳۰ دینار ہیں اور صغریٰ کے پاس ۲۰ دینار ہیں وسطیٰ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا تو کبریٰ اور صغریٰ نے مل کر باپ کو

خرید لیا اب خریدتے ہی باپ آزاد ہو گیا پھر جب ان کے والد کا انتقال ہوا اور انہوں نے کچھ ترکہ بھی چھوڑا اور ان تینوں کے علاوہ کوئی دوسرا وارث موجود نہ تھا تو سب سے پہلے ذوی الفروض میں سے ان تین بیٹیوں کو ملے گا جن کا حصہ ثلثان ہے بقیہ ایک ثلث کے لئے نہ مزید کوئی ذوی الفروض ہے نہ عصبہ نسبیہ تو عصبات سببیہ یعنی ان دو بیٹیوں (کبریٰ اور صغریٰ) کو ان کی ملکیت کے بقدر ملے گا کیونکہ یہ دونوں (کبریٰ اور صغریٰ) اپنے والد کی آزاد کرنیوالیاں ہیں تو یہ عصبات نسبیه میں سے ہوئیں۔

مسئلہ (٣) ×مضروب ١٥=٤٥

مثال[1]: میـــــــــــــــــــــــــــت

	ثلاث بنات (کبریٰ صغریٰ وسطی)	کبریٰ، صغریٰ
(٢) ثلثان	(ذوی الفروض)	(عصبہ سببیہ) ثلث
	(٢) بطور فرضیت	(١)

تشریح: صورت مسئلہ میں ثلثان کے مخرج فرض یعنی (٣) سے مسئلہ ہوگا ثلثان پہلے تینوں بیٹیوں میں تقسیم ہو جائے گا اور بقیہ ایک ثلث دو بیٹیوں کو بطور ولاء کے مل جائے گا ان کی ملکیت کے بقدر۔ کیونکہ جن بیٹیوں نے باپ کو آزاد کرایا ہے وہی میراث کے لینے بعد ولاء کی حقدار ہونگی۔

وتصح من خمسة واربعين :

پینتالیس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی: وضاحت: اصل مسئلہ تین سے ہوا۔ ان میں سے (دو حصے) تین بیٹیاں بطور فرض لیں گی یہ ایک طائفہ ہو گیا پھر کبریٰ اور صغریٰ نے ماتھی (١) لیا یہ طائفہ ثانیہ ہوا یہاں ابواب التصحیح کے قواعد میں سے پانچواں قاعدہ لگایا ہے کہ مسئلے کے دو طائفوں میں کسر واقع ہوا ہے تو پہلے طائفے کے (٢) سہام اور رؤوس (٣) میں نسبت دیکھیں گے ان کے درمیان نسبت تباین کی ہے (وہ ایسے کہ سہام یعنی (٢) کو رؤوس (٣) سے منفی کیا تو جواب ایک آ رہا ہے)۔ $\frac{٢}{١}$

اس لئے اس کے جمیع رؤوس کو محفوظ کرلیں گے جو کہ (٣) ہے اسی طرح دوسرے طائفے کے سہام اور رؤوس میں نسبت دیکھیں گے اب ملکیت کبریٰ کی (٣٠) دینار کے بقدر تھی اور صغریٰ کی (٢٠) دینار کے بقدر تھی۔ تو سب سے پہلے (٣٠) اور (٢٠) میں نسبت دیکھی۔ $\frac{٣٠ / ٢٠}{١٠}$ $\frac{٢٠ / ١٠}{١٠}$

تو گویا ان میں موافقت بالعشر ہے اب ان دونوں سہام کے وفق عدد کو محفوظ کرلیں گے تو (٣٠) کا دسواں حصہ (٣) ہے اس کو محفوظ کیا اور (٢٠) کا دسواں حصہ (٢) ہے اس لئے اس کو محفوظ کرلیا اس طرح ولاء کے سہام (٥) بن گئے اب یہ سہام بمنزلہ رؤوس کے ہیں اس لئے ان کے سہام اور رؤوس میں نسبت دیکھتے ہیں تو وہ تباین کی نسبت ہے تو ہم نے '٥' کل رؤوس کو محفوظ کرلیا۔

---

[1] وضاحت: صورت مسئلہ میں صرف تین بیٹیاں ہیں تو ان کو بطور ذوی الفروض دو حصے ملیں گے یعنی ثلثان اور ان میں سے ہی دو بیٹیاں عصبہ سببیہ ہیں تو عصبات نسبیہ یا ذوی الفروض کے نہ ہونے کے سبب (١) ثلث ان میں تقسیم ہو جائے گا بطور ولاء۔

یہ طریقہ مکمل ہوا کہ طائفوں کے رؤس اور سہام میں نسبت دیکھی اب ان کے رؤس اور رؤس میں نسبت دیکھیں گے تو طائفہ ثانیہ کے (۵) رؤس اور طائفہ اولی کے (۳) رؤس میں نسبت تباین کی ہے اس لئے کسی بھی ایک کے رؤس کو دوسرے رؤس سے ضرب دے دیا تو مضروب (۱۵) حاصل ہوا (۳×۵=۱۵) اب اس مضروب کو اصل مسئلہ (۳) سے ضرب دینگے تو جواب (۴۵) آیا اس طرح تصحیح (۴۵) سے ہوگی پھر ہر طائفے کو حصے دینے کے لئے ان کے حصے کو مضروب سے ضرب دیں گے تو طائفہ اولی کے سہام (۲) کو مضروب (۱۵) سے ضرب دیا جواب (۳۰) آیا اور دوسرے طائفے کے سہام (۱) کو مضروب (۱۵) سے ضرب دیا تو جواب (۱۵) آیا '۳۰' حصے طائفہ اولی کو ملیں گے اور بقیہ '۱۵' حصے طائفہ ثانیہ کو ملیں گے تو '۳۰' حصے طائفہ اولی پر آسانی سے تقسیم ہو جائیں گے کہ تینوں بیٹیوں کو دس دس حصے مل جائیں گے اور بقیہ '۱۵' کے '۳' حصے کبریٰ کو کیونکہ اس کا سہم '۳' ہے '۱۵' کے تین حصے '۹' بنیں گے اور بقیہ '۲' حصے صغریٰ کو یعنی '۶' حصے مل جائیں گے تو کبریٰ کا کل حصہ '۱۹' ہوا اور صغریٰ کا کل حصہ '۱۶' ہوا اور وسطی کا کل حصہ '۱۰' ہوا۔

اس کا مفصل نقشہ مندرجہ ذیل ہے:

مسئلہ (۳) مضروب: ۱۵×۳=۴۵

مثال: میـــــــــــــــــــــــــــت

(۳) رؤس

ثلاثہ بنات (ذوی الفروض) — (کبریٰ صغریٰ وسطی) — (۲)/۳۰ (×۱۵=۳۰)

کل حصے: ۱۰/۱۹ ، ۱۰/۱۶ ، ۱۰/۱۰

(عصبہ سببیہ) موالی عتاقہ — (کبریٰ، صغری) — (۱)/۱۵ (×۱۵=۱۵)

۳۰ دینار (توافق بالعشر) ۲۰ دینار

(۳ وفق عدد) (۲ وفق عد)

۵ (بمنزلہ رؤس)

(۱۵ میں سے) ۹ بطور ولاء (۱۵ میں سے) ۶ بطور ولاء

باب الحجب

الحجب کے لغوی معنی:

﴿وهو فی اللغة المنع :﴾ حجب لغت میں روکنے کو کہتے ہیں۔ اسی سے لفظ حجاب بمعنی ہے پردہ کہ اس سے انسان اندر نہیں دیکھ سکتا اور اسی سے لفظ حاجب آتا ہے اسم فاعل کا صیغہ بمعنیٰ روکنے والا۔ پہلے زمانے میں بادشاہ کے دربان کو حاجب کہا جاتا تھا کہ وہ اندر جانے سے لوگوں کو روکتا تھا۔

حجب کے اصطلاحی معنی:

﴿وفی اصطلاح اهل هذا العلم منع شخص معین من میراثه إمّا كله او بعضه لوجود شخص اٰخر﴾ (شریفیة ص:۴۷)

ترجمہ: کسی معین شخص کو اس کی میراث سے روک دینا کلی یا بعضی طور پر (کہ میراث کا کچھ یا بالکل ہی میراث حصہ نہ ملے) بوجہ کسی دوسرے شخص کی موجودگی کے۔

فائدہ: وہ دوسرا شخص کہ جس کی وجہ سے وارث کو میراث نہیں مل رہی وہ حاجب کہلائے گا اور جس کو میراث سے روکا گیا وہ محجوب اور یہ فعل روکنے کا حجب کہلائے گا۔

﴿الحجب علی نوعین:﴾

ترجمہ: حجب کی دو قسمیں ہیں:

وضاحت: حجب (یعنی کسی شخص کو اس کی میراث سے کلی یا بعضی طور پر روکنے) کی دو قسمیں ہیں:

(۱) حجب نقصان۔ (۲) حجب حرمان۔

﴿حجب نقصان وهو حجب عن سهم الیٰ سهم وذلک لخمسة نفر للزوجین والام وبنت الابن والاخت لاب وقدمر بیانه﴾

ترجمہ: (حجب کی پہلی قسم) حجب نقصان ہے اور وہ (محجوب کو) ایک بڑے حصے سے دوسرے حصے کی طرف منتقل کر دینا ہے اور یہ اصحاب فرائض میں سے پانچ افراد کے لئے ہے یعنی زوجین (۱) شوہر اور (۲) بیوی اور (۳) ماں اور (۴) پوتی اور (۵) علاتی بہن اور اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

وضاحت: حجب نقصان کی تعریف:

﴿وهو حجب عن سهم اكثر الی سهم اقل (شریفیة ص:۴۷)

حجب نقصان کہتے ہیں کہ ایک معین شخص کو اس کے مقررہ حصے سے کم حصے کی طرف پھیر دینا۔

وذلک لخمسة نفر: حجب نقصان اصحاب فرائض میں سے پانچ افراد کے ساتھ ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ زوج (شوہر)

۲۔ زوجہ (بیوی)

۳۔ ام (ماں)

۴۔ بنت الابن (پوتی)

۵۔ الاخت لاب (علاتی بہن)

(۱) زوج کی مثال: شوہر کے حصے میں حجب نقصان ہوتا ہے جب کہ اس کی اولاد موجود ہو کیونکہ اگر میت کی اولاد نہ ہوتی تو شوہر کو

نصف ملتا لیکن جب اولاد موجود ہوگی تو اس موجودگی کی وجہ سے شوہر کو حجب نقصان ہوگا کیونکہ نصف کے بجائے شوہر کو ربع ملے گا۔

(۱) اولاد کی غیر موجودگی میں:

مسئلہ (۲)

مثال: میــــــــــــــــــــــــــــــت

شوہر	عم
نصف	عصبہ
۱	۱

(۲) اولاد کی موجودگی میں زوج کا حجب نقصان:

مسئلہ (۴)

مثال[1]: میــــــــــــــــــــــــــــــت

شوہر	بیٹا
ربع	عصبہ
۱	۳

(۲) زوجہ کی مثال:

زوجہ یعنی بیوی کو حجب نقصان تب ہوتا ہے جب کہ میت کی اولاد موجود ہو کیونکہ اس صورت میں بیوی کو ثمن حصہ ملتا ہے جب کہ اگر اولاد موجود نہ ہوئی تو بیوی کو ربع حصہ ملتا ہے اس لئے ربع سے ثمن کی طرف منتقل ہونا یہ حجب نقصان ہے۔

(۱) اولاد کی غیر موجودگی میں:

مسئلہ (۴)

مثال: میــــــــــــــــــــــــــــــت

بیوی	ابن عم
ربع	عصبہ
۱	۳

---

[1] وضاحت: پہلی صورت میں جب کہ اولاد موجود نہ تھی تو شوہر کو نصف حصہ ملا جب کہ دوسری صورت میں شوہر کا بیٹا موجود تھا تو شوہر کا حصہ کم ہو گیا اور نصف سے ربع ملا تو اس صورت میں شوہر کو حجب نقصان ہوا ہے۔

(۲) اولاد کی موجودگی میں زوجہ (بیوی) کا حجب نقصان:

مسئلہ (۸)

مثال[۱]: میــــــــــــــــــــــت

بیوی	بیٹا (ابن)
ثمن (۱)	(۷) عصبہ

(۳) ام (ماں) کی مثال:

ماں کو حجب نقصان اس وقت ہوتا ہے جب کہ میت کی اولاد یا پوتا، پوتی یا بھائیوں میں سے دو بھائی یا بہنیں موجود ہوں اگر یہ لوگ موجود نہ ہوں تو اس صورت میں ماں کا حصہ ثلث ہوتا ہے لیکن اگر یہ موجود ہوں تو پھر ماں کا حصہ ثلث کے بجائے سدس ہو جاتا ہے۔

(۱) اولاد یا بھائیوں کی غیر موجودگی میں:

مسئلہ (۳)

مثال: میــــــــــــــــــــــت

ماں	ابن عم
ثلث (۱)	(۲) عصبہ

(۲) اولاد یا دو بھائیوں کی موجودگی میں ماں کے لئے حجب نقصان:

مسئلہ (۶)

مثال[۲]: میــــــــــــــــــــــت

ماں	بیٹا
سدس (۱)	(۵) عصبہ

---

[۱] وضاحت: پہلی صورت میں میت کی اولاد موجود نہیں ہے اس لئے میت کی بیوی کو ربع مل رہا ہے جب کہ دوسری صورت میں اولاد کے موجود ہونے کی وجہ سے بیوی کا حصہ ربع کے بجائے ثمن ہو گیا اور اس صورت میں چونکہ بیوی کو ربع سے کم یعنی ثمن مل رہا ہے تو یہ حجب نقصان ہے۔

[۲] وضاحت: پہلی صورت میں اولاد اور بھائیوں کے نہ ہونے کی وجہ سے ماں کو ثلث حصہ ملا اور دوسری صورت میں بیٹے کی موجودگی کی وجہ سے ماں کا حصہ ثلث کے بجائے سدس ہو گیا تو زیادہ سے کم کی طرف ماں کا حصہ پھر گیا تو یہ حجب نقصان ہے۔ اسی طرح ماں کو دو بھائیوں کو موجودگی میں بھی حجب نقصان ہوتا ہے۔

(۴) بنت الابن (پوتی) کی مثال:

اگر میت کی کوئی حقیقی بیٹی موجود نہ ہوتو ایسی صورت میں پوتی کو نصف ملتا ہے اگر بیٹی موجود ہوتو اس صورت میں پوتی کے حصے میں حجب نقصان ہوتا ہے نصف سے سدس کی طرف:

(۱) حقیقی بیٹی کی غیر موجودگی میں:

مسئلہ (۲)

مثال: میــــــــــــــــــت

پوتی	ابن عم
نصف (۱)	(۱) عصبہ

(۲) حقیقی بیٹی کی موجودگی میں پوتی کا حجب نقصان[1]:

مسئلہ (۶)

مثال: میــــــــــــــــــت

بیٹی	پوتی	ابن عم
نصف (۳)	(۱) سدس	(۲) عصبہ

(۵) الاخت لاب (علاتی بہن) کی مثال:

اگر میت کی حقیقی بہن موجود نہ ہوتو ایسی صورت میں علاتی بہن کو نصف حصہ ملتا ہے لیکن اگر میت کی حقیقی بہن موجود ہوتو پھر علاتی بہن کا حصہ کم ہوتا ہے اور نصف کے بجائے اسے سدس ملتا ہے تو گویا علاتی بہن کے حصے میں حقیقی بہن کی موجودگی کے سبب حجب نقصان ہوا۔ (هكذا في الشريفيه ص: ۴۷)

(۱) حقیقی بہن کی غیر موجودگی میں:

مسئلہ (۲)

مثال: میــــــــــــــــــت

علاتی بہن	ابن عم
نصف	عصبہ
۱	۱

---

[1] وضاحت: پہلی صورت میں میت کی حقیقی بیٹی موجود نہیں تھی صرف پوتی تھی تو اس وجہ سے پوتی کو نصف حصہ ملا بخلاف دوسری صورت کے کہ اس میں حقیقی بیٹی کی موجودگی کے سبب پوتی کو حجب نقصان ہوا کیونکہ اب اس کا حصہ نصف کے بجائے سدس ہو گیا ہے۔

(۲) حقیقی بہن کی موجودگی میں علاتی بہن کا حجب نقصان[1]:

مسئلہ (۶)

مثال: میـــــــــــــــــــــــــت

حقیقی بہن	علاتی بہن	عم
نصف	سدس	عصبہ
۳	۱	۲

﴿وحجب حرمان والورثة فيه فريقان (۱) فريق لا يحجبون بحالٍ البتة وهم ستة (۱) الابن (۲) والاب (۳) والزوج (۴) والبنت (۵) والام (۶) والزوجة﴾

ترجمہ: اور (حجب کی دوسری قسم) حجب حرمان ہے اور اس میں وارثوں کے دو فریق ہیں ایک فریق کسی حال میں حجب (حرمان) کے ساتھ محجوب نہیں ہوتے اور وہ چھ قسم کے ورثاء ہیں (۱) بیٹا (۲) باپ (۳) شوہر (۴) بیٹی (۵) ماں (۶) بیوی

وضاحت: حجب حرمان کی تعریف:

﴿هو ان يحجب من الميراث بالمرة فيصير محروما بالكلية﴾ (شريفيه ص: ۴۷)

حجب حرمان کہتے ہیں کہ کسی معین شخص کو اس کی میراث سے کلی طور پر روک دینا کسی دوسرے شخص کی موجودگی کی بناء پر۔

﴿والورثة فيه فريقان :﴾ حجب حرمان میں وارث دو طرح کے ہوتے ہیں:

ا۔ وہ فریق جنہیں کبھی بھی حجب حرمان نہیں ہوتا۔

۲۔ وہ فریق جنہیں بعض صورتوں میں حجب حرمان ہوتا ہے۔

(۱) وفريق لايحجبون بحال البتة:

وہ فریق جنہیں کسی بھی حال میں حجب حرمان نہیں ہوتا (ہاں بعض صورتوں میں بعض افراد کو حجب نقصان ہوسکتا ہے) ''البتۃ'' یہ لفظ بَتَّ یَبُتُّ سے مشتق ہے بمعنی کاٹ دینا اسی وجہ سے طلاق البتۃ طلاق بائنہ کی سترہ اقسام میں سے ایک قسم ہے کیونکہ طلاق البتہ کے ذریعہ شوہر رشتہ نکاح کو کاٹ ڈالتا ہے اور بغیر نکاح جدید رجوع ممکن نہیں رہتا۔

یہ فریق کل چھ افراد ہیں:

ا۔ بیٹا ۲۔ باپ ۳۔ شوہر ۴۔ بیٹی ۵۔ ماں ۶۔ بیوی

فائدہ: ان چھ افراد میں سے شوہر، بیوی اور ماں کو بعض صورتوں میں (جن کا ذکر حجب نقصان کے باب میں گزر چکا ہے) حجب نقصان ہوتا ہے بخلاف بیٹا، بیٹی اور باپ کے کہ ان کو حجب نقصان بھی نہیں ہوتا کہ ان کا حصہ کسی دوسرے کی وجہ سے کبھی بھی کم نہیں ہوتا۔

---

[1] وضاحت: پہلی صورت میں میت کی حقیقی بہن موجود نہیں تھی تو اس وجہ سے علاتی بہن کو نصف حصہ ملا جب کہ دوسری صورت میں حقیقی بہن کی موجودگی کی وجہ سے علاتی بہن کو سدس مل رہا ہے تو اس طرح نصف سے سدس کی طرف حصے کا کم ہوجانا یہ حجب نقصان ہے۔

﴿وفريق يرثون بحال ويحجبون بحال﴾

ترجمہ: اور دوسرا فریق وہ ہے جو کسی حال میں تو وارث بنتے ہیں اور کسی حال میں حجب حرمان کے ساتھ محجوب ہوتے ہیں۔

وضاحت: یہاں سے حجب حرمان کے دوسرے فریق کا ذکر کر رہے ہیں جن کو بعض صورتوں میں حجب حرمان ہوتا ہے اور کبھی یہ وارث بنتے ہیں۔

فائدہ: ان مذکورہ چھ افراد کے علاوہ جن کو کبھی حجب حرمان نہیں ہوتا (یعنی فریق اول) ان کے علاوہ باقی جتنے ورثاء ہیں، سب فریق ثانی یعنی اس مذکورہ دوسری قسم میں داخل ہیں جن کو کبھی حجب حرمان ہوتا ہے چاہے یہ ورثاء ذوی الفروض میں سے ہوں چاہے عصبات میں سے سب فریق ثانی میں داخل ہیں۔

نوٹ: آگے مصنف وہ اصول بیان فرما رہے ہیں جن کے تحت فریق ثانی کے ورثاء میں کبھی حجب حرمان ہوسکتا ہے۔

﴿وهذا مبنى على اصلين (١) احد هما هو ان كل من يدلى الى الميت بشخص لايرث مع وجود ذلك الشخص سوىٰ اولاد الام فانهم يرثون معها لا نعدام استحقاقها جميع التركة (٢) والثاني الاقرب فالا قرب كماذكرنافي العصبات﴾

ترجمہ: اور محجوب ہونا (حجب حرمان کے ساتھ) دو قاعدوں پر مبنی ہے (۱) ایک قاعدہ یہ ہے کہ جو وارث میت کی طرف کسی دوسرے شخص کے واسطے سے منسوب ہوں وہ وارث ایسے شخص (واسطہ) کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتے سوائے اولاد ام (اخیافی بھائیوں) کے کہ وہ ماں کے ساتھ بھی وارث بنتے ہیں کیونکہ ماں پورے ترکے کی حقدار نہیں ہوتی اور (۲) دوسرا قاعدہ الاقرب فالاقرب ہے (یعنی میت کے قریبی رشتہ دار، بعیدی رشتے دار پر مقدم ہونگے) جس سے ابعد کو حجب حرمان ہوگا اقرب کے وجود کی وجہ سے۔

وضاحت: وارثوں میں حجب حرمان کا ہونا دو قاعدوں پر مبنی ہے:

پہلا قاعدہ: ایسا وارث جو میت کی طرف کسی دوسرے شخص کے واسطے سے منسوب ہوتا ہو تو وہ شخص اس واسطے کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتا بلکہ اس کو حجب حرمان ہوتا ہے گویا ذوالواسطہ واسطہ کی موجودگی میں محروم ہوتا ہے۔

مثال: جیسے دادا، باپ کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتا کیونکہ دادا باپ کے واسطے سے میت کا رشتہ دار ہے اس نسبت کی وجہ سے باپ دادا پر مقدم ہوگا اور باپ کی موجودگی میں دادا وارث نہیں ہوگا تو دادا کو باپ کی موجودگی میں حجب حرمان ہوا۔

مسئلہ (۶)

مثال: میـــــــــــــــت

باپ	دادا	بیٹا
سدس	محجوب	عصبہ
۱		۵

مذکورہ مثال میں باپ اور دادا دونوں موجود ہیں مگر دادا کو حصہ نہیں مل رہا ہے کیونکہ باپ موجود ہے تو دادا وراثت سے محروم ہوگا حجب حرمان کے ساتھ۔

سوی اولاد الام فانھم یرثون معھا :

فائدہ: مذکورہ قاعدے سے اخیافی بھائی بہن مستثنیٰ ہیں یعنی اگر ماں موجود ہو اور اخیافی بھائی وغیرہ بھی ہوں تو یہ وارث ہوتے ہیں ماں (جو کہ واسطہ ہے ان کو میت کی طرف منسوب کرنے میں) اس کی موجودگی میں بھی ان کو وراثت میں حصہ ملتا ہے کیونکہ ام پورے ترکے کی مستحق کسی بھی صورت میں نہیں ہوتی تو پورے ترکے کے وارث نہ ہونے کی وجہ سے واسطہ (یعنی ماں) کی موجودگی کے باوجود وارث بنتے ہیں۔

خلاصہ کلام: یہ ہے کہ اگر واسطہ جمیع ترکہ کا مستحق ہو تو ذوالواسطہ واسطہ کی موجودگی میں محروم ہو جاتا ہے مثلاً باپ واسطہ ہے اور یہ جمیع ترکہ کا مستحق بھی ہے لہٰذا باپ (واسطہ) کی موجودگی میں ذوالواسطہ (دادا) محروم ہوگا۔ یہ پہلا اصول ہوا۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ اگر واسطہ جمیع ترکہ کا مستحق نہ ہو تو پھر دو صورتیں ہیں۔

۱۔ ذوالواسطہ اور واسطہ ایک ہی جہت سے وارث بن رہے ہوں مثلاً: ماں اور نانی تو اس صورت میں بھی واسطہ کی موجودگی میں ذوالواسطہ محروم ہوگا لہٰذا ماں کی موجودگی میں نانی محروم ہوگی اگرچہ ماں جمیع ترکہ کی مستحق نہیں ہے۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ذوالواسطہ اور واسطہ الگ الگ جہت سے وارث بن رہے ہوں جیسے میت کی ماں اور میت کے ماں شریک بھائی اب اس صورت میں ماں واسطہ ہے (اور یہ سارے ترکہ کی مستحق بھی نہیں) اور اخیافی بھائی ذوالواسطہ ہیں لیکن ماں کی موجودگی میں ماں شریک بھائی وارث بنیں گے کیونکہ ماں ماں ہونے کی جہت سے وارث بن رہی ہے اور اخیافی بھائی میت کے بھائی ہونے کی جہت سے وارث بن رہے ہیں فلا حرمان۔ (شریفیہ ص:۴۸)

دوسرا قاعدہ: حجب حرمان کا دوسرا قاعدہ الاقرب فالاقرب ہے کہ میت کے ورثاء میں قریب والے کی موجودگی میں بعید والے وارثوں کو حجب حرمان ہوگا اس کی تفصیل باب العصبات میں گزر چکی ہے۔

مثال کے طور پر: اگر میت کا بھائی اور بیٹا دونوں زندہ ہوں تو بیٹا وارث ہوگا اور بھائی محروم کیونکہ بیٹا بھائی کے مقابلہ میں میت کے زیادہ قریب ہے لہٰذا قریب والے رشتے دار بعید والوں پر مقدم ہوں گے اور ان کی موجودگی میں بعید والے ورثاء کو کچھ نہیں ملے گا۔

مسئلہ (۸)

مثال: میـــــــــــــــــــت

بیوی	بیٹا	بھائی
ثمن	عصبہ	محروم
۱	۷	

مذکورہ مثال میں میت کی بیوی بیٹا اور بھائی موجود ہیں تو بیوی کو ثمن ملے گا اور بھائی بیٹے کی موجودگی کی وجہ سے محروم ہوگا تو مسئلہ

(۸) سے ہوگا بیوی کو ثمن یعنی ایک اور باقی سارا مال بیٹے کو ملے گا۔

﴿والمحروم لایحجب عندنا وعند ابن مسعود رضی اللہ عنہ یحجب حجب النقصان کالکافر والقاتل والرقیق﴾

ترجمہ : اور وارث محروم احناف کے نزدیک حاجب نہیں بنتا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک وارث محروم حجب نقصان کے ساتھ حاجب بنتا ہے جیسے کہ کافر، قاتل اور غلام۔

وضاحت: محروم کی تعریف:

محروم اس شخص کو کہتے ہیں جس کے اندر وارث بننے کی صلاحیت بالکل ہی موجود نہ ہو اور یہ وراثت کا حقدار کسی بھی صورت میں نہیں ہوتا۔ جیسے کہ قاتل، کافر، غلام، وغیرہ، بخلاف محجوب کے کہ اس میں وارث بننے کی صلاحیت ہوتی ہے اگر چہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حجب حرمان کی وجہ سے کچھ نہیں ملتا مگر ان میں وارث بننے کی صلاحیت بہر حال موجود ہوتی ہے۔

''والمحروم لایحجب'' صورۃ مسئلہ :

صورۃ مسئلہ یہ ہے کہ محروم جو کہ خود وارث نہیں بنتا کیا دوسرے وارثوں کے لئے حاجب بن سکتا ہے یا نہیں، تو اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

احناف اور جمہور کا مذہب:

محروم اپنے غیر کے لئے حاجب نہیں بنتا نہ حجب نقصان کر سکتا ہے اور نہ ہی حجب حرمان اسی مذہب کو جمہور صحابہ نے بھی اختیار کیا ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب:

ان کے نزدیک محروم حاجب بنتا ہے مگر صرف حجب نقصان کر سکتا ہے حجب حرمان نہیں یعنی محروم شخص، دوسرے وارث کے بڑے حصے کو کم حصے کی طرف منتقل کر سکتا ہے لیکن محروم شخص، کسی وارث کو وراثت سے بالکل محروم نہیں کر سکتا۔

احناف کی دلیل: عہد صحابہ میں یہ واقعہ پیش آیا ایک مسلمان عورت کا انتقال ہوا اس نے مسلمان شوہر اور دو مسلمان اخیافی بھائی اور ایک کافر بیٹا چھوڑا تو اس مسئلہ کا فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ شوہر کو نصف اور دونوں اخیافی بھائیوں کو ثلث اور جو باقی بچا وہ عصبات کے لئے ہوگا (مگر ان میں کافر بیٹا شامل نہیں) تو اس مسئلہ کی بناء پر احناف کا مذہب یہ ہے کہ محروم شخص حاجب نہیں بن سکتا (ورنہ یہاں صورت مسئلہ میں محروم بیٹا اگر حاجب ہوتا تو شوہر کا حصہ نصف کے بجائے ربع ہوتا اس طرح شوہر کے حصہ میں حجب نقصان ہوتا)

مذکورہ اختلاف کی مثال سے وضاحت: اگر میت کے ورثاء میں اس کا مسلمان شوہر اور دو اخیافی بھائی ایک چچا اور ایک کافر بیٹا موجود ہوں تو ایسی صورت میں وراثت کی تقسیم کیسے ہوگی تو اس میں تفصیل ہے۔

جمہور اور احناف کے نزدیک: جمہور اور احناف کے نزدیک چونکہ محروم شخص حاجب نہیں بنتا تو ان کے نزدیک مسئلہ اس

طرح ہوگا کہ۔

مسئلہ(٦)

مثال ١: میــــــــــــــــــــــت

شوہر	دواخیافی بھائی	عم	کافر بیٹا
نصف	ثلث	عصبہ	محروم
٣	٢	١	

وجہ استدلال: احناف کی وجہ استدلال یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مذکورہ مسئلے میں اسی طرح تقسیم فرمائی تھی اور کافر بیٹے کو حاجب نہیں بنایا تھا کیونکہ اگر وہ حاجب بنتا تو شوہر کو نصف کے بجائے ربع ملتا اور اخیافی بھائی کو کچھ نہیں ملتا تو چونکہ صحابہ کرام نے محروم کو حاجب نہیں بنایا تو اس سے پتہ چلا کہ محروم نہ تو حجب نقصان کرے گا اور نہ حجب حرمان گویا کہ اس کا وجود ہی نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے چونکہ محروم کو حاجب بنایا ہے اس لئے ان کے نزدیک مذکورہ مثال میں کافر بیٹا حاجب بنے گا اور حجب نقصان کریگا۔ حجب حرمان نہیں کریگا۔

مسئلہ(١٢) (عندابن مسعودؓ)

مثال ٢: میــــــــــــــــــــــت

شوہر	دواخیافی بھائی	عم	کافر بیٹا
ربع	ثلث	عصبہ	محروم
٣	٤	٥	

---

١ وضاحت: احناف کے نزدیک محروم حاجب نہیں بنتا تو یہاں پر بھی کافر بیٹا اپنے کفر کے سبب وراثت سے محروم ہے اور یہ حاجب بھی نہیں بنے گا تو شوہر کو نصف اور اخیافی بھائیوں کو ثلث ملے گا اور باقی عصبہ کے لئے ہوگا تو اب یہاں نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے ثلث سے ہو رہا ہے تو مسئلہ چھ سے ہوگا شوہر کو نصف (یعنی '٣') دواخیافی بھائیوں کو ثلث (یعنی '٢') اور باقی (ایک) عصبہ (یعنی چچا) کو ملے گا۔

٢ وضاحت: اب مذکورہ مثال میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک مسئلہ اس طرح ہوگا کہ کافر بیٹا حجب نقصان کرے گا ایسے حصہ داروں کے حق میں جن کا حصہ بیٹے کی موجودگی میں کم ہو جاتا ہے تو ان کے حق میں بیٹا موجود شمار ہوگا اس لئے شوہر کو ربع ملے گا کیونکہ، بیٹے کی موجودگی میں شوہر کا حصہ نصف سے کم ہو کر ربع ہو جاتا ہے بخلاف وہ حصے دار جن کا حصہ بیٹے کی موجودگی میں بالکل ختم ہو جاتا ہے ان کے حق میں بیٹا حاجب نہیں بنے گا اور ان کے حق میں بیٹے کو مردہ شمار کریں گے اس لئے دواخیافی بھائی جن کو بیٹے کی موجودگی میں کچھ نہیں ملتا ان کو یہاں پر ثلث ہی ملے گا کیونکہ ان کے حق میں بیٹا حاجب بـحـجـب حرمان نہیں بن رہا۔ تو اب مسئلہ اس طرح ہوگا کہ شوہر کا حصہ ربع اور اخیافی بھائیوں کا ثلث ہے تو ربع کا اجتماع ثلث ہو رہا ہے تو مسئلہ (١٢) سے ہوگا شوہر کو ربع یعنی (١٣) دواخیافی بھائیوں کو ثلث یعنی (٤) اور باقی (حصے) چچا کو '٥' حصے بطور عصبہ کے مل جائیں گے۔

﴿والمحجوب يحجب بالاتفاق كالاثنين من الاخوة والاخوات فصاعدا من اى جهة كانا فانهما لايرثان مع الاب ولكن يحجبان الام من الثلث الى السدس﴾

ترجمہ : اور وارث محجوب حجب حرمان کے ساتھ بالاتفاق حاجب بنتا ہے جیسے کہ دو بھائی بہن یا زیادہ ہوں جس جہت سے بھی ہوں وارث نہیں ہوتے باپ کے ساتھ لیکن یہ دونوں ماں کو ثلث سے کم کر کے سدس کی طرف لے جاتے ہیں (پس بھائی بہن خود محروم ہونے کے باوجود میت کی ماں کے حصے کو ثلث سے گھٹا کر سدس کی طرف لے گئے۔

وضاحت: مصنف یہاں سے یہ بیان فرما رہے ہیں کہ جو شخص حجب حرمان کے ساتھ محجوب ہوتا ہے وہ غیر کے حق میں حاجب بن سکتا ہے تو حجب حرمان بھی کر سکتا ہے اور حجب نقصان بھی جیسے کہ اس کی مثال مصنفؒ نے کتاب میں بیان کی کہ اگر دو بھائی بہن ہوں چاہے اخیافی، علاتی یا حقیقی کسی بھی جہت سے ہوں میت کی ماں کے حق میں حجب نقصان کرتے ہیں۔

حالانکہ وہ خود باپ کی موجودگی کی وجہ سے محجوب ہیں حجب حرمان کے ساتھ۔

حجب نقصان کی مثال: میت کے ورثا میں باپ، دو بھائی اور ماں موجود ہیں اب یہاں دونوں بھائی باپ کی موجودگی کی وجہ سے محجوب ہیں حجب حرمان کے ساتھ کہ ان کو وراثت میں سے کچھ نہیں ملے گا لیکن اس کے باوجود یہ ماں کے حصے میں حجب نقصان کر دیتے ہیں ماں کو ثلث کے بجائے سدس مل رہا ہے۔ (کمافی الکتاب)

مسئلہ (٦)

مثال[1]: میت

باپ	ماں	دو بھائی
عصبہ	سدس	محروم
٥	١	

حجب حرمان کی مثال: وہ محجوب جو خود حجب حرمان کے ساتھ محجوب ہو اور دوسرے کے حق میں بھی حجب حرمان کرے اس کی مثال یہ ہے کہ ورثاء کے رشتے داروں میں باپ، دادی اور پرنانی موجود ہوں تو ایسی صورت میں باپ دادی کے حق میں حجب حرمان کرے گا اور اس کے ساتھ ساتھ دادی خود حاجب بنے گی پرنانی کے لئے اور پرنانی بھی وراثت سے محروم ہوگی۔

(تو دادی، باپ کی وجہ سے وراثت نہ لے سکی اور اس دادی نے پرنانی کو بھی وراثت نہیں لینے دی) (شریفیہ ص: ٥٠)

مسئلہ (١)

مثال[2]: میت

باپ	دادی (ام الاب)	پرنانی (ام ام الام)
عصبہ	محجوب	محجوب
١	بحجب حرمان	بحجب حرمان

---

[1] تفصیل: مذکورہ مثال میں باپ عصبہ ہے کیونکہ اولاد وغیرہ موجود نہیں دونوں بھائی باپ کی وجہ سے محجوب ہیں اور ماں کو سدس مل رہا ہے بھائیوں کی موجودگی کی وجہ سے تو مسئلہ '٦' سے ہوگا ماں کو سدس یعنی ایک اور باقی پانچ حصے باپ کو بطور عصبہ کے ملیں گے۔ (اگر یہ دونوں بھائی ماں کے حصے کو کم نہ کرتے تو ماں کو ثلث ١/٣ ملتا)

[2] تفصیل: اب یہاں پر باپ عصبہ ہے اور یہ دادی کے حق میں حجب حرمان کر رہا ہے کیونکہ باپ کی موجودگی میں دادی وارث نہیں ہوتی اور دادی پرنانی کے حق میں حجب حرمان کر رہی ہے تو یہاں مسئلہ میں صرف باپ وارث ہے تو مسئلہ ایک سے ہوگا کیونکہ باپ عصبہ ہے اور یہ سارا حصہ باپ کو ملے گا۔ (شریفیہ ص: ٥٠)

باب مخارج الفروض

اعلم ان الفروض المذکورۃ فی کتاب اللّٰہ تعالیٰ نوعان الاول النصف والربع والثمن والثانی الثلثان والثلث والسدس علی التضعیف والتنصیف

ترجمہ: جان لیں کہ قرآن میں جتنے حصے مذکور ہیں ان کی دو قسمیں ہیں (۱) قسم اول نصف (آدھا) اور ربع (چوتھائی) اور ثمن (آٹھواں) ہے اور (۲) قسم ثانی ثلثان (دو تہائی) اور ثلث (ایک تہائی) اور سدس (چھٹا حصہ) ہے۔ تضعیف اور تنصیف کے طریقہ پر۔

باب مخارج الفروض:

اصحاب الفرائض اور ان کے حصوں اور عصبات کے بیان کے بعد اب مصنف یہاں اس باب میں ان ضوابط اور قواعد کا بیان فرمار ہے ہیں جن قواعد کی طرف تر کے کی تقسیم کے وقت ضرورت پڑتی ہے تو لہٰذا یہاں سے تر کے کی تقسیم کا طریقہ کار بیان ہو رہا ہے

مخارج الفروض: یہ دو الفاظ ہیں (۱) فروض (حصے، سہام) (۲) مخارج، وہ عدد جس سے تر کہ تقسیم کیا جائے۔ کتاب اللہ میں تر کہ کے ورثہ کے چھ طرح کے فروض (سہام) ذکر کیئے گئے ہیں۔ آسانی کے لئے اس کی دو نوعیں قائم کی گئی ہیں

(۱) نوع اول: نصف، ربع، ثمن۔ (۲) نوع ثانی: ثلثان، ثلث، سدس۔

علی التضعیف: مصنف کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ نوع اول کا ہر فرض دوسرے فرض کا دوگنا ہے جیسے نصف دوگنا ہے ربع ۱/۴ کا اور ربع (چوتھائی) دوگنا ہے ثمن (آٹھویں حصہ ۱/۸) کا اسی طرح نوع ثانی کا ہر فرض (سہم) دوسرے فرض (سہم) کا ڈبل ہے دیکھئے ثلثان (دو تہائی ٪۶۶) ڈبل ہے (ایک تہائی ٪۳۳) ثلث کا اور ثلث (ایک تہائی ٪۳۳) دوگنا ہے سدس (چھٹا حصے ٪۱۶) کا۔

والتنصیف: تنصیف کا مطلب یہ ہے کہ نوع کا ہر فرض دوسرے فرض کا آدھا ہے جیسے ثمن (آٹھواں حصہ ٪۱۲) آدھا ہے ربع چوتھائی (٪۲۵) اور ربع (٪۲۵) آدھا ہے نصف (٪۵۰) کا اسی طرح نوع ثانی کا ہر فرض دوسرے فرض کا آدھا ہے جیسے سدس چھٹا حصہ (٪۱۶) آدھا ہے ثلث (٪۳۳) کا۔ اور ثلث (٪۳۳) آدھا ہے ثلثان (٪۶۶) کا۔

مخارج الفروض: گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ جتنے حصے بھی کتاب اللہ میں آئے ہیں وہ سب کسور ہیں یعنی عدد صحیح نہیں ہیں جیسے نصف (٪۵۰) ربع (٪۲۵) وغیرہ اور یہ ضابطہ ہے کہ جو کسر (عدد غیر صحیح) ہوتا ہے اس کا مخرج وہ کم سے کم عدد ہوتا جس عدد سے یہ کسر صحیح اکائی کی صورت میں آجائے مثلاً: ۲/۱ النصف یہ ایک وارث کا فرض ہے یعنی (٪۵۰) تو جب ہم نے کسی آدمی کو کسی شئی کا نصف دینا ہو تو ہم اس شے کے (دو حصے) کر کے ایک حصہ اس شخص کو دے دینگے تو معلوم ہوا کہ نصف دینے کے لئے اس کا مخرج فرض '۲' ہوتا ہے اس لئے ہم نے اس شے کے دو حصہ کیئے ہیں۔ اسی طرح ایک وارث کو تر کہ کا ثلث (۱/۳) دینا ہو تو ہم تر کہ کے (تین) حصے بنا کر ایک حصہ اس وارث کو دے دینگے تو ثلث کا مخرج فرض ثلثہ (تین) ہوا۔ اسی طرح کسی وارث کا حصہ ربع (۱/۴) ہے تو ہم تر کہ کے چار حصے بنا کر چوتھا حصہ اس وارث کو دینگے تو ربع کا مخرج فرض اربعۃ (چار) ہوا۔ (مستفاد من الشریفیہ ص: ۵۰-۵۱)

تو معلوم ہوا کہ مخرجِ فرض وہ کم سے کم عدد ہوتا ہے جس سے یہ حصہ صحیح اکائی کی شکل میں سامنے آجائے۔

﴿فاذاجاء فی المسائل من هذه الفروض احاد احاد فمخرج کل فرض سمیه الا النصف[۱] وهو من اثنین کالربع[۲] من اربعة والثمن[۳] من ثمانیة والثلث[۴] من ثلثة﴾

ترجمہ : پس جب مسائلِ فرائض میں ان چھ فرضوں میں سے ایک ایک فرض آئے تو ہر فرض کا مخرج اس کا ہم نام ہوگا علاوہ نصف کے کہ اس کا مخرج فرض دو ہے۔ جیسے ربع چار سے (نکلے گا) اور ثمن آٹھ سے اور ثلث تین سے۔

تشریح: پہلا اصول: مصنف یہاں سے ترکے کی تقسیم سے متعلق پہلے اصول کو بیان فرمارہے ہیں کہ جب مسئلے میں صرف ایک فرد اصحاب فرائض میں سے ہو تو ایسی صورت میں اس صاحب فرض کا جو مخرج فرض ہے اس سے مسئلہ بنے گا سوائے نصف کے کہ اس کا مخرج فرض دو ہے باقی تمام حصوں کے مخرج ان کے ہم نام ہیں جیسے کے ربع کا مخرج فرض چار، ثمن کا آٹھ، ثلث اور ثلثان کا تین اور سدس کا چھ ہے۔

---

[۱] نوع اول کی مثالیں:

مثالیں: النصف: اگر مسئلے میں اصحاب فرائض میں سے صرف نصف حصہ والا وارث ہو تو اس صورت میں مسئلہ اس کے مخرج فرض یعنی (۲) سے بنے گا جیسے: میت کی ایک بیٹی ہے اور ایک حقیقی بھائی ہے تو بیٹی کو نصف ملے گا، اب نصف کا مخرج فرض (۲) ہے تو مسئلہ (۲) سے ہوگا (۲) کا نصف (۱) ہے تو بیٹی کو (۱) اور بقیہ (۱) بھائی کو بطور عصبہ مل جائے گا۔

مسئلہ (۲)

مثال: میــــــــــــــــــــــــــت

بنت	اخ عینی
نصف	عصبہ
۱	۱

[۲] ربع کی مثال: اگر مسئلے میں اصحاب فرائض میں سے صرف ربع کے حصہ والا ہو تو مسئلہ ربع کے مخرج فرض یعنی چار سے بنے گا جیسے میت کا صرف شوہر اور اس کا ایک بیٹا موجود ہے تو اس صورت میں شوہر کو اولاد کے ہونے کی وجہ سے ربع ملے گا اور بیٹا بطور عصبہ کے مابقیہ مال لے گا۔

مسئلہ (۴)

مثال: میــــــــــــــــــــــــــت

شوہر	بیٹا
ربع	عصبہ
۱	۳

وضاحت: مسئلے میں صرف شوہر اور ایک بیٹا ہے تو شوہر کو اس صورت میں ربع ملے گا مسئلہ اس کے مخرج فرض یعنی (۴) سے ہوگا۔ (۴) کا ربع (۱) شوہر کو دیا اور مابقیہ (۳) عصبہ کو دے دیا۔

۳۔ ثمن کی مثال: اگر مسئلے میں اصحاب فرائض کے حصوں میں سے صرف ثمن ہو تو مسئلہ اس کے مخرج فرض یعنی (۸) سے ہوگا۔

مسئلہ (۸)

مثال: میت

بیوی	ایک بیٹا
ثمن	عصبہ
۱	۷

وضاحت: مسئلے میں میت کی بیوی ہے جس کو اولاد کی موجودگی میں ثمن ملتا ہے اور کوئی نہیں ہے تو مسئلہ اس کے مخرج فرض (۸) سے ہوگا (۸) کا ثمن (۱) ہے تو وہ بیوی کو مل جائے گا مابقیہ (۷) حصے بیٹے کو ملیں گے۔

۴۔ نوع ثانی کی مثالیں: ثلث کی مثال: اگر مسئلے میں اصحاب الفرائض کے حصوں میں سے صرف ثلث ہو تو مسئلہ اس کے مخرج فرض یعنی (۳) سے ہوگا۔

مسئلہ (۳)

مثال: میت

ماں	حقیقی بھائی
ثلث	عصبہ
۱	۲

وضاحت: مسئلے میں میت کی ماں ہے جس کو ایک بھائی کی موجودگی میں بھی ثلث ملتا ہے اور اس کے علاوہ کوئی صاحب فرض نہیں تو مسئلہ اس کے مخرج یعنی (۳) سے ہوگا (۳) کا ثلث (۱) ہے وہ ماں کو ملے گا مابقیہ (۲) بھائی کو بطور عصبہ کے مل جائیں گے۔

ثلثان کی مثالیں: اگر مسئلے میں اصحاب الفرائض میں سے صرف وہ شخص ہو جس کا حصہ ثلثان ہوتا ہے اس کے علاوہ کوئی نہ ہو تو مسئلہ اس کے مخرج فرض (۳) سے ہوگا جیسے:

مسئلہ (۳)

مثال: میت

بنتان	عم
ثلثان	عصبہ
۲	۱

وضاحت: مذکورہ بالاصورت میں بنتان ہے جن کو ثلثان ملتا ہے اور کوئی نہیں ہے تو مسئلہ اس کے مخرج فرض یعنی (۳) سے ہوگا بیٹیوں کو (۲) حصے اور چچا کو (۱) حصہ مل جائے گا۔

سدس کی مثال: اگر مسئلے میں اصحاب الفرائض میں سے صرف وہ شخص ہو جس کا حصہ سدس ہوتا ہے اور کوئی نہ ہو تو مسئلہ اس کے مخرج فرض یعنی '٦' سے ہوگا۔

مسئلہ(٦)

مثال: میـــــــــــــــــــت

اب	ابن
سدس	عصبہ
۱	۵

وضاحت: صورت مسئلہ میں میت کے والد ہیں جنہیں بیٹے کی موجودگی میں سدس ملتا ہے اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے تو مسئلہ اس کے مخرج فرض یعنی (٦) سے ہوگا (٦) کا سدس (۱) ہے جو باپ کو ملے گا مابقیہ (۵) حصے بیٹے کو مل جائیں گے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

مشق: (۱) میـــــــــــــــــــت

ابن زوجۃ

(۲): میـــــــــــــــــــت

بنت بنت عم

(۳): میـــــــــــــــــــت

اب بنت

(۴): میـــــــــــــــــــت

اخت لام اخت لام ابن عم

(۵): میـــــــــــــــــــت

اخ لام عم

(٦): میـــــــــــــــــــت

بنت ابن ابن

❀❀❀

﴿واذا جاء مثنیٰ[1] او ثلث وهما من نوع واحد فكل عدد يكون مخرجا لجزء فذلك العدد ايضا يكون مخرجا لضعف ذلك الجزء ولضعف ضعفه كالستة هي مخرج للسدس ولضعفه ولضعف ضعفه﴾

ترجمہ: اور جب (مسئلے میں ایک ہی نوع کے اصحاب فرائض میں سے) دو یا تین حصے جمع ہو جائیں اور وہ دونوں ایک ہی نوع کے ہوں تو جو عدد ایک حصے کا مخرج ہو گا وہ عدد اس کے دوگنا اور دوگنا کے دوگنا کا بھی مخرج ہو گا جیسے چھ کہ یہ سدس کا اور سدس کے دوگنے (ثلث) کا اور ثلث کے دوگنے (ثلثان) کا مخرج ہے۔

تشریح: دوسرا اصول: مصنف یہاں دوسرا اصول بیان فرما رہے ہیں کہ اگر مسئلے میں اصحاب الفرائض میں دو یا تین لوگ جمع ہو جائیں اور وہ سب نوع واحد سے تعلق رکھتے ہوں تو ان میں سے جو چھوٹا حصہ ہے اس کا مخرج فرض اس کے دوگنے اور دوگنے سے دوگنے والے حصے کے لئے بھی مخرج فرض بنے گا جیسے اگر مسئلے میں نوع اول کے نصف ربع اور ثمن کا اجتماع ہو جائے اور کوئی دوسرا نہ ہو تو مسئلہ ثمن کے مخرج فرض (۸) بنے گا اور (۸) کے مطابق ہی نصف اور ربع والوں کو حصہ دیا جائے گا۔ کیونکہ ثمن اس نوع اول کے مذکورہ حصوں میں سے سب سے چھوٹا حصہ ہے اور ثمن کا مخرج (۸) ہے تو یہ (۸) ثمن کے دوگنے ربع (۱/۴) کا بھی مخرج ہو گا اور ثمن کے دوگنے (ربع) کے دوگنے (نصف) (۱/۲) کا یہ ہی مخرج فرض ہو گا۔

---

[1] مثالیں: نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع اول کے ہی ربع کے ساتھ ہو اس کی مثال:

مسئلہ (۴)

مثال: میــــــــــــــــــــــــــت

زوج	بنت	عم
ربع	نصف	عصبہ
۱	۲	۱

وضاحت: مذکورہ بالا صورت میں صرف شوہر ہے اور ایک بیٹی اور ایک چچا ہے تو شوہر کو ربع اور بنت کو نصف اور چچا کو بطور عصبہ کے ملے گا اب نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع اول کے ہی ربع کے ساتھ ہے اور ربع چھوٹا ہے نصف سے تو اس کے مخرج فرض یعنی '۴' سے مسئلہ ہو گا '۴' کا ربع (ایک) ہے وہ شوہر کو ملے گا اور (۴) کا نصف '۲' ہے تو وہ بیٹی کو ملے گا اور چچا کو ما بقیہ '۱' حصہ ملے گا۔

(۲) نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع اول کے ثمن کے ساتھ ہو

مسئلہ (۸)

مثال: میــــــــــــــــــــــــــت

زوجہ	عم	بنت
ثمن	عصبہ	نصف
۱	۳	۴

وضاحت: مذکورہ بالا صورت میں میت کی زوجہ اور بیٹی اور چچا ہے تو زوجہ کو ثمن ملے گا اور بنت کو نصف اور عصبہ کو مابقیہ ملے گا۔ نصف کا اجتماع ثمن کے ساتھ ہوا ہے۔ اور ثمن کم ہے تو مسئلہ اس کے فرض یعنی (۸) سے ہوگا اور اسی سے بنت اور عم کو حصہ ملے گا (۸) کا ثمن (۱) ہے وہ زوجہ کو مل گیا اور (۸) کا نصف (۴) ہے وہ بیٹی کو مل گیا اور مابقیہ (۳) حصے چچا کو مل گئے۔

(۳) نوع ثانی کے ثلث کا اجتماع نوع ثانی کے ثلثان کے ساتھ ہو:

مسئلہ (۳)

مثال: میــــــــــــــــــــــــــــت

اختان لام	واختان لام واب
ثلث	ثلثان
۱	۲

وضاحت: صورت مسئلہ میں دو اخیافی بہنیں اور دو حقیقی بہنیں ہیں دو اخیافی بہنوں کو ثلث مل جائے گا اور حقیقی بہنوں کو (دو ہیں اس لئے) ثلثان ملے گا۔ سب سے کم مخرج فرض ثلث کا (۳) ہے تو اس سے مسئلہ ہوگا (۳) کا ثلث (۱) ہے وہ اخیافی بہنوں کو ملے گا اور (۳) کا ثلثان (۲) ہے وہ حقیقی بہنوں کو ملے گا۔

(۴) نوع ثانی کے ثلث کا اجتماع نوع ثانی کے سدس کے ساتھ ہو:

مسئلہ (۶)

مثال: میــــــــــــــــــــــــــــت

ماں	دو اخیافی بہنیں	چچا
سدس	ثلث	عصبہ
۱	۲	۳

وضاحت: صورت مسئلہ میں ماں ہے جس کو دو اخیافی بہنوں کی موجودگی میں بھی سدس ملتا ہے اور دو اخیافی بہنوں کو ثلث ملتا ہے مابقیہ چچا کو بطور عصبہ کے ملے گا۔ تو سب سے کم حصہ سدس ہے لہٰذا اس کے مخرج فرض (۶) سے مسئلہ ہوگا۔ (۶) کا سدس (۱) ہے وہ ماں کو مل جائے گا اور (۶) کا ثلث (۲) ہے وہ اخیافی بہنوں کو ملے گا اور چچا کو بقیہ (۳) حصے مل جائیں گے۔

فی الشریفیہ: کما اذا ترک اماً واختین لام کانت من ستة اجتمع فی المسئلة السدس والثلث. (ص: ۲ ۵ شریفیه)

(۵) نوع ثانی کے ثلثان کا اجتماع نوع ثانی کے ہی سدس کے ساتھ ہو:

﴿فی الشریفیہ: او اجتمع فیه السدس والثلثان کما اذا ترک اما واختین لاب وام فهی من ستة ایضا﴾

مسئلہ(۶)

مثال: میـــــــــــــــــــــــــــــت

ماں	دو حقیقی بہنیں	چچا
سدس	ثلثان	عصبہ
۱	۴	۱

وضاحت: صورت مسئلہ میں ایک ماں ہے جس کو دو بیٹیوں کی موجودگی میں سدس ملتا ہے اور دو حقیقی بہنیں ہیں جن کا حصہ ثلثان ہے اور کوئی نہیں ہے (صاحب فرض میں سے) صرف ایک عصبہ ہے تو ثلثان کا اجتماع سدس کے ساتھ ہو رہا ہے

اور سدس سب سے کم حصہ ہے تو مسئلہ اس کے مخرج فرض یعنی (۶) سے ہوگا (۶) کا سدس (۱) ہے وہ ماں کو ملے گا اور (۶) کا ثلثان (۴) ہے وہ بیٹیوں کو ملے گا باقی (۱) حصہ عصبہ کو مل جائے گا۔

(۶) نوع ثانی کے ثلث کا اجتماع نوع ثانی کے ثلثان اور سدس کے ساتھ ہو:

مسئلہ(۶) عول (۷) کی طرف

مثال: میـــــــــــــــــــــــــــــت

ماں	دو اخیافی بہنیں	دو حقیقی بہنیں
سدس	ثلث	ثلثان
۱	۲	۴

وضاحت: مذکورہ بالا صورت میں ماں ہے جس کا حصہ سدس ہے اور اخیافی بہنوں کا حصہ ثلث ہے نیز حقیقی بہنوں کا حصہ ثلثان ہے تو نوع ثانی کے تینوں حصے جمع ہو رہے ہیں لہٰذا ان میں سے جو سب سے کم والا حصہ (ہے یعنی سدس مسئلہ اس) کے مخرج فرض یعنی (۶) سے ہوگا (۶) کا سدس (۱) ہے وہ ماں کو ملے گا اور (۶) کا ثلث (۲) ہے وہ اخیافی بہنوں کو ملے گا اور (۶) کا ثلثان (۴) ہے وہ حقیقی بہنوں کو مل جائے گا گویا مسئلہ '۷' کی طرف عول ہوگا۔ (حاشیہ مکمل ہوا)

مشق:(۱) میـــــــــــــت
ام — اختین لأب وام

مشق:(۲) میـــــــــــــت
ام — اختین لاب وام — اختین لام

مشق:(۳) میـــــــــــــت
اختین لام، اختین لاب ولام

مشق:(۴) میـــــــــــــت
زوجہ — ابن العم — بنت

مشق:(۵) میـــــــــــــت
زوج — بنت — عمان

(شریفیہ ص:۵۲)

﴿واذا اختلط النصف[1] من الاول بکل الثانی اوببعضہ فھو من ستۃ﴾

ترجمہ: جب نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے کل حصوں یا بعض حصوں کے ساتھ ہو جائے تو وہ (مسئلہ) چھ سے ہوگا۔

تشریح: تیسرا اصول: یہاں مصنف نے مخارج فرض نکالنے کا تیسرا قاعدہ بیان کیا ہے کہ اگر نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے کل یعنی ثلث، ثلثان اور سدس کے ساتھ ہو تو مسئلہ اس صورت میں (چھ) سے بنے گا اور اسی کے مطابق سب کو حصے دیئے جائیں گے۔اسی طرح اگر نصف کا اجتماع نوع ثانی کے کسی بھی ایک حصے کے ساتھ ہو تب بھی مسئلہ (۶) سے ہوگا۔

---

[1] نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے کل کے ساتھ ہو:

مسئلہ (۶) عول ہوگا (۱۰) کی طرف

مثال: میـــــــــــــــــــــــــت

زوج	ام	اختین لام	اختین لام واب
نصف	سدس	ثلث	ثلثان
۳	۱	۲	۴

وضاحت: صورت مسئلہ میں میت کا زوج ہے جس کو عند عدم الاولاد نصف ملتا ہے اور ماں ہے جس کو دو بہنوں کی موجودگی میں سدس ملتا ہے اور دو اخیافی بہنوں کو ثلث میں شریک کریں گے اور دو حقیقی بہنوں کو ثلثان ملے گا۔تو یہاں نصف کا اجتماع نوع ثانی کے کل یعنی سدس۔ثلث اور ثلثان سے ہو رہا ہے تو مسئلہ اب (۶) سے ہوگا (۶) کا نصف (۳) ہوتا ہے وہ شوہر کو ملے گا (۶) کا سدس (۱) ہے وہ ماں کو ملے گا (۶) کا ثلث (۲) ہے وہ اخیافی بہنوں کو ملے گا۔اور (۶) کا ثلثان (۴) ہے وہ حقیقی بہنوں کو ملے گا اس طرح کل حصے (۱۰) ہوئے اور مسئلہ (۶) سے بنایا تھا تو گویا یہاں (۱۰) کی طرف عول ہوگا۔

نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے ثلث کے ساتھ ہو:

مسئلہ (۶)

مثال: میـــــــــــــــــــــــــت

زوج	اختین لام	عم
نصف	ثلث	عصبہ
۳	۲	۱

(شریفیہ ص: ۵۳)

وضاحت: صورت مسئلہ میں شوہر، اختین لام اور عم ہے شوہر کا حصہ نصف ہے لعدم الاولاد، اخیافی بہنوں کا حصہ ثلث ہے۔اور عم عصبہ ہے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے ثلث کے ساتھ ہو رہا ہے تو اس صورت میں مسئلہ (۶) سے ہوگا۔(۶) کا نصف (۳) ہے۔وہ شوہر کو ملے گا۔(۶) کا ثلث (۲) ہے وہ اخیافی بہنوں کا ہوگا اور عصبہ کو باقی (۱) حصہ مل جائے گا۔

نوعِ اول کے نصف کا اجتماع نوعِ ثانی کے ثلثان سے ہو:

مسئلہ(۶)عول(۷)

مثال: میـــــــــــــــــــت

زوج	اختین لاب وام
نصف	ثلثان
۳	۴

وضاحت: مذکورہ مثال میں شوہر کو نصف اور حقیقی بہنوں کو ثلثان مل رہا ہے نصف کا اجتماع ثلثان سے ہوا اس صورت میں مسئلہ(۶) سے ہوگا۔(۶) کا نصف (۳) ہوتا ہے وہ زوج کو مل جائے گا (۶) کا ثلثان (۴) ہوتا ہے وہ حقیقی بہنوں کو مل جائے گا کل سہام ۷ ہوئے تو گویا مسئلہ(۷) کی طرف عول ہوگا۔

نوعِ اول کے نصف کا اجتماع نوعِ ثانی کے سدس سے ہو:

مسئلہ ۶

مثال: میـــــــــــــــــــت

ام	بنت	عم
سدس	نصف	عصبہ
۱	۳	۲

وضاحت: اس مثال میں میت کی صرف ماں، ایک بیٹی اور عم ہے ماں کو سدس بیٹی کی وجہ سے بیٹی کو نصف اکیلے ہونے کی بناء پر اور عم کو بطور عصبہ کے ملے گا نصف کا اجتماع سدس سے ہو رہا ہے مسئلہ(۶) سے ہوگا (۶) کا سدس (۱) ماں کا۔(۶) کا نصف (۳) بیٹی کا اور مابقیہ (۲) حصے عصبہ کے ہوں گے۔

نصف کا اجتماع ثلث اور ثلثان کے ساتھ ہو:

مسئلہ ۶ عول ۹

مثال: میـــــــــــــــــــت

زوج	اختان لام واب	اختان لام
نصف	ثلثان	ثلث
۳	۴	۲

وضاحت: صورت مسئلہ میں زوج کا حصہ نصف ہے حقیقی بہنوں کا حصہ ثلثان ہے اور اخیافی بہنوں کا حصہ ثلث ہے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے ثلث اور ثلثان سے ہو رہا ہے مسئلہ (٦) سے ہوگا (٦) کا نصف (٣) شوہر کو ملے گا اور (٦) کا ثلث (٢) اخیافی بہنوں کو ملے گا اور (٦) کا ثلثان (٤) حقیقی بہنوں کو ملے گا مسئلہ عول ہو جائے گا (٩) کی طرف۔

نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے ثلثان اور سدس سے ہو:

مسئلہ (٦) عول (٨)

مثال: میـــــــــــــــــــــــــــت

زوج	ام	اختان لاب وام
نصف	سدس	ثلثان
٣	١	٤

وضاحت: مذکورہ بالا صورت مسئلہ میں میت کا شوہر ایک ماں اور صرف دو حقیقی بہنیں ہی ہیں تو شوہر کو نصف ماں کو سدس اور حقیقی بہنوں کو ثلثان ملے گا۔ (٦) کا نصف (٣) شوہر کو ملے گا اور (٦) کا سدس (١) ماں کو ملے گا اور (٦) کا ثلثان (٤) حقیقی بہنوں کو ملے گا کل حصے (٨) ہوئے تو گویا مسئلہ (٨) کی طرف عول ہوگا۔ (شریفیہ ص:٥٣)

نصف کا اجتماع ثلث اور سدس کے ساتھ ہو:

مسئلہ (٦)

مثال: میـــــــــــــــــــــــــــت

زوج	اختین لام	ام
نصف	ثلث	سدس
٣	٢	١

وضاحت: اس مسئلے میں زوج کو نصف مل رہا ہے اخیافی بہنوں کو ثلث اور ماں کو سدس مل رہا ہے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے بعض یعنی ثلث اور سدس سے ہے تو مسئلہ (٦) سے ہوگا (٦) کا نصف یعنی (٣) حصے شوہر کے ہوں گے۔ (٦) کا ثلث یعنی (٢) حصے اخیافی بہنوں کے ہوں گے۔ (٦) کا سدس یعنی (١) حصہ ماں کا ہوگا۔

﴿واذا اختلط الربع بكل الثاني او ببعضه فهو من اثنيٰ عشر﴾

ترجمہ: جب نوع اول کے ربع کا اجتماع نوع ثانی کے کل یا اس کے بعض کے ساتھ ہو تو وہ (مسئلہ) بارہ سے ہوگا۔

تشریح: چوتھا اصول: یہاں مصنفؒ مخرج فرض نکالنے کا چوتھا اصول بیان کر رہے ہیں کہ اگر مسئلے میں نوع اول کے ربع کا اجتماع نوع ثانی کے کل یعنی سدس، ثلث اور ثلثان سے ہو یا بعض سے ہو تو مسئلہ (۱۲) سے ہوگا۔

---

۱ ربع کا اجتماع نوع ثانی کے کل سے ہو:

مسئلہ (۱۲) عول (۱۷)

مثال: میــــــــــــــــــــت

زوجہ	ام	اختین لاب وام	اختین لام
۳	۲	۸	۴

وضاحت: یہاں پر اولاد نہ ہونے کی وجہ سے بیوی کو ربع مل رہا ہے اور ماں کا حصہ سدس ہے کیونکہ دو بہنوں سے زیادہ موجود ہیں اور حقیقی بہنوں کو ترکہ کا ثلثان (۲/۳) ملے گا اور ماں شریک بہنوں کو ترکہ کا ثلث (۱/۳) ملے گا تو یہاں ربع کے ساتھ سدس، ثلثان، ثلث، آ رہے ہیں یہ نوع ثانی کے تینوں حصے ہیں تو ربع کا اجتماع نوع ثانی کے کل کے ساتھ ہو رہا ہے لہٰذا مسئلہ (۱۲) سے ہوگا (۱۲) کا ربع (۳) ہے یہ بیوی کا حصہ ہے لہٰذا بیوی کو (۳) ملے گا۔ (۱۲) کا سدس (۲) ماں کو ملے گا۔ (۱۲) کا ثلثان (۸) حقیقی بہنوں کو ملے گا اور (۱۲) کا ثلث (۴) ماں شریک بہنوں کو ملے گا تو کل فروض (حصے) (۱۷) ہو گئے لہٰذا مسئلہ (۱۲) سے (۱۷) کی طرف عول کریگا۔ (شریفیہ ص:۵۳ حاشیہ نمبر ۶)

(۲) نوع اول کے ربع کا اجتماع نوع ثانی کے بعض یعنی ثلثان سے ہو:

مسئلہ (۱۲)

مثال: میــــــــــــــــــــت

زوج	بنتان	عم
ربع	ثلثان	عصبہ
۳	۸	۱

وضاحت: صورت مسئلہ میں ربع کا اجتماع ثلثان سے ہو رہا ہے لہٰذا مسئلہ (۱۲) سے ہوگا اس صورت میں زوج کو ربع مل رہا ہے تو چونکہ (۱۲) کا ربع (۳) ہوتا ہے تو (۳) حصے زوج کے ہوں گے۔ اس طرح بنتان کو ثلثان ملے گا تو (۱۲) کا ثلثان (۸) ہوتا ہے وہ بیٹیوں کو ملے گا۔ عصبہ کو مابقیہ (۱) مل جائے گا۔ (شریفیہ ص:۵۳)

(۳) نوع اول کے ربع کا اجتماع نوع ثانی کے ثلث کے ساتھ ہو:

مسئلہ (۱۲)

مثال: میـــــــــــــت

زوجۃ	اختان لام	عم
ربع	ثلث	عصبہ
۳	۴	۵

وضاحت: اس صورت میں میت کی صرف بیوی دو اخیافی بہنیں اور چچا موجود ہیں تو زوجہ کو ربع اخیافی بہنوں کو ثلث اور عم کو بطور عصبہ ملے گا۔ (۱۲) کا ربع (۳) ہے وہ زوجہ کو ملے گا۔ اور (۱۲) کا ثلث (۴) ہے وہ اخیافی بہنوں کو ملے گا اسی طرح مابقیہ (۵) حصے عصبہ کو مل جائیں گے۔

(۴) ربع کا اجتماع سدس کے ساتھ ہو:

مسئلہ (۱۲)

مثال: میـــــــــــــت

زوجۃ	عم	اخ لام
ربع	عصبہ	سدس
۳	۷	۲

وضاحت: صورت مسئلہ میں میت کی صرف بیوی اور ایک اخیافی بھائی ہے تو بیوی کو ربع اور اخیافی بھائی کو سدس ملے گا۔ (اور چچا عصبہ ہوگا) اب (۱۲) کا ربع (۳) ہے تو وہ زوجہ کو مل جائے گا۔ اسی طرح (۱۲) کا سدس (۲) ہوتا ہے تو وہ اخیافی بھائی کو مل جائے گا اور مابقیہ (۷) حصے عصبہ کو مل جائیں گے۔

(۵) نوع اول کے ربع کا اجتماع نوع ثانی کے ثلثان اور سدس سے ہو:

مسئلہ (۱۲) عول (۱۳)

مثال: میـــــــــــــت

زوج	بنتان	ام
ربع	ثلثان	سدس
۳	۸	۲

وضاحت: مذکورہ بالا مثال میں میت کا صرف شوہر اور دو بیٹیاں اور ماں موجود ہیں تو زوج کا حصہ ربع ہے بنتان کا حصہ ثلثان

ہے اور ام کا حصہ سدس ہے تو نوع اول کے ربع کا اجتماع نوع ثانی کے ثلثان اور سدس کے ساتھ ہوا ہے۔لہٰذا مسئلہ (۱۲) سے ہوگا (۱۲) کا ربع یعنی (۳) حصے زوج کے ہوں گے اور (۱۲) کا ثلثان یعنی (۸) حصے بیٹیوں کے ہوں گے اور (۱۲) کا سدس یعنی (۲) حصے ماں کے ہوں گے۔کل (۱۳) حصے ہوئے تو گویا مسئلے میں (۱۳) کی طرف عول ہوگا۔

(۶) ربع کا اجتماع ثلث اور ثلثان سے ہو:

مسئلہ (۱۲) عول (۱۵)

مثال: میـــــــــــــــــــــــــــــــت

زوجۃ	اختین لابوین	اختین لام
۳	۸	۴

وضاحت: صورت مسئلہ میں زوجہ کو اولاد نہ ہونے کی وجہ سے ربع مل رہا ہے۔اختین حقیقی کو ثلثان اور دو اخیافی بہنوں کو ثلث ملتا ہے تو نوع اول کے ربع کا اجتماع نوع ثانی کے ثلثان اور ثلث سے ہو رہا ہے لہٰذا مسئلہ (۱۲) سے ہوگا۔(۱۲) کا ربع (۳) ہے یہ زوجہ کو ملے گا اور (۱۲) کا ثلثان (۸) ہے یہ حقیقی بہنوں کو ملے گا۔اور (۱۲) کا ثلث (۴) ہے یہ ماں شریک بہنوں کو ملے گا تو حصے (۱۵) ہوگئے مسئلہ (۱۲) سے (۱۵) کی طرف عول ہوگیا۔

(۷) ربع کا اجتماع ثلث اور سدس سے ہو:

مسئلہ (۱۲)

مثال: میـــــــــــــــــــــــــــــــت

زوجہ	اختان لام	ام	عم	
ربع	ثلث	سدس	عصبہ	
۳	۴	۲	۳	(شریفیہ ص:۵۳)

وضاحت: صورت مسئلہ میں میت کی صرف بیوی دو اخیافی بہنیں۔ماں اور چچا موجود ہیں زوجہ کا حصہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے ربع ہے اور اختان لام کو ثلث ملے گا۔ام کو سدس ملے گا اور عم عصبہ ہوگا۔تو اس طرح نوع اول کے ربع کا اجتماع نوع ثانی کے بعض یعنی ثلث اور سدس سے ہو رہا ہے تو مسئلہ (۱۲) سے ہوگا۔(۱۲) کا ربع یعنی (۳) حصے بیوی کے ہوں گے۔اور (۱۲) کا ثلث یعنی (۴) حصے اخیافی بہنوں کے ہوں گے اور (۱۲) کا سدس یعنی (۲) حصے ماں کے ہوں گے۔مابقیہ (۳) حصے عم کو ملیں گے۔

مشق: (۱) میـــــــــــــــــت (۲) میـــــــــــــــــت

زوجہ ام — زوجہ اخت لام ابن عم

(۳): میـــــــــــــــــت (۴): میـــــــــــــــــت

زوجہ ام اختین لاب وام — زوج بنت

﴿واذا اختلط الثمن بكل الثاني او ببعضه فهو من اربعة وعشرين﴾

ترجمہ: اور جب قسم اول کا ثمن قسم ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ مل جائے تو مسئلہ چوبیس سے ہوگا۔

تشریح: یہاں پر یہ بیان فرمارہے ہیں کہ اگر ثمن کا اجتماع نوع ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ ہو تو مسئلہ (۲۴) سے ہوگا۔

اس کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

اذا اختلط الثمن بكل الثاني: نوع اول کے ثمن کا اجتماع نوع ثانی کے کل یعنی ثلث، ثلثان و سدس کے ساتھ ہو یہ صورت عبداللہ ابن مسعودؓ کے مذہب کے مطابق ہو سکتی ہے اس کی مثال یہ ہوگی کہ میت کے ورثاء میں سے صرف اس کا کافر بیٹا، بیوی، ماں، دو اخیافی بہنیں اور دو حقیقی بہنیں موجود ہیں تو ان کو ان کے حصے دیئے جائیں گے اب چونکہ میت کے ورثاء میں سے کافر بیٹا بھی موجود ہے تو اس کا مسئلے کی تقسیم میں اعتبار ہوگا یا نہیں اس میں اختلاف ہے کہ جمہور کے نزدیک کافر بیٹا کالعدم کے حکم میں ہوگا اور حاجب نہیں بنے گا دوسرے ورثاء کے لئے۔ جب کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک کافر بیٹا اگرچہ محروم تو ہوگا لیکن حاجب بحجب نقصان بھی بنے گا۔

اس اختلاف کی بناء پر مسئلے کی تقسیم کی صورت ان دونوں فریقین کے ہاں الگ الگ ہوگی جو مندرجہ ذیل ہے۔

جمہور کے نزدیک صورۃ مسئلہ میں ورثاء کے درمیان تقسیم کی صورت:

مسئلہ (۱۲) عول (۱۷)

مثال: میت

ابن کافر	بیوی	ماں	دو اخیافی بہنیں	دو حقیقی بہنیں
محروم	ربع	سدس	ثلث	ثلثان
—	۳	۲	۴	۸

وضاحت: مذکورہ بالا صورت میں میت کے ورثاء میں سے صرف اس کا کافر بیٹا، بیوی، ماں، دو اخیافی بہنیں اور دو حقیقی بہنیں موجود ہیں تو اس صورت میں بیوی کو ربع ملے گا کیونکہ کافر بیٹا محروم ہوتا ہے اور نہ حجب نقصان کرتا ہے نہ حجب حرمان کرتا ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اور مزید ورثاء میں سے ماں کو سدس، اخیافی بہنوں کو ثلث، اور حقیقی بہنوں کو ثلثان ملے گا۔ اب صورت مسئلہ میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ نوع اول کے ربع کا اجتماع نوع ثانی کے کل کے ساتھ ہے تو مسئلہ (۱۲) سے ہوگا (۱۲) کا ربع یعنی (۳) حصے بیوی کو ملیں گے (۱۲) کا سدس یعنی (۲) حصے ماں کو ملیں گے۔ (۱۲) کا ثلث یعنی (۴) حصے اخیافی بہنوں کو مل جائیں گے اور (۱۲) کا ثلثان (۸) حصے حقیقی بہنوں کو مل جائینگے، اب حصے زیادہ ہیں اور مسئلہ کم سے ہورہا ہے اس تنگی کو دور کرنے کے لئے مسئلے کو کل سہام کی طرف عول کردیں گے لہٰذا اب ہم نے اصل مسئلہ (۱۲) کو مجموع سہام (۱۷) کی طرف عول کردیا۔

فائدہ: یاد رکھئے جمہور کے مذہب میں ثمن کا اجتماع ثلث ثلثان اور سدس (نوع ثانی کے تمام سہام) کیساتھ نہیں ہوسکتا یہ صرف ابن مسعودؓ کے مذہب کے مطابق ہی ممکن ہے۔

﴿او ببعضہ[١]:﴾

یعنی ثمن کا اجتماع نوع ثانی کے بعض کے ساتھ ہو تب بھی مسئلہ (٢٤) کے ساتھ ہوگا

(مابقیہ حاشیہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کے نزدیک مذکورہ ورثاء کی موجودگی میں مسئلے کی وضاحت:

مسئلہ (٢٤) عول (٣١)

مثال: میــــــــــــــــــــــــــت

ابن کافر	بیوی	ماں	دواخیافی بہنیں	دوحقیقی بہنیں
محروم	ثمن	سدس	ثلث	ثلثان
	٣	٤	٨	١٦

وضاحت: مذکورہ بالا صورت میں میت کے ورثاء میں سے صرف اس کا کافر بیٹا، بیوی، ماں، دواخیافی بہنیں اور دوحقیقی بہنیں موجود ہیں تو کافر بیٹا محروم تو ہوگا ہی لیکن ساتھ ساتھ وہ یہاں حجب نقصان بھی کرے گا (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک) اور بیوی کے حصے کو ربع سے ثمن کی طرف لے جائے گا۔ اب بیوی کو ثمن ماں کو سدس اخیافی بہنوں کو ثلث اور حقیقی بہنوں کو ثلثان ملے گا اور (٢٤) سے مسئلہ ہوگا (٢٤) کا ثمن، یعنی (٣) حصے بیوی کو، سدس یعنی (٤) حصے ماں کو، ثلث یعنی (٨) حصے اخیافی بہنوں کو اور ثلثان یعنی (١٦) حصے حقیقی بہنوں کو ملیں گے۔ کل سہام ہوئے: ٣+٤+٨+١٦=٣١ گویا اصل مسئلہ ورثاء پر تنگ ہو رہا ہے لہٰذا یہ عول ہو جائے گا (٣١) کی طرف اور پھر اس میں سے ورثاء کو حصے دیئے جائیں گے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [١] اب اس کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

نوع اول کے ثمن کا اجتماع نوع ثانی کے ثلث کے ساتھ ہو اس کی مثال: عند عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

مسئلہ (٢٤) رد ہوگا (١١) کی طرف

مثال: میــــــــــــــــــــــــــت

بیوی	دواخیافی بہنیں	ابن کافر
ثمن	ثلث	محروم
٣	٨	

وضاحت: مذکورہ بالا صورۃ مسئلہ میں میت کے ورثاء میں سے اس کی بیوی دواخیافی بہنیں اور ابن کافر موجود ہیں تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک ابن کافر حجب نقصان کرے گا لہٰذا بیوی کو ثمن اور اخیافی بہنوں کو ثلث ملے گا خود ابن کافر محروم ہوگا نوع اول کے ثمن کا اجتماع نوع ثانی کے بعض یعنی ثلث کے ساتھ ہے تو مسئلہ (٢٤) سے ہوگا (٢٤) کا ثمن یعنی (٣) حصے بیوی کو ملیں گے اور (٢٤) کا ثلث یعنی (٨) حصے اخیافی بہنوں کو ملیں گے اب ورثاء کو ان کے حصوں کے برابر دینے کے بعد مال بچ رہا ہے لہٰذا مسئلہ رد ہو جائے گا ان ورثاء کے سہام یعنی (١١) کی طرف۔

فائدہ: ثمن کا اجتماع ثلث کے ساتھ ہوتو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک مسئلے کی تقسیم کی وضاحت گزر چکی ہے۔ یادرھیکہ اس صورت میں کہ جب میت کی صرف بیوی۔ دواخیافی بہنیں اور کافر بیٹا ہوتو جمہور کے نزدیک وہ ثمن کی مثال ہے ہی نہیں کیونکہ اس صورت میں ان کے نزدیک مسئلہ (۱۲) سے ہوگا اس لئے کہ جمہور کے نزدیک کافر بیٹے کے ہونے کا اعتبار نہیں کریں گے تو بیوی کو اولاد نہ ہونے کی بناء پر ربع ملے گا اور اخیافی بہنیں ثلث میں شریک ہوں گی نوع اول کے ربع کا اجتماع نوع ثانی کے بعض کے ساتھ ہے تو مسئلہ (۱۲) سے ہوگا (۱۲) کا ربع یعنی (۳) حصے بیوی کو اور ثلث یعنی (۴) حصے اخیافی بہنوں کو ملیں گے۔ یہ حصے کل (۷) ہوں گے اور مسئلہ ہے (۱۲) سے تو مسئلہ کے مابقیہ حصے رد ہو جائیں گے۔

مسئلہ (۱۲) رد (۷) کی طرف

مثال: میـــــــــــــــــــت

بیوی	دواخیافی بہنیں	ابن کافر
ربع	ثلث	محروم
۳	۴	

فائدہ مہمہ: گویا ثمن کی اکثر مثالیں جو ذکر کی جارہی ہیں یہ عبداللہ بن مسعود کے مذہب کے مطابق ہیں۔ جمہور کے نزدیک ثمن کا اجتماع بقیہ حصص کے ساتھ مسئلہ منبریہ میں ہوگا۔ (اس کے علاوہ بعض صورتوں میں بھی ہوگا کما سیأتی)۔

(۲) نوع اول کے ثمن کا اجتماع ہو نوع ثانی کے ثلثان کے ساتھ ہو اس کی مثال:

مسئلہ (۲۴) (عند ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

مثال: میـــــــــــــــــــت

بیوی	دوحقیقی بیٹیاں	چچا
ثمن	ثلثان	عصبہ
۳	۱۶	۵

وضاحت: مذکورہ بالا صورۃ مسئلہ میں میت کے ورثاء میں سے صرف اس کی بیوی، دو بیٹیاں اور چچا موجود ہیں بیوی کو ثمن، بیٹیوں کو ثلثان ملے گا اور چچا عصبہ ہوں گے۔ ثمن کا اجتماع ثلثان کے ساتھ ہے تو مسئلہ (۲۴) سے ہوگا (۲۴) کا ثمن یعنی (۳) حصے بیوی کو اور (۲۴) کا ثلثان یعنی (۱۶) حصے بیٹیوں کو ملیں گے اور مابقیہ (۵) حصے چچا کو بطور عصبہ مل جائیں گے

(۳) ثمن کا اجتماع سدس کے ساتھ ہو اس کی مثال: صورۃ مسئلہ:

مسئلہ (۲۴) عندالجمہور

مثال: میـــــــــــــــــــت

بیوی	ماں	بیٹا
ثمن	سدس	عصبہ
۳	۴	۱۷

وضاحت: صورۃ مسئلہ میں میت کے ورثاء میں سے صرف اس کی بیوی، ماں اور بیٹا موجود ہیں تو بیوی کو ثمن، ماں کو سدس ملے گا اور بیٹا عصبہ ہوگا۔ نوع اول کے ثمن کا اجتماع نوع ثانی کے بعض یعنی سدس کے ساتھ ہے تو مسئلہ (۲۴) سے ہوگا (۲۴) کا ثمن یعنی (۳) حصے بیوی کو اور (۲۴) کا سدس یعنی (۴) حصے ماں کو ملیں گے اور مابقیہ (۱۷) حصے بیٹے کو ملیں گے۔

(۴) ثمن کا اجتماع ثلثان اور سدس کے ساتھ ہو اس کی مثال:

مسئلہ (۲۴) عندالجمہور

مثال: میـــــــــــــــــــــــــــــــت

بیوی	دو حقیقی بیٹیاں	ماں	چچا
ثمن	ثلثان	سدس	عصبہ
۳	۱۶	۴	۱

وضاحت: مذکورہ بالا مثال میں میت کے ورثاء میں سے صرف اس کی بیوی دو بیٹیاں، ماں اور چچا زندہ ہیں تو بیوی کو ثمن، دو بیٹیوں کو ثلثان، ماں کو سدس ملے گا اور چچا عصبہ ہوں گے۔ نوع اول کے ثمن کا اجتماع نوع ثانی کے بعض یعنی ثلثان وسدس کے ساتھ ہو رہا ہے تو مسئلہ (۲۴) سے ہوگا بیوی کو (۳) ماں کو (۴) بیٹیوں کو (۱۶) اور چچا کو (۱) حصہ ملے گا۔

(۵) ثمن کا اجتماع ثلث اور سدس کے ساتھ ہو اس کی مثال: عند عبداللہ بن مسعودؓ:

مسئلہ (۲۴) رد (۱۵)

مثال: میـــــــــــــــــــــــــــــــت

بیوی	ماں	دو اخیافی بہنیں	ابن کافر
ثمن	سدس	ثلث	محروم
۳	۴	۸	

وضاحت: مذکورہ بالا صورۃ مسئلہ میں میت کے ورثاء میں سے صرف اس کی بیوی، ماں، دو اخیافی بہنیں اور ابن کافر زندہ ہے تو عبد اللہ بن مسعودؓ کے نزدیک بیوی کو ثمن، ماں کو سدس اور اخیافی بہنوں کو ثلث ملے گا کیونکہ ابن کافر محروم ہوگا لیکن وہ حجب نقصان کرے گا۔ پھر دیکھا کہ نوع اول کے ثمن کا اجتماع نوع ثانی کے بعض یعنی ثلث وسدس کے ساتھ ہو رہا ہو تو مسئلہ (۲۴) سے ہوگا (۲۴) کا ثمن یعنی (۳) حصے بیوی کو اور (۲۴) کا سدس یعنی (۴) حصے ماں کو اور (۲۴) کا ثلث یعنی (۸) حصے اخیافی بہنوں کو ملیں گے کل سہام (۱۵) ہوئے اور اصل مسئلہ (۲۴) سے تھا۔ تو یہ (۲۴) کا عدد، رد ہو جائے گا (۱۵) کی طرف۔

یہ مسئلے کی وضاحت ونقشہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مذہب کے مطابق تھا۔ جمہور کے نزدیک مذکورہ بالا ورثاء کی موجودگی میں مسئلہ اس طرح سے ہوگا۔

نقشہ: مسئلہ(۱۲) رد(۹) کی طرف

مثال: میـــــــــــت

بیوی	ماں	دواخیافی بہنیں	ابن کافر
ربع	سدس	ثلث	محروم
۳	۲	۴	

وضاحت: اس صورت میں جب کہ میت کے ورثاء میں صرف اس کی بیوی، ماں، اخیافی بہنیں اور ابن کافر ہوں تو بیوی کو ربع ملے گا کیونکہ ابن کافر کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور ماں کو سدس ملے گا نیز اخیافی بہنوں کو ثلث ملے گا۔ نوع اول کے ربع کا اجتماع نوع ثانی کے بعض یعنی سدس وثلث کے ساتھ ہو رہا ہے تو مسئلہ (۱۲) سے ہوگا۔ (۱۲) کا ربع یعنی (۳) حصے بیوی کو اور (۱۲) کا سدس یعنی (۲) حصے ماں کو اور (۱۲) کا ثلث یعنی (۴) حصے اخیافی بہنوں کو ملیں گے یہ کل سہام (۹) ہوئے اور مسئلہ (۱۲) سے بن رہا تھا تو سہام زیادہ ہونے کی بناء پر ہم اصل مسئلہ (۱۲) کو (۹) کی طرف رد کردیں گے۔

(۶) ثمن کا اجتماع ثلث وثلثان کے ساتھ ہو اس کی مثال: (عند عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:)

مسئلہ ۲۴ عول (۲۷)

مثال: میـــــــــــت

بیوی	دواخیافی بہنیں	دوحقیقی بہنیں	ابن کافر
ثمن	ثلث	ثلثان	محروم
۳	۸	۱۶	

وضاحت: مذکورہ بالا صورت مسئلہ میں میت کے ورثاء میں سے صرف بیوی، دواخیافی بہنیں، دوحقیقی بہنیں اور ابن کافر ہے تو عبداللہ بن مسعود کے نزدیک بیوی کو ثمن ملے گا اخیافی بہنوں کو ثلث اور حقیقی بہنوں کو ثلثان ملے گا۔ ابن کافر جب نقصان کرے گا لیکن ترکے سے محروم رہے گا اب نوع اول کے ثمن کا اجتماع نوع ثانی کے بعض کے ساتھ ہے تو مسئلہ (۲۴) سے بنے گا۔ (۲۴) کا ثمن یعنی (۳) حصے بیوی کو ملیں گے اور (۲۴) کا ثلث یعنی (۸) حصے اخیافی بہنوں کو اور (۲۴) کا ثلثان یعنی (۱۶) حصے حقیقی بہنوں کو مل جائیں گے مجموعہ سہام (۲۷) ہوئے اور اصل مسئلہ (۲۴) سے بن رہا تھا لہٰذا اس تنگی کو دور کرنے کے لئے مسئلے کو (۲۷) کی طرف عول کردیں گے۔

مسئلہ ۱۲ عول (۱۵) عند الجمہور

مثال: میـــــــــــت

بیوی	دواخیافی بہنیں	دوحقیقی بہنیں	ابن کافر
ربع	ثلث	ثلثان	محروم
۳	۴	۸	

وضاحت: مذکورہ بالاصورت مسئلہ میں میت کے ورثاء میں سے صرف بیوی، اخیافی بہنیں، حقیقی بہنیں، ابن کافر ہے، تو جمہور کے نزدیک ابن کافر کالعدم کے حکم میں ہوگا اور کسی قسم کا حجب نہیں کرے گا اس لئے بیوی کو ربع ملے گا۔ گویا یہ ان کے نزدیک ثمن کا اجتماع نوع ثانی کے ثلثان وثلث کے ساتھ ہونے کی مثال ہی نہیں ہے۔

مزید ورثاء میں سے اخیافی بہنوں کو ثلث اور حقیقی بہنوں کو ثلثان ملے گا۔ نوع اول کے ربع کا اجتماع نوع ثانی کے بعض کے ساتھ ہے تو مسئلہ (۱۲) سے بنے گا (۱۲) کا ربع یعنی (۳) حصے بیویوں کو ملیں گے اور (۱۲) کا ثلث یعنی (۴) حصے اخیافی بہنوں کو اور (۱۲) کا ثلثان یعنی (۸) حصے حقیقی بہنوں کو مل جائیں گے۔

مجموعہ سہام (۱۵) ہو رہا ہے اور اصل مسئلہ (۱۲) سے بن رہا تھا لہٰذا (۱۲) کو (۱۵) کی طرف عول کر دیں گے۔

﴿باب العول﴾

تمہید: میت کی وراثت بین الورثاء یا تو پوری تقسیم ہو جاتی ہے بغیر کسی کسر کے یا پھر عول کے ساتھ تقسیم ہوتی ہے۔

العول لغۃ: عول کا لفظ کبھی مائل ہونے کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ذلک ادنیٰ ان لا تعولوا﴾ یہ حکم اس کے زیادہ قریب ہے کہ تم مائل نہ ہو اور کبھی لفظ عول ارتفاع کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی بلند ہونے کے معنی میں آتا ہے اور اسی معنی اخیرہ کے اعتبار سے اس کے اصطلاحی معنی[1] لئے گئے ہیں:

---

[1] وفی الاصطلاح: ﴿ تزاد علی المخرج شیٔ من اجزائه اذا ضاق عن فرض﴾

عول اصطلاح میں کہتے ہیں مخرج مسئلہ پر اس کے اجزاء میں سے کوئی جز و بڑھایا جائے جب کہ وہ مخرج وارثوں کے حصے سے تنگ ہو جائے۔

(شریفیہ ص:۵۴)

دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ عول کہتے ہیں:

﴿زیادۃ السهام علی مخرج المسئلة من کسرها﴾

ترجمہ: مخرج مسئلہ کی کسور میں سے کسی ایک کسر کے بقدر حصے کا زیادہ ہو جانا۔

وجہ تسمیہ: عول کی وجہ تسمیہ معنی اول یعنی مائل ہونے کے اعتبار سے یہ ہے کہ چونکہ مسئلہ اہل مسئلہ پر ظلم کے ساتھ مائل ہوتا ہے (یعنی ان پر ظلم ہوتا ہے) وہ ایسے کہ ان کے حصوں کو ان کے فروض سے کم کر دیتا ہے اس وجہ سے اس کو عول کہا جاتا ہے مثلاً: اصل مسئلہ ۱۲ سے ہو رہا تھا اب مثلاً بیوی کو (بارہ) میں سے (۳) حصے مل رہے تھے اب مسئلہ کسی وجہ سے (۱۵) کی طرف عول کر گیا تو پہلے کل ترکہ کے بارہ حصے بن رہے تھے اور ان میں سے تین حصے بیوی کے تھے۔ اب کل ترکے کے (۱۵) حصے بن رہے ہیں اور ان میں سے تین حصے بیوی کو ملیں گے اب یقیناً یہ حصہ پہلے حصے کے مقابلے میں چھوٹا ہوگا مثلاً ہر حصہ ۱۰۰۰، ۱۰۰۰ روپے کا تھا اور تین حصے ۳ ہزار روپے ہوئے اور اب ہر حصہ ۸۰۰، ۸۰۰ روپے کا ہے لہٰذا تین حصے =/۲۴۰۰ روپے کے ہوں گے

دوسرے معنی یعنی ارتفاع کے اعتبار سے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اصل مسئلہ جس مخرج سے بن رہا ہو اگر اصحاب فروض کے حصوں کو پورا دینے سے وہ مخرج مسئلہ عاجز ہو اور تنگ پڑ رہا ہو تو ترکے کو اس عدد کی طرف بڑھا دیا جاتا ہے جو اس مخرج سے زیادہ ہو۔ (شریفیہ شرح سراجیہ ص:۵۵،۵۴)

﴿العول ان يزاد على المخرج شيئ من اجزائه اذا اضاق عن فرض﴾

ترجمہ: عول یہ ہے کہ مخرج پر اس کے اجزاء میں سے کسی جز کو بڑھایا جائے جب مخرج وارثوں کے حصے سے تنگ ہو جائے۔

تشریح: باب العول کی ابتداء مصنف سراجی عول کی اصطلاحی تعریف بیان کر کے کر رہے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے مسئلہ جس مخرج سے بن رہا ہوتا ہے اصحاب فروض کے حصے اس پر تقسیم نہیں ہو پاتے اور تنگ پڑتے ہیں اس کے لئے مخرج مسئلہ کو بڑھانے کی ضرورت پڑتی ہے (تو مسئلہ کو اس عدد اکثر سے بنایا جاتا ہے جس سے اصحاب فروض کو آسانی سے ان کے حصوں کے بقدر حصہ مل جائے اور نقصان تمام ورثہ کا برابر ایک ہی نسبت سے ہو (صفحہ نمبر ۲۵۴ شریفیہ) اس کو ایک مثال سے سمجھئے مثلاً: میت کے ورثہ میں ایک اس کا شوہر ہے اور دو حقیقی بہنیں ہیں شوہر کو نصف اور حقیقی بہنوں کو ثلثان ملے گا۔ اب نصف کا اجتماع ثلثان سے ہوا تو مسئلہ (۶) سے ہوگا (۳) شوہر کو ملے گا اور دو بہنوں کو ثلثان (۴) ملے گا میت (عورت) نے ترکہ (۶) ہزار روپے چھوڑا تھا لہٰذا اس کے شوہر کو (۶) ہزار کے چھ حصے بنا کر (۳) حصے یعنی تین ہزار روپے ملنے چاہئیں اور دونوں بہنوں کو (۶) ہزار کے ثلثان (۴) ہزار روپے مبلغ ملنے چاہئیں لیکن کل ترکہ ہے چھ ہزار روپے اور حصہ داروں کے حصہ سات ہزار روپے بن رہے ہیں اس لئے ہم نے (۶) اصل مسئلہ کو عول کر دیا (۷) کی طرف اب ہم (۶) ہزار روپے کل ترکے کے سات حصے بنائینگے تو ایک حصہ (۸۵۷) روپے کا بنا لہٰذا ہر وارث کو اس کے حصے کو تناسب سے نقصان ہوا شوہر کو ایک ہزار والے حصے کے بجائے (۸۵۷)×۳=۲۵۷۱ روپے ترکہ ملے گا اور دونوں بہنوں کو ۸۵۷×۴=۳۴۲۹ روپے ملیں گے اس طرح عول کی وجہ سے اصل مسئلہ بڑھ گیا لیکن ہر وارث کو ترکہ میں نقصان کے ساتھ حصہ ملا۔

مسئلہ (۶) عول (۸)

مثال[۱]: میـــــــــــت

زوج	اختین لابوین	اخت لام
نصف	ثلثان	سدس
۳	۴	۱

---

[۱] وضاحت: صورت مسئلہ میں صرف میت کا شوہر اس کی دو حقیقی بہنیں اور ایک اخیافی بہن موجود ہے تو زوج کو نصف اختین لابوین کو ثلثان اور اخت لام کو سدس ملتا ہے ایسی صورتحال میں، غور کیا تو نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے بعض یعنی ثلثان اور سدس کے ساتھ ہے لہٰذا مسئلہ (۶) سے بنے گا (۶) کا نصف یعنی (۳) حصے زوج کو ملیں گے۔ اسی طرح (۶) کا ثلثان یعنی (۴) حصے اختین لابوین کو ملیں گے اور (۶) کا سدس یعنی (۱) حصہ اخیافی بہن کو ملنا چاہئے کل حصے (۳+۱+۴=۸) ہوئے گویا یہاں مخرج مسئلہ اہل مسئلہ پر تقسیم نہیں ہو رہا تو ان پر ظلم ہوگا اور مسئلہ عول ہو جائے گا (۸) کی طرف پہلے کل میراث کے چھ حصے بن رہے تھے اب (۸) بن رہے ہیں۔ اور ہر وارث کو ایک تناسب سے ترکہ کم ملے گا۔ (کمامر) گویا کل ترکے کے (۸) حصے بنا کر (۳) حصے زوج کو (۴) حصے حقیقی بہنوں کو اور ایک حصہ اخیافی بہن کو دے دیں گے (یہاں پر مخرج مسئلہ چھ ہے اور وارثوں کو جو حصے مل رہے ہیں (یعنی فروض) وہ آٹھ ہیں تو مخرج (چھ) فرض (آٹھ) سے کم ہے لہٰذا مخرج مسئلہ (چھ) میں اس کا جزو (ثلث) دو کا اضافہ کیا گیا تو مخرج (چھ) عول کر گیا (آٹھ) کی طرف۔

﴿اعلم ان مجموع المخارج سبعة﴾

ترجمہ: جان لو کہ کل مخرج سات ہیں:

تشریح: قوله مجموع المخارج سبعة: قرآن میں بیان کردہ اصحاب فروض کے فروض کل چھ ہیں جس کی دو نوع ہیں نوع اول میں نصف، ربع اور ثمن ہیں اور نوع ثانی کے فروض ثلث، ثلثان اور سدس ہیں۔

اب ان چھ فروض کی دو حالتیں ہیں کبھی تو یہ فروض انفرادا ہوتے ہیں تب تو مسئلہ ان کے مخرج فرض سے بن جاتا ہے اور کبھی انکا اجتماع کسی دوسرے فرض کیساتھ ہوتا ہے۔ اگر یہ اکیلے ہوں تو اس کے مخارج کل (۵) ہوتے ہیں نصف کا مخرج فرض (۲) ہے ربع کا مخرج فرض (۴) ہے، ثمن کا مخرج فرض (۸) ہے ثلثان اور ثلث کا مخرج فرض (۳) ہے اور سدس کا مخرج فرض (۶) ہے۔ اگر ان چھ فروض میں سے کسی بھی ایک کا اجتماع دوسرے فرض کے ساتھ ہو تو یا تو وہ ایک ہی نوع کے ہوں گے یا وہ (دونوں فروض جن کا اجتماع ہوا ہے) الگ الگ نوع کے ہوں گے اگر ایک ہی نوع کے ہوں تب تو ان پانچ مخارج سے کوئی ایک مخرج ہی ہوگا جیسے نوع اول کے کسی بھی فرض کا اجتماع کسی بھی دوسرے فرض کے ساتھ ہو تو مسئلہ کم والے سے ہوتا ہے جیسے نصف کا اجتماع ربع کے ساتھ ہو تو مسئلہ (۴) سے ہوگا اگر نصف کا اجتماع ثمن کے ساتھ ہو تو مسئلہ (۸) سے ہوگا اور ربع کا اجتماع ثمن کے ساتھ ہو تب بھی مسئلہ (۸) سے ہوگا اسی طرح اگر ثلث کا اجتماع سدس کا ساتھ ہو تو مسئلہ (۶) سے ہوگا۔ اور ثلث کا اجتماع ثلثان کے ساتھ ہو تو مسئلہ (۳) سے ہوگا۔ اور اگر وہ دو فروض یا دو سے زیادہ فروض جن کا آپس میں اجتماع ہوا ہے الگ الگ نوع کے ہوں تو جب نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے کل یا بعض سے ہوتا ہے تو مسئلہ (۶) سے ہوگا اور اگر نوع اول کے ربع کا اجتماع نوع ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ ہو تو مسئلہ (۱۲) سے ہوگا اسی طرح اگر نوع اول کے ثمن کا اجتماع نوع ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ ہو تو مسئلہ (۲۴) سے ہوگا۔

(حاشیہ کتاب سراجی ص:۱۹)

لہذا تکرار کے ساتھ تو کل مخارج (۱۳) بنیں گے، اور بغیر تکرار کے (سات) مخارج ہونگے یہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ۲ (۲) ۳ (۳) ۶ (۴) ۸ (۵) ۴ (۶) ۱۲ (۷) ۲۴

﴿اربعة منها لا تعول وهي الاثنان و الثلثة والاربعة والثمانية﴾

ترجمہ: (ان ساتوں مخارج میں سے) ان میں سے (چار) ایسے ہیں کہ جن میں عول نہیں ہوتا اور وہ (۲) اور (۳) اور (۴) اور (۸) ہے۔

تشریح: اربعة منها لا تعول[۱]: ۲، ۳، ۸ اور ۴، میں عول نہیں ہوتا کیونکہ یہ فروض جس مسئلے میں ہوتے ہیں تقسیم کے وقت یا تو حصے ان مخارج سے صحیح تقسیم ہو جاتے ہیں یا کچھ مال بچ جاتا ہے جس کو پھر عصبہ کو دیا جاتا ہے اور ان کی غیر موجودگی میں رد کیا جاتا ہے۔

(حاشیہ کتاب سراجی ص:۱۹)

---

[۱] مثالیں ملاحظہ ہوں

مثال نمبر ۱: ﴿لان المسئلة انما تكون من اثنين﴾

نصف کے ساتھ یعنی (۲) کے ساتھ مسئلہ بنے اس کی مثال جب کہ مال پورا پورا اہل مسئلہ پر تقسیم ہو جائے:

مسئلہ(۲)

مثال: میــــــــــــــــــــــــــت

زوج	اخت لام واب
نصف	نصف
۱	۱

وضاحت: مذکورہ بالاصورت مسئلہ میں شوہر کو نصف مل رہا ہے اور ایک حقیقی بہن ہے جس کو بھی نصف مل رہا ہے اب مسئلے میں نوع اول کا صرف نصف ہے تو مسئلہ اس کے مخرج فرض یعنی (۲) سے بنا۔ (۲) کا نصف (۱) زوج کو اور (۱) حقیقی بہن کو دیا معلوم ہوا کہ جب بھی مسئلہ (۲) سے بنے گا تو کبھی بھی عول نہیں ہوگا۔

مثال نمبر۲: مخرج (۲) کے ساتھ (یعنی نصف کے ساتھ) مسئلہ ہو اور مال پورا تقسیم نہ ہو بلکہ تھوڑا بچے اس کی مثال:

مسئلہ(۲)

مثال: میــــــــــــــــــــــــــت

زوج	اخ لاب وام
نصف	عصبہ
۱	۱

وضاحت: مذکورہ بالاصورت مسئلہ میں صرف میت کا شوہر اور ایک عینی بھائی ہے شوہر کو نصف مل رہا ہے اور عینی بھائی کو عصبہ ہونے کی وجہ سے بقیہ مال ملے گا مسئلے میں صرف نصف ہے تو مسئلہ اس کے مخرج فرض یعنی (۲) سے بنا (۲) کا نصف یعنی (۱) زوج کو ملا اب اصحاب فروض پر (۲) کا مخرج پورا تقسیم نہیں ہوا بلکہ اصحاب فروض سے بچ رہا ہے تو غور کرنے پر دیکھا کہ عصبہ بھی ہے تو مابقیہ اس کو دے دیا۔

گویا (۲) ایسا مخرج ہے جس سے مسئلے کی تقسیم میں عول کی ضرورت نہیں پڑتی۔ کیونکہ جب بھی مسئلہ دو سے ہوگا تو یا تو یہ اصحاب فروض پر پورا تقسیم ہو جائیگا یا پھر اصحاب فروض کو دینے کے بعد کچھ حصہ باقی بچا رہے گا جو کہ عصبہ کو ملے گا ورنہ ذوی الفروض نسبیہ پر رد ہوگا۔

ولا فی الثلثۃ: اسی طرح (۳) بھی ایسا مخرج فرض ہے جس سے مسئلہ کی تقسیم میں عول کی ضرورت نہیں رہتی (۳) سے مسئلہ اس وقت بنتا ہے جب کہ صورۃ مسئلہ میں ایسے اصحاب فروض ہوں جن کا حصہ ثلث ہو اور کوئی نہ ہو یا یہ کہ ان کا حصہ ثلثان ہو یا یہ کہ ثلث اور ثلثان مجتمع ہو جائیں۔ تینوں صورتوں میں عول کی ضرورت نہیں پڑتی۔

مسئلے میں صرف ثلث ہو اس کی مثال:

مسئلہ (۳)

مثال: میــــــــــــــــــــــــــــــت

ام	اخ لاب وام
ثلث	عصبہ
۱	۲

وضاحت: صورت مسئلہ میں میت کی صرف ماں ہے جس کو ثلث مل رہا ہے اور حقیقی بھائی ہے جو کہ عصبہ ہوتا ہے فرض صرف ثلث ہی ہے تو مسئلہ اس کے مخرج فرض یعنی (۳) سے ہوگا (۳) کا ثلث یعنی (۱) ماں کو مل جائے اور مابقیہ (۲) حصے بھائی کو مل جائیں گے گویا عول کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اصحاب فرض (ماں) کو دینے کے بعد ۲ حصے بچ رہے ہیں جو عصبہ عینی بھائی کو دے دیا۔

مسئلے میں فروض میں سے صرف ثلثان ہو اس کی مثال:

مسئلہ (۳)

مثال: میــــــــــــــــــــــــــــــت

بنتین	اخ لابوین
ثلثان	عصبہ
۲	۱

وضاحت: مذکورہ بالا صورت مسئلہ میں میت کی صرف دو بیٹیاں اور ایک حقیقی بھائی ہے تو بیٹیوں کو ثلثان ملے گا اور بھائی عصبہ ہوگا۔ ثلثان انفرداً ہے تو مسئلہ اس کے مخرج فرض یعنی (۳) سے ہوگا۔ (۳) کا ثلثان یعنی (۲) حصے بیٹیوں کو ملیں گے اور مابقیہ یعنی (۱) حصہ حقیقی بھائی کو ملیں گے۔

مسئلے میں فروض میں سے ثلث اور ثلثان دونوں ہوں اس کی مثال:

مسئلہ (۳)

مثال: میــــــــــــــــــــــــــــــت

اُختین لام	اُختین لابوین
ثلث	ثلثان
۱	۲

وضاحت: مذکورہ بالاصورت مسئلہ میں میت کی صرف دواخیافی بہنیں اور دوحقیقی بہنیں ہیں اور کوئی نہیں ہے تو دواخیافی بہنوں کو ثلث ملے گا اور دوحقیقی بہنوں کو ثلثان ملے گا۔ ثلث اور ثلثان نوع ثانی کے دوفرض ہیں تو مسئلہ سب سے چھوٹے والے یعنی ثلث کے مخرج فرض یعنی (۳) سے ہوگا۔ (۳) کا ثلث یعنی (۱) حصہ اخیافی بہنوں کو ملے گا اور (۳) کا ثلثان یعنی (۲) حصے حقیقی بہنوں کو ملیں گے۔ گویا (۳) ایسا مخرج فرض ہے جس سے مسئلہ کی تقسیم میں عول کی ضرورت نہیں رہتی۔

ولا فی الاربعۃ: جب مسئلہ (۴) سے بن رہا ہو تب بھی مسئلہ میں عول کی ضرورت نہیں ہوتی چار سے مسئلہ یا تو اس وقت بنتا ہے جب کہ مسئلے میں فرض صرف ربع ہو یا ربع اور نصف دونوں ہوں تو ایک ہی نوع کے ہونے کی وجہ سے مسئلہ چھوٹے والے فرض (ربع) کے مخرج فرض (۴) سے ہوگا۔ تو ان صورتوں میں عول کی ضرورت نہیں رہتی۔

مسئلے میں فروض میں سے صرف ربع ہو اس کی مثال:

مسئلہ (۴)

مثال: میـــــــــــــــــــت

زوج	ابن
ربع	عصبہ
۱	۳

وضاحت: مذکورہ بالاصورت مسئلہ میں میت کا صرف زوج ہے اور بیٹا ہے تو زوج کو ربع ملے گا اور بیٹے کو عصبہ کے طور پر مابقیہ ملے گا تو (۴) کا مخرج اہل مسئلہ پر بغیر کسی تنگی کے پورا تقسیم ہو رہا ہے لہٰذا عول کی ضرورت نہ رہی۔

مسئلے میں فروض میں سے ربع اور نصف دونوں ہوں اس کی مثال:

مسئلہ (۴)

مثال: میـــــــــــــــــــت

زوج	بنت	اخ لاب وام
ربع	نصف	عصبہ
۱	۲	۱

وضاحت: مذکورہ بالاصورت مسئلہ میں میت کا صرف شوہر ایک بیٹی اور ایک حقیقی بھائی ہے تو شوہر کو بنت کی وجہ سے ربع ملے گا بنت کو اکیلے ہونے کی بناء پر نصف ملے گا اور حقیقی بھائی کو بطور عصبہ کے ملے گا تو چونکہ نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع اول کے ہی ربع کے ساتھ ہو رہا ہے تو مسئلہ کم والے فرض (یعنی ربع) کے مخرج فرض (یعنی (۴) سے ہوگا۔ ۴ کا ربع یعنی (۱) حصہ شوہر کو ملے گا اسی طرح (۴) کا نصف یعنی (۲) حصے بیٹی کے ہوں گے اور مابقیہ (۱) حصہ عصبہ کو مل جائے گا۔

ولا فی الثمانیة: جب مسئلہ کا مخرج فرض (۸) ہو تو اس میں بھی تقسیم کے وقت عول کو ضرورت نہیں رہتی اب (۸) سے مسئلہ ایک تو اس وقت وہوتا ہے جب مسئلے میں صرف ثمن ہو یا اس وقت ہوتا ہے جب ثمن اور نصف دونوں کا اجتماع ہو تو اس وقت مسئلے میں عول کی ضرورت نہیں رہتی۔

جب مسئلے میں صرف ثمن ہو اس کی مثال:

مسئلہ (۸)

مثال: میـــــــــــــــــــــت

زوجۃ	ابن
ثمن	عصبہ
١	۷

اس مثال کی وضاحت صورت مسئلہ میں میت کی صرف ایک بیوی اور ایک بیٹا ہے۔ بیوی کو بیٹے کی وجہ سے ثمن ملے گا اور بیٹا عصبہ ہوگا۔ مسئلے میں صرف ثمن ہے تو مسئلہ اس کے مخرج فرض یعنی (۸) سے ہوگا۔ (۸) کا ثمن یعنی (١) حصہ بیوی کو اور مابقیہ (۷) حصے بیٹے کو ملیں گے۔

جب مسئلے میں ثمن اور نصف دونوں ہوں اس کی مثال:

مسئلہ (۸)

مثال: میـــــــــــــــــــــت

زوجہ	بنت	اخ لابوین
ثمن	نصف	عصبہ
١	۴	۳

وضاحت: صورت مسئلہ میں میت کی صرف بیوی، ایک بیٹی اور ایک حقیقی بھائی موجود ہے تو بیوی کو ثمن بیٹی کو نصف اور اخ لابوین کو بطور عصبہ کے ملے گا۔ (۸) کا ثمن یعنی (١) حصہ زوجہ کو ملے گا اور (۸) کا نصف یعنی (۴) حصے بیٹی کو ملیں گے اور (۸) کا مابقیہ یعنی (۳) حصے حقیقی بھائی کو ملیں گے۔ (شریفیہ شرح سراجیہ ص:۵۶)

مشق: (١) میـــــــــــــــــــــت (شریفیہ ص:۵۶)

زوجہ	اب	ام

(۲): میـــــــــــــــــــــت

زوجہ	ابن	بنت

﴿ وثلثة منها قد تعول اما الستة فانها تعول الی عشرة وتراً وشفعاً﴾

ترجمہ : اور تین مخارج میں کبھی کبھی عول ہوتا ہے چنانچہ (٦) ایسا مخرج ہے جو دس تک عول ہوتا ہے طاق عدد کی طرف (۷-۹) اور جفت عدد (۸-۱۰) کی طرف بھی۔

تشریح: اب یہاں سے مصنف کتاب یہ بتارہے ہیں عول بقیہ تین (یعنی ٦، ۱۲، اور ۲۴) میں ہوتا ہے لیکن یہ عول کوئی لازمی نہیں کہ جب بھی مسئلہ (٦) یا (۱۲) یا (۲۴) سے ہوگا تو عول ضرور ہوگا بلکہ بسا اوقات مسئلہ (٦) یا (۱۲) یا (۲۴) سے ہوگا اور مسئلہ اصحاب فروض پر پورا پورا تقسیم ہو جائیگا۔ لیکن بسا اوقات مسئلہ کم ہوگا اور اصحاب فروض کے حصے زیادہ ہونگے اس وقت ان تین مخارج میں عول ہوگا۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ۔ (٦) میں عول (۱۰) تک ہوتا ہے (٦) سات کی طرف بھی عول کرتا ہے جو طاق عدد ہے اور (۸) کی طرف بھی عول کرتا ہے جو جفت عدد ہے اسی طرح (۹) کی طرف بھی عول کرتا ہے جو کہ طاق عدد ہے اور (۱۰) کی طرف بھی عول کرتا ہے جو کہ جفت عدد ہے اسی کو یہاں فرمایا: وتراً وشفعاً۔

قد تعول: اس سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ (٦، ۱۲، اور ۲۴) کے مخرج میں ہمیشہ عول کا ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ کبھی کبھی ہوتا ہے لفظ قد سے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۱﴿ اما الستة فانها تعول الی عشرة: کی امثلہ درج ذیل ہیں:

چھ کا سات کی طرف عول ہونے کا نقشہ:

مسئلہ (٦) عول (۷)

مثال: میـــــــــــــــــــــت

زوج	دو حقیقی بہنیں
نصف	ثلثان
۳	۴

وضاحت: مذکورہ بالا صورت میں میت کا صرف شوہر اور دو حقیقی بہنیں ہیں تو زوج کو نصف اور حقیقی بہنوں کو ثلثان ملے گا اب یہاں نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے ثلثان کے ساتھ ہے تو مسئلہ (٦) سے ہوگا۔ (٦) کا نصف یعنی (۳) حصے شوہر کو ملیں گے اور (٦) کا ثلثان یعنی (۴) حصے حقیقی بہنوں کو ملیں گے تو حصے کل (۷) ہوئے اور مسئلہ (٦) سے بن رہا تھا گویا یہاں مخرج اہل مسئلہ کے فروض پر تنگ پڑ رہا ہے لہٰذا یہ (۷) کی طرف عول ہو جائے گا۔

چھ کا آٹھ کی طرف عول ہونے کا نقشہ:

مسئلہ (٦) عول (۸)

مثال: میـــــــــــــــــــــت

زوج	اخت عینیہ	اختان اخیافی
نصف	نصف	ثلث
۳	۳	۲

وضاحت: مذکورہ بالا صورت مسئلہ میں میت کا صرف شوہر ایک عینی بہن اور دو اخیافی بہنیں ہیں تو شوہر کو نصف ایک عینی بہن کو بھی نصف اور دو اخیافی بہنوں کو ثلث ملے گا۔ اب نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے ثلث کے ساتھ ہو رہا ہے تو مسئلہ (۶) سے بنے گا (۶) کا نصف (۳) حصے شوہر کو ملیں گے اور (۳) حصے ایک حقیقی بہن کو ملیں گے اور (۶) کا ثلث (۲) ہوتا ہے تو (۲) حصے اخیافی بہنوں کو ملیں گے۔ تو یہ کل (۸) ہوئے اور مخرج مسئلہ (۶) ہے لہٰذا (۶) کو (۸) کی طرف عول کر دیں گے اور ترکے کے کل آٹھ حصے کر کے تقسیم کریں گے۔

(۶) کا (۹) کی طرف عول ہونے کا نقشہ:

مسئلہ (۶) عول (۹)

مثال: میــــــــــــــــــــــت

زوج	اختان عینیہ (۲)	اختان اخیافی (۲)
نصف	ثلثان	ثلث
۳	۴	۲

وضاحت: صورت مسئلہ میں میت کا شوہر دو حقیقی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں ہیں لہٰذا شوہر کو نصف اور عینی بہنوں کو ثلثان اور اخیافی بہنوں کو ایک ثلث ملے گا تو نصف کا اجتماع نوع ثانی کے بعض سے ہوا تو مسئلہ (۶) سے ہو گا (۶) کا نصف (۳) شوہر کو اور (۶) کا ثلثان (۴) عینی بہنوں کو ملے گا اور اخیافی بہنوں کو (۶) کا ثلث (۲) ملے گا تو مخرج فرض اصل مسئلہ (۶) سے ہوا تھا لیکن وارثین کے فروض (حصے) (۳+۴+۲=۹) ہیں تو مخرج فرض کم ہو گیا اور وارثوں کے حصے زیادہ ہو گئے لہٰذا مسئلہ (۶) کو عول کر دیا گیا (۹) کی طرف۔

المسئلۃ الشریحیۃ:

(۶) کا (۱۰) کی طرف عول ہونے کا نقشہ:

مسئلہ (۶) عول (۱۰)

مثال: میــــــــــــــــــــــت

زوج	دو عینی بہنیں	دو اخیافی بہنیں	ماں
نصف	ثلثان	ثلث	سدس
۳	۴	۲	۱

یہ مسئلہ مسئلہ شریحیہ کہلاتا ہے کیونکہ یہ صورت مسئلہ قاضی شریح کے سامنے پیش کی گئی تھی تو انہوں نے فرمایا کہ اس میت (عورت) کے شوہر کو (۱۰) میں سے تین (۳) حصے ملیں گے اب یہ (میت کا شوہر) شخص مختلف علاقوں کے علماء کے پاس گیا اور یہ

استفتاء پیش کیا کہ ایک عورت کا انتقال ہو گیا اور اس نے شوہر اپنے ورثہ میں چھوڑا ہے نہ اس عورت کا بیٹا ہے نہ پوتا علماء دین فرمائیں! اس عورت کے شوہر کو کتنا ترکہ ملے گا تمام علماء نے ایک ہی فتویٰ جاری کیا کہ اس شخص کو ترکہ کا آدھا ملے گا تو یہ شخص کہتا کہ قاضی شریح نے مجھ ترکہ کا نہ نصف دیا اور نہ ہی ثلث مال بلکہ (۱۰) میں سے (۳) حصے دیئے اب واقعہ بہت مشہور ہو گیا تو قاضی شریح نے اس کو طلب کیا اور اس کی غلط بیانی پر اسے سزا دی پھر فرمایا کہ مجھ سے پہلے امام عادل متقی پرہیز گار (حضرت عمرؓ) نے بھی اسی طرح عول کا فیصلہ فرمایا میں اس عول کرنے میں تنہا نہیں ہوں۔ (شریفیہ ص:۵۷)

وضاحت: مذکورہ بالا مثال میں میت کا صرف شوہر، دو عینی بہنیں دو اخیافی بہنیں اور ماں موجود ہیں۔ شوہر کو نصف عینی بہنوں کو ثلثان اور اخیافی بہنوں کو ثلث جب کہ ماں کو سدس ملے گا۔ اب نوع اول کے نصف کا اجتماع نوع ثانی کے بعض کے ساتھ ہے تو مسئلہ (۶) سے ہوگا۔ (۶) کا نصف (۳) ہوتا ہے تو وہ شوہر کو مل جائے گا۔ (۶) کا ثلثان (۴) ہوتا ہے وہ حقیقی بہنوں کو مل جائے گا۔ (۶) کا ثلث (۲) ہوتا ہے وہ اخیافی بہنوں کو مل جائے گا۔ اور (۶) کا سدس چونکہ (۱) ہوتا ہے لہٰذا وہ ماں کو مل جائے گا اب مخرج (۶) ہے جب حصص کل (۱۰) ہو رہے ہیں لہٰذا اس تنگی کو دور کرنے کے لئے اور نقصان کو سب میں برابر تقسیم کرنے کے لئے مسئلے کے مخرج (۶) کو (۱۰) کی طرف عول کر دیں گے۔

مشق: (۱) میـــــــــــــــــت

زوج　　اخت لام　　اخت عینی

(۲): میـــــــــــــــــت

زوج　　اخت عینی　　اخت علاتی

(۳) میـــــــــــــــــت

زوج　　اختین عینیہ

(۴): میـــــــــــــــــت

زوج　　اختین اخیافی

(۵): میـــــــــــــــــت

زوج　　اخت لاب وام　　اختین لام　　ام

(۶): میـــــــــــــــــت

زوج　　اختین لاب وام　　اختین لام

❀❀❀

﴿واما اثنا عشر فھی تعول الی سبعة عشر وتراً لا شفعاً﴾

ترجمہ: اور بارہ عول کرتا ہے سترہ کی طرف طاق عدد کے اعتبار سے نہ کہ جفت کے اعتبار سے (یعنی بارہ کا عول (۱۳، ۱۵) اور (۱۷) کی طرف ہوتا ہے بارہ کا عول (۱۴، ۱۶) اور (۱۸) کی طرف نہیں ہوتا)۔

تشریح: اب یہاں مصنف اس دوسرے عدد کے بارے میں بتا رہے ہیں جو عول کرتا ہے وہ ہے (۱۲) جو (۱۷) کی طرف طاق عدد کے اعتبار سے عول کرتا ہے یعنی کبھی (۱۳) کبھی (۱۵) اور کبھی (۱۷) کی طرف عول کرتا ہے۔ (۱۲) جفت عدد کے اعتبار سے عول نہیں کرتا یعنی (۱۲) کبھی بھی (۱۴) یا (۱۶) یا (۱۸) کی طرف عول نہیں ہوگا۔

﴿واما اثنا عشر فھی تعول الی سبعة عشر کی امثلہ درج ذیل ہیں:﴾

بارہ میں عول ہو کر تیرہ بن جانے کا نقشہ:

مسئلہ (۱۲) عول (۱۳)

مثال: میـــــــــــــــــــت

زوجہ	دو حقیقی بہنیں	ایک اخیافی بہن
ربع	ثلثان	سدس
۳	۸	۲

وضاحت: مذکورہ بالا مثال میں میت کی ایک بیوی دو حقیقی بہنیں اور ایک اخیافی بہن موجود ہے بیوی کو اولاد نہ ہونے کی بناء پر ربع ملے گا۔ دو بہنوں کو ثلثان اور ایک اخیافی بہن کو سدس ملے گا۔ نوع اول کے ربع کا اجتماع نوع ثانی کے بعض کے ساتھ ہے تو مسئلہ (۱۲) سے ہوگا۔ (۱۲) کا ربع چونکہ (۳) ہوتا ہے تو (۳) حصے بیوی کو ملیں گے (۱۲) کا ثلثان یعنی (۸) حصے دو حقیقی بہنوں میں تقسیم ہوں گے۔ اور (۱۲) کا سدس یعنی (۲) حصے اخیافی بہن کو ملیں گے اب حصے (۱۳) بن رہے ہیں اور مخرج مسئلہ (۱۲) تھا اس لئے اس کو (۱۳) کی طرف عول کر دیں گے۔

بارہ کا عول ہو کر (۱۵) بن جانے کا نقشہ:

مسئلہ (۱۲) عول (۱۵)

مثال: میـــــــــــــــــــت

زوجہ	دو حقیقی بہنیں	دو اخیافی بہنیں
ربع	ثلثان	ثلث
۳	۸	۴

وضاحت: مذکورہ بالا مثال میں میت کی زوجہ ہے جس کو ربع مل رہا ہے اور دو اخیافی بہنوں کو ثلث اور دو حقیقی بہنوں کو ثلثان مل رہا

ہے ربع کا اجتماع نوع ثانی کے بعض یعنی ثلث وثلثان سے ہورہا ہے تو مسئلہ (۱۲) سے ہوگا۔ (۱۲) کا ربع یعنی (۳) حصے بیوی کو (۱۲) کا ثلثان یعنی (۸) حصے حقیقی بہنوں کو اور (۱۲) کا ثلث یعنی (۴) حصے اخیافی بہنوں کو ملیں گے۔ کل حصے (۱۵) ہوئے مسئلہ کا مخرج (۱۲) ہے تو اس تنگی کو دور کرنے کے لئے مسئلہ کو (۱۵) کی طرف عول کر دیا۔

بارہ کا عول ہو کر سترہ بن جانے کی مثال:

مسئلہ (۱۲) عول (۱۷)

مثال: میـــــــــــــــــــــت

زوجہ	ام	دو حقیقی بہنیں	دو اخیافی بہنیں
ربع	سدس	ثلثان	ثلث
۳	۲	۸	۴

وضاحت: مندرجہ بالا صورت مسئلہ میں میت کی زوجہ، ام، دو حقیقی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں ہیں۔ زوجہ کو (۳) حصے ماں کو (۲) حصے حقیقی بہنوں کو (۸) حصے اور اخیافی بہنوں کو (۴) حصے ملیں گے یہ کل (۱۷) ہوئے تو مسئلہ کو (۱۷) کی طرف عول کر دیا

(شریفیہ ص: ۵۷)

مشق: (۱) میـــــــــــــــــــــت

زوجہ　اختان لاب وام　اخت لام　ام

(۲): میـــــــــــــــــــــت

زوجہ　اختان لاب وام　اختان لاب　ام

(۳): میـــــــــــــــــــــت

زوجہ　اخ لام　اختان لاب وام　ام

(۴): میـــــــــــــــــــــت

زوجہ　اخوان لام　ام　اختان لاب وام

﴿واما اربعة وعشرون فانها تعول الىٰ سبعة وعشرين عولا واحداً كما في المسئلة المنبرية وهي امرأة وبنتان وابوان ولا يزاد على هذا الا عند ابن مسعود رضي الله عنه فان عنده تعول الى احدو ثلاثين﴾

ترجمہ : اور چوبیس کا عول صرف ستائیس کی طرف ہوگا صرف یہی ایک عول۔ جیسے مسئلہ منبریہ میں ہے اور وہ ایک بیوی دو بیٹیاں اور ماں باپ کے موجود ہونے کا مسئلہ ہے۔ اور اس ستائیس سے زیادہ کی طرف چوبیس کا عول نہیں کیا جائے گا مگر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک چوبیس، اکتیس تک عول کرسکتا ہے۔

تشریح: یہاں مصنفؒ ان (۳) مخارج میں سے جن میں عول ہوتا ہے آخری مخرج کا ذکر کر رہے ہیں جو کہ چوبیس ہے: کہ اس میں جمہور کے نزدیک (۲۴) کا عول صرف (۲۷) کی طرف ہوسکتا ہے اس سے زیادہ یا کم کی طرف نہیں۔ اور وہ عول صرف ایک مسئلہ منبریہ میں ہوتا ہے۔

اس بارے میں کہ (۲۴) کا عول کس کس عدد کی طرف ہوسکتا ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، جمہور سے اختلاف کرتے ہیں ان کے نزدیک (۲۴) کا عول (۳۱) کی جانب بھی ہوسکتا ہے۔

وجہ اختلاف: اس اختلاف کی وجہ بھی دراصل وہی اختلاف ہے جو **باب الحجب** میں گزرا ہے کہ محروم شخص کسی دوسرے حاجب کے لئے بن سکتا ہے یا نہیں تو جمہور کے مذہب کے مطابق تو محروم شخص نہ حجب نقصان کرسکتا ہے نہ ہی حجب حرمان کرسکتا ہے جب کہ ابن مسعودؓ کے نزدیک محروم شخص حجب نقصان کرسکتا ہے۔

جمہور کے مذہب کے مطابق ۲۴ کا عول ۲۷ کی طرف ہونے کی مثال:

مسئلہ :منبریہ[۱]

مسئلہ (۲۴) عول (۲۷)

مثال: میـــت

زوجہ	ماں	باپ	دو بیٹیاں
ثمن	سدس	سدس	ثلثان
۳	۴	۴	۱۶

[۱] وضاحت: مسئلہ منبریہ جس میں (۲۴) کا عول (۲۷) کی طرف ہوتا ہے یہ وہ صورت ہوتی ہے جب کہ کسی شخص کا انتقال ہوجائے اور اس کے ورثاء میں اس کی بیوی، ماں، باپ اور بیٹیاں موجود ہوں تو بیوی کو ثمن، ماں اور باپ میں سے ہر ایک کو سدس اور بیٹیوں کو ثلثان ملے گا۔ اب چونکہ نوع اول کے ثمن کا اجتماع نوع ثانی کے بعض (یعنی سدس وثلثان) سے ہو رہا ہے اس لئے مسئلہ (۲۴) سے ہوگا۔ (۲۴) کا ثمن یعنی (۳) حصے بیوی کو (۲۴) کے دو سدس یعنی (۴)، (۴) حصے ابوین کو اور (۲۴) کا ثلثان یعنی (۱۶) حصے بیٹیوں کو مل جائیں گے کل حصے (۲۷) ہوئے مخرج مسئلہ (۲۴) تھا تو مسئلہ کو (۲۷) کی طرف عول کردیں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک (۲۴) کا عول (۳۱) کی طرف ہونے کی مثال:

مسئلہ (۲۴) عول (۳۱)

مثال[۱]: میــــــــت

زوجہ	ام	اختین لام	اختین لاب وام	ابن کافر
ثمن	سدس	ثلث	ثلثان	محروم
۳	۴	۸	۱۶	

[۱] وضاحت: مذکورہ بالا صورت مسئلہ میں میت کی ایک بیوی، ماں، دو عینی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں اور ایک ابن کافر موجود ہے تو زوجہ کو ابن کافر کی وجہ سے حجب نقصان کے ساتھ (۲۴) کا ثمن یعنی (۳) حصے ملیں گے۔ ام کو سدس یعنی (۴) حصے ملیں گے اور اختین لام کو ثلث یعنی (۸) اور اختین لاب وام کو ثلثان یعنی (۱۶) حصے ملیں گے۔ کل حصص (۳۱) ہوئے (گویا (۲۴) کا عول (۲۷) کے علاوہ (۳۱) کی طرف بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ یہاں (۲۴) کا عول (۳۱) کی طرف ہوا ھذا عند ابن مسعودؓ)۔

جمہور کے مذہب کے مطابق مذکورہ ورثہ کی موجودگی میں ترکے کی تقسیم کی مثال:

مسئلہ (۱۲) عول (۱۷)

مثال: میــــــــت

زوجہ	ام	اختین لام	اختین لاب وام	ابن کافر
ربع	سدس	ثلث	ثلثان	محروم
۳	۲	۴	۸	

وضاحت: جمہور کے نزدیک مذکورہ بالا صورت میں جب کہ میت کے ورثاء میں سے صرف اس کی ماں اور ایک بیوی، دو اخیافی بہنیں اور دو عینی بہنیں اور ابن کافر موجود ہوں تو ترکے کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ زوجہ کو ربع ملے گا کیونکہ جمہور کے یہاں جو شخص محروم ہوتا ہے وہ نہ حجب نقصان کرتا ہے نہ ہی حجب حرمان کرتا ہے اور لاشیٔ کے حکم میں ہوتا ہے لہٰذا ام کو سدس، اختین لام کو ثلث، اختین لاب وام کو ثلثان ملے گا۔ ربع کا اجتماع نوع ثانی کے بعض کے ساتھ ہے تو مسئلہ (۱۲) سے ہوگا۔ زوجہ کو (۳) ام کو (۲) اختین لام کو (۴) اور اختین لاب وام کو (۸) حصے ملیں گے۔ یہ کل حصص (۱۷) ہوئے اور مخرج مسئلہ (۱۲) ہے تو (۱۲) کو (۱۷) کی طرف عول کر دیں گے۔

فائدہ: مسئلہ کی منبریہ کی وجہ تسمیہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ اگر میت کی بیوی، دو بیٹیاں اور والدین موجود ہوں تو ترکہ ان کے درمیان کیسے تقسیم ہوگا۔" تو حضرت علیؓ نے منبر پر ہی فی البدیہ جواب دیا کہ اس صورت میں بیوی کا ثمن (آٹھواں حصہ) تسع (نویں حصے) میں تبدیل ہو جائے گا۔ جس پر لوگ حیران رہ گئے (یعنی پہلے میت کے ترکہ کے (۲۴) حصوں میں سے (۳) حصے بیوی کو ملنے چاہئے تھے جو کہ ترکہ کا آٹھواں حصہ تھا اب (۲۴) کے بجائے (۲۷) میں سے بیوی کو (۳) حصے ملیں گے جو کہ ترکہ کا نواں حصہ ہے۔

فائدہ مہمہ عول کی مشروعیت[۲۱]:

یہ حکم شرعی ہے اس کا فیصلہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں کیا تھا وہ اس طور پر کہ ان کے دور خلافت میں یہ صورت پیش آئی تھی کہ ایک عورت کا انتقال ہو گیا اور اس کے ورثاء میں اس کا شوہر، ام اور ایک اخت لابوین ہے موجود تھے تو ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟

اس سلسلے میں انہوں نے حضرت علیؓ و حضرت عباسؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ وغیرہ سے مشورہ لیا تو حضرت عباسؓ نے کہا کہ عول کر لیا جائے تو سب نے اس پر اتفاق کیا۔ (شریفیہ ص:۵۵) اجماع صحابہ سے حضرت عباسؓ کا یہ مشورہ قبول کر لیا گیا صحابہ میں کوئی ایک صحابی بھی اس عول کا منکر نہیں تھا صرف ابن عباسؓ نے حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد اس عول کا انکار کیا۔ جب ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ آپ نے عہد فاروقی میں اس عول کا انکار (حضرت عمرؓ کی موجودگی میں) کیوں نہ کیا؟ تو ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ حضرت عمرؓ بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ میں ان کے رعب کیوجہ سے ہمت نہ کر سکا۔ (شریفہ:۵۵)

عہد فاروقی میں بیان کردہ صورت مسئلہ کا نقشہ[۱]:

مسئلہ (۶) عول (۸)

مثال: میـــــــــــــــــت

زوج	ام	اخت لابوین
نصف	ثلث	نصف
۳	۲	۳

---

[۱] وضاحت: مذکورہ صورت میں میت کے شوہر کو نصف، ام کو ثلث اور ایک حقیقی بہن کو نصف مل رہا ہے تو چونکہ نصف کا اجتماع ثلث کے ساتھ ہے لہٰذا مسئلہ (۶) سے ہوگا۔ (۶) کا نصف (۳) حصے زوج کو اور (۳) حصے بہن کو مل گئے اور (۶) کا ثلث یعنی (۲) حصے ماں کو ملے کل حصے (۸) ہوئے مخرج مسئلہ (۶) تھا تو (۶) کا عدد (۸) کی طرف عول کر گیا۔ تو یہ سب سے پہلی صورت تھی جس میں عول کیا گیا اور اس پر اجماع صحابہ منعقد ہو گیا۔

فصل

فصل فی معرفة التماثل والتداخل والتوافق والتباین بین العددین

ترجمہ: یہ فصل دوعددوں کے درمیان تماثل، تداخل، توافق، اور تباین کی نسبت کے پہچاننے کے بارے میں ہے۔

تشریح: یہ باب، باب التصحیح کے لئے بمنزلہ تمہید کے ہے۔

دراصل فن فرائض میں اس بات کا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ ترکہ وارثوں کے اعداد کے اعتبار سے بوقت تقسیم بغیر کسی کسر کے تقسیم ہو جائے اور اس کسر سے بچنے کے لئے ہی تصحیح کا باب رکھا گیا ہے اور اس کسر کو دور کرنے کے لئے دوعددوں کے مابین نسبت معلوم کرنا ضروری ہوتا ہے لہٰذا یہ باب، باب التصحیح کے لئے بمنزلہ تمہید کے ہے۔

اب یا تو ان دو اعداد جن میں کسر ہے ان میں نسبت تماثل کی ہوتی ہے یا تداخل کی یا توافق کی یا تباین کی ہوتی ہے۔

اس کسر کو دور کرنا تصحیح کے ذریعے سے ہوتا ہے اور تصحیح موقوف ہے نسبت کے پہچاننے پر۔ اس لئے اس باب کو مقدمے کے طور پر ذکر کیا ہے۔

عدد: اہل حساب[۴۲] کے نزدیک عدد نام ہے اس ہندسے کا جو کئی اکائیوں سے مل کر بنا ہو جیسے (۲) ایک عدد ہے وہ ایک اور ایک سے مل کر بنا ہے جب کہ (۱) عدد نہیں ہے۔ عدد کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ یہ نصف مجموع الحاشیتین القریبتین اوالبعیدتین ہوتا ہے (یعنی عدد کے دو قریبی یا دور والے کناروں کے مجموعے کو جمع کیا جائے پھر اس مجموعہ کو آدھا کر دیا جائے تو یہ حاصل شدہ شے عدد کہلاتا ہے)۔

مثال ۱: دو کا عدد ایسا ہے کہ اس کے ایک کنارے پر (۱) کا ہندسہ ہے دوسرے کنارے پر تین کا عدد ہے۔ (۳+۱=۴) ہوتے ہیں (۴) کا ادھا (۲) ہوتا ہے اس سے پتا چلا کہ دو ایک عدد ہے جس کے کہ ایک طرف یعنی (پہلے) (۱) ہے اور دوسری طرف یعنی (بعد میں) (۳) ہے لہٰذا اہل حساب کے یہاں (۱) عدد نہیں ہے۔

مثال نمبر ۲: (۸) اس کے ایک قریبی کنارے پر (۷) ہے اور دوسرے قریبی کنارے پر (۹) ہے۔ (۹) اور (۷) کا مجموعہ = (۱۶) ہے مجموع الحاشیتین القریبتین کا نصف یہی (۸) ہے نیز اس (۸) کا ایک بعیدی کنارہ (۶) اور دوسرا بعیدی کنارہ (۱۰) ہے (۶) اور (۱۰) کا مجموعہ (۱۶) ہوا تو (۱۰) اور (۶)، (۸) کے لئے حاشیتین البعیدتین ہوئے: تو ان حاشیتین البعیدتین کا مجموعہ = (۱۶) کا نصف بھی یہی (۸) ہوا۔

اب نسبتوں کی چار قسمیں ہیں: (۱) تماثل۔ (۲) تداخل۔ (۳) توافق۔ (۴) تباین۔

تماثل العددین کون احدھما مساویا للآخر

ترجمہ: دوعددوں کے درمیان تماثل کا ہونا اسے کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک دوسرے کے برابر ہو۔

تشریح: یہاں سے مصنف ان نسبتوں کی جن کا ذکر پیچھے گزرا ہے تعریف بیان کر رہے ہیں سب سے پہلے تماثل کا ذکر ہے تو تماثل دراصل اس نسبت کو کہتے ہیں جس میں دونوں عدد ایک دوسرے کے مساوی ہوں ان کو عددین متماثلین بھی کہتے ہیں۔ مثلاً تین

کتابیں، تین قلم، اب دونوں جملوں میں تین ایک عدد ہے اور قلم و کتابیں معدود ہیں۔ اور تین تین ایک دوسرے کے برابر ہیں۔

﴿وتداخل العددين المختلفين ان يعد اقلهما الاكثر اى يفنيه او نقول هو ان يكون اكثر العددين منقسما على الاقل قسمة صحيحة او نقول هو ان يزيد على الاقل مثله او امثاله فيساوى الاكثر اونقول هوان يكون الاقل جزء اًللاكثر مثل ثلثة وتسعة﴾

ترجمہ : اور دو مختلف اعداد کا متداخل ہونے کا معنی (یہ ہے کہ) دونوں میں سے چھوٹا عدد بڑے عدد کو فنا کر دیتا ہے یا پھر ہم کہیں گے کہ وہ (یعنی متداخل ہونے کے معنی) یہ ہیں کہ عدد اکثر عدد اقل پر صحیح سے تقسیم ہو جائے۔ یا پھر ہم کہیں گے کہ متداخل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ عدد اقل پر اس کی ایک مثل یا چند مثل کا بڑھ جانا تا کہ عدد اقل عدد اکثر کا مساوی ہو جائے یا پھر ہم کہیں گے کہ تداخل کے معنی ہیں کہ عدد اقل عدد اکثر کا ایک جزء ہوتا ہے جیسے کہ تین اور نو (کے اعداد)

تشریح: یہاں سے مصنف تداخل کی تعریفات ذکر کر رہے ہیں۔

تداخل: مصنف نے اس کی چار تعریفات بیان کی ہیں۔

پہلی تعریف: دو عددوں میں سے چھوٹا عدد بڑے عدد کو کاٹ دے[1] ان دونوں عددوں کو عددین متداخلین کہتے ہیں۔

امثلة : (۱) مثال اس کی یہ ہے کہ اگر نسبت (۳) اور (۶) کے درمیان دیکھنی ہو تو اس کو دیکھیں گے کہ (۳) کے پہاڑے میں (۶) آ رہا ہے یعنی کیا (۳) کا عدد (۶) کو کاٹ سکتا ہے اگر ہاں تو گویا ان دو اعداد میں تماثل ہے جیسے ۶ اور ۳ تو (۳) کا دوگنا (۶) ہوتا ہے اس سے پتا چلا کہ ان دونوں کے درمیان نسبت تداخل کی ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ تین اور چھ (۳،۶) عددین متداخلین ہیں۔

(۲) دوسری مثال: جیسے (۳) اور (۹) کا عدد ہے ان کے درمیان نسبت دیکھنی ہے تو دیکھیں گے کہ کیا (۳) کا عدد (۹) کو کاٹ سکتا ہے جواب مثبت ہوگا گویا ان کے درمیان نسبت تداخل کی ہے۔ بخلاف (۳) اور (۸) کے کہ ان کے درمیان نسبت تداخل کی نہیں ہو سکتی (۳) (۸) کو بالکلیہ نہیں کاٹ سکتا بلکہ کچھ بچ جاتا ہے۔

---

[1] ﴿ان يعد اقلهما الاكثر اى يفنيه﴾

شریفیہ میں لکھا ہے کہ عدد اقل، عدد اکثر کو کاٹ دے اس کا مطلب یہ ہے کہ عدد اکثر سے عدد اقل کو دو یا تین مرتبہ (یا اس سے زیادہ) منفی کیا جائے تو عدد اکثر ختم ہو جائے تو سمجھ لو کہ یہ عددین متداخلین ہیں جیسے کہ (۳) اور (۶)۔ اب (۶) میں (۳) کو دو مرتبہ منفی کیا جائے تو عدد اکثر (۶) ختم ہو جائیگا اسی طرح (۹) اور (۳) ہیں ان میں (۹) عدد اکثر ہے (۹) میں سے (۳) کو (تین) مرتبہ منفی کیا جائے تو (۹) عدد اکثر ختم ہو جائیگا بخلاف (۸) اور (۳) کے کہ ان میں تداخل نہیں ہے کیونکہ (۸) (عدد اکثر) میں سے (۳) عدد اقل کو دو دفعہ نکالیں گے تو (۲) باقی رہیگا لہٰذا ان میں تداخل نہیں ہے بلکہ ان میں نسبت تباین کی ہے۔ (ص:۵۸ شریفیہ)

دوسری تعریف: دوعددوں میں سے بڑا عدد چھوٹے عدد پر صحیح طرح تقسیم ہو جائے اس طور پر کہ اس میں کوئی کسر نہ رہے۔
امثلۃ: جیسے کہ (۶) اور (۳) کہ ان میں سے (۶) جو کہ بڑا عدد ہے (۳) سے پورا پورا تقسیم ہو جاتا ہے اور کوئی کسر باقی نہیں رہتی تو کہا جائے گا کہ ان دونوں میں تداخل ہے۔ اسی طرح (۴) اور (۸)، (۷) اور (۲۱) وغیرہ ہیں کہ ان کے درمیان بھی تداخل ہے کیونکہ ان میں سے بڑا عدد چھوٹے عدد سے پورا تقسیم ہو جاتا ہے۔

تیسری تعریف: تداخل کی تیسری تعریف یہ ہے کہ دوعددوں میں سے اگر چھوٹے عدد پر اسی چھوٹے عدد کے ایک مثل اضافہ کریں یا اس چھوٹے عدد کے کئی امثال اضافہ کریں تو یہ بڑے عدد کے مساوی ہو جائے۔
امثـــلۃ: جیسے (۳) اور (۶) ان میں چھوٹا عدد (۳) ہے اب اگر چھوٹے عدد (۳) پر اسی کے مثل (۳) کا اور اضافہ کریں تو یہ بڑے عدد (۶) کے مساوی ہو جائے گا گویا ان دونوں عددوں کے درمیان تداخل ہے۔
اسی طرح (۳) اور (۹) ہیں کہ: اگر (۳) پر اس کے دو مثل اضافہ کریں تو یہ بڑے عدد (۹) کے برابر ہو جائے گا جیسے (۹=۳+۳+۳) تو اب ان دونوں عددوں کے درمیان بھی تداخل ہے اور (۳) اور (۹) عددین متداخلین کہلائیں گے۔

چوتھی تعریف: تداخل کی چوتھی تعریف یہ ہے کہ عدد اقل عدد اکثر کا جز ہو یعنی چھوٹا عدد بڑے عدد کا کوئی حصہ ہو۔
مثلاً: چھوٹا عدد بڑے عدد کا آدھا ہو یا پاؤ ہو یا تہائی ہو تو ایسے دو عددوں کو عددین متداخلین کہیں گے۔
امثـــلۃ: جیسے کہ (۳) اور (۶) تو ان میں سے بڑا عدد (۶) ہے اور چھوٹا عدد (۳) ہے یہ بڑے عدد (۶) کا ایک جز بھی ہے کہ (۶) کا نصف (آدھا) (۳) ہوتا ہے گویا ان میں تداخل ہے اسی طرح (۳) اور (۹) میں (۳) بڑے عدد (۹) کا ایک جزو ہے کیونکہ (۹) کا ثلث (۳) ہے تو ان کے درمیان بھی تداخل ہے۔

خلاصہ: مصنفؒ نے تداخل کی چار تعریفیں کی ہیں اور ہر تعریف کا حاصل یہی ہے کہ چھوٹے عدد کے ذریعے بڑا عدد بالکل ختم ہو جائے۔

﴿مثل ثلثۃ وتسعۃ﴾ مصنفؒ نے یہ مثال ایسی دی ہے کہ (۳) اور (۹) میں تداخل کی چاروں تعریفیں صادق آرہی ہیں۔
کیونکہ (۳) (۹) کو کاٹ بھی دیتا ہے یہ پہلی تعریف کے مطابق تداخل ہوا $\frac{۹}{۳}$ دوسری تعریف کے مطابق عدد اکثر (۹) عدد اقل (۳) پر بغیر کسر کے تقسیم بھی ہو رہا ہے۔ تیسری تعریف کے مطابق عدد اقل (۳) پر اس کے دو مثل (۳+۳=۶) کا اضافہ کریں تو عدد اقل (۳) عدد اکثر (۹) کے برابر بھی ہو جائیگا۔ اور چوتھی تعریف کے مطابق عدد اقل (۳) عدد اکثر (۹) کا ایک جزو (تہائی) بھی ہے۔ (ص:۵۸، فھذا مثال التداخل علیٰ جمیع التفاسیر شریفیہ)

﴿وتوافق العددين ان لا يعد اقلهما الاكثر و لكن يعدهما عدد ثالث كالثمانية مع العشرين تعدهما اربعة فهما متوافقان بالربع لان العدد العاد لهما مخرج لجزء الوفق.(ص ۲۱)﴾

ترجمہ: اور دو عددوں میں توافق ہونے کے معنی یہ ہیں کہ چھوٹا عدد بڑے عدد کو ختم نہ کرے لیکن کوئی تیسرا عدد دونوں کو فنا کر دیتا ہو مثلاً (آٹھ) اور (بیس) ان دونوں کو (چار) فنا کر دیتا ہے لہٰذا یہ دونوں متوافق بالربع ہیں کیونکہ دونوں کو فنا کر دینے والا عدد ان دونوں کے جزءِ وفق کا مخرج ہے۔

تشریح: یہاں پر مصنفؒ نے توافق کی تعریف ذکر کی ہے۔

توافق کی تعریف: توافق یہ ہے کہ دو عددوں میں سے چھوٹا عدد بڑے عدد کو نہ کاٹے بلکہ کوئی تیسرا عدد ان دونوں کو کاٹے یعنی بالکل ختم کرے۔

امثلة: جیسے کہ (۸)[1] اور (۲۰) اب ان دونوں عددوں میں جو چھوٹا عدد ہے یعنی (۸) یہ بڑے عدد (۲۰) کو ختم نہیں کرتا بلکہ ان دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا عدد ہے جن سے یہ دونوں عدد پورے پورے تقسیم ہو جاتے ہیں اور وہ ہے (۴) تو اب (۸) اور (۲۰) یہ دونوں (۴) سے تقسیم ہو جاتے ہیں تو اس لئے کہیں گے کہ ان میں توافق بالربع ہے۔

﴿قوله لان العدد العاد لهما مخرج لجزء الوفق:﴾ اس عبارت[2] کی تشریح یہ ہے کہ (۸) اور (۲۰) دونوں کا کاٹنے والا عدد (۴) ہے تو (۴) العدد العاد لهما ہوا: اب (۸) اور (۲۰) کا جب ہم وفق نکالیں گے (۲۰) میں سے (۸) کو دو دفعہ نکالا تو چار باقی رہا پھر (۴) کو (۸) میں سے نکالا تو پھر (۴) باقی رہا تو (۸) اور (۲۰) کا جزءِ وفق (ربع) ہوا۔ اور جزءِ وفق (ربع) کا مخرج (اربعہ) ہے (کیونکہ جب کسی وارث کا حصہ ربع ہو تو مخرج مسئلہ اربعہ سے ہوتا ہے کما ہو ظاہر) تو (۸) اور (۲۰) کو کاٹنے والا عدد یعنی (۴) یہ جزءِ وفق (ربع) کا مخرج (اربعہ) ہے تو جو تیسرا عدد، ان دونوں عددوں کو کاٹتا ہے وہ جزءِ وفق کا مخرج بھی ہوا۔

---

[1] اشکال: یہاں یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ (۸) اور (۲۰) کو (۲) کا عدد بھی کاٹ رہا ہے تو پھر خاص (۴) کا ذکر کیوں کیا؟

جواب: مصنفؒ نے جو توافق کی تعریف کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ دونوں عدد کے علاوہ تیسرا بڑا عدد ہو وہ دونوں عددوں کو فنا کرنے والا ہو تو اس بڑے عدد کا اعتبار ہوگا اب مذکورہ مثال میں (۸) اور (۲۰) کو اگرچہ (۲) بھی تقسیم کرتا ہے مگر اعتبار بڑے عدد کا ہوگا اور (۴) سے کوئی بڑا عدد ایسا نہیں جو (۸) اور (۲۰) کو تقسیم کرتا ہو، لہٰذا ان دونوں عدد کے مابین توافق بالربع کہا جائے گا۔

﴿وتباین العددین ان لایعدالعددین معا عدد ثالث کالتسعة مع العشرة﴾

ترجمہ : اور دو اعداد کے درمیان تباین ہونے کے معنی یہ ہیں کہ کوئی تیسرا عدد دونوں اعداد کو ایک ساتھ نہ کاٹ سکے جیسے کہ (۹) اور (۱۰) ان دونوں کو کوئی تیسرا عدد فناء (ختم) نہیں کرسکتا۔

تشریح: یہاں پر مصنف تباین کی تعریف ذکر کررہے ہیں۔

تباین: جب دو عددوں میں نسبت دیکھی جائے اور نہ وہاں تداخل، نہ توافق، نہ ہی تماثل کی نسبت ہو تو وہ تباین کہلائے گا، جیسے کہ سات اور تین کا عدد ایک ساتھ جمع ہوجائیں تو وہ دونوں ایک دوسرے سے کٹ نہیں سکتے نہ ہی کوئی تیسرا عدد ان کو کاٹ سکتا ہے تو یہ کہیں گے کہ ان اعداد کے درمیان تباین کی نسبت ہے اسی طرح (۹) اور (۸) کے درمیان تباین کی نسبت پائی جاتی ہے۔

مصنفؒ نے (۹) اور (۱۰) کی مثال دی ہے اس میں بھی نسبت تباین کی ہے کیونکہ (۹) نہ تو خود (۱۰) کو ختم کرسکتا ہے اور نہ ہی کوئی تیسرا عدد ہے جو (۹) اور (۱۰) کو اکٹھے ختم کرے، ہاں (۱) کے ذریعہ دونوں ختم ہوسکتے ہیں لیکن اہل حساب کے یہاں (۱) عدد میں شامل نہیں ہے۔

وطریق معرفة الموافقة والمباینة بین العددین المختلفین ان ینقص من الاکثر بمقدار الاقل من الجانبین مرة او مرارا حتی اتفقافی درجة واحدة فان اتفقافی واحد فلا وفق بینهما وان اتفقا فی عدد فهما متوافقان بذلک العدد ففی الاثنین بالنصف وفی الثلثة بالثلث وفی الاربعة بالربع هکذاالی العشرة وفی ما وراء العشرة یتوافقان بجزء منه اعنی فی احد عشر بجزء من احد عشر وفی خمسة عشر بجزء من خمسة عشر فاعتبر هذا ﴾(ص:۲۱)

ترجمہ : اور دو مختلف اعداد کے درمیان تباین اور توافق (کی نسبت) پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ عدد اکثر میں سے عدد اقل کی مقدار کو کم کیا جائے دونوں جانبین سے ایک یا کئی مرتبہ یہاں تک کہ وہ دونوں کسی ایک درجے میں متفق ہوجائیں اگر وہ ایک کے عدد پر متفق ہوجائیں تو دونوں کے درمیان وفق نہیں ہے اور اگر دونوں کسی اور عدد کے ساتھ متفق ہوجائیں تو دونوں اسی عدد کے ساتھ متوافق کہلائیں گے پس اگر دو (کے عدد) پر (جاکر یہ عددین متوافقین) متفق ہوجائیں تو ان عددین متوافقین کو متوافق بالنصف کہیں گے اور اگر (یہ دونوں عدد) تین کے عدد پر متفق ہوجائیں تو کہیں گے کہ یہ دونوں عدد متوافقین بالثلث ہیں۔ اور اگر یہ دونوں عدد (۴) پر جاکر متفق ہوجائیں تو یہ دونوں عدد متوافقین بالربع کہلائیں گے۔ اسی طرح دس تک ہے اور دس کے بعد کسی عدد کے ایک جزو کیساتھ متوافق کہلائیں گے یعنی اگر (۱۱) کے عدد پر جاکر دونوں عدد متفق ہوجائیں تو توافق بجزء من احد عشر ہوگا۔ اور اگر پندرہ پر متفق ہوجائیں تو توافق بجزء من خمسة عشر ہوگا اسی طرح اخر تک قیاس کرتے جاؤ۔

تشریح: دو عددوں کے درمیان توافق یا تباین کی نسبت معلوم کرنے کا طریقہ: پہلا قاعدہ: اس کا عملی طریقہ یہ ہے کہ جن دو عددوں کے درمیان ہم نے نسبت دیکھنی ہے تو ان میں سے ایک عدد چھوٹا ہوگا اور دوسرا عدد بڑا تو

بڑے عدد میں سے چھوٹے عدد کو نکالیں گے یعنی منفی کریں گے تو جو جواب آئے گا اس کو دوبارہ منفی کریں گے۔

اتنی دفعہ منفی کریں گے کہ جواب میں صفر آنا رہ جائے جب صفر آنے لگے تو منفی کرنا چھوڑ دیں گے۔ اب چاہے اس عدد کو ایک ہی دفعہ (منفی) مائنس کرنے کی ضرورت پڑے چاہے اس سے زیادہ دفعہ کرنے کی ضرورت پڑے۔ حاصل یہ کہ عدد اکثر (بڑے عدد) میں سے چھوٹے عدد کو اتنی دفعہ منفی کریں گے کہ چھوٹا عدد بڑا عدد بن جائے تو اب چھوٹا عدد اوپر رکھیں گے پھر اس میں سے بڑے عدد کو (جو چھوٹا عدد بن چکا ہے) منفی کرینگے پہاڑہ پڑھ کر چاہے ایک دفعہ تک پہاڑہ پڑھیں یا دو دفعہ = تو جواب (١) کے علاوہ آئے تو اس عدد کے اعتبار سے توافق ہوگا۔

مثال: ہمارے پاس جیسے کہ دو عدد ہوں (٩) اور (٦) تو ان کے درمیان نسبت معلوم کرنے کے لئے (٩) میں سے (٦) کو منفی کریں گے۔ جواب (٣) آیا اب (٣) کو (٦) سے منفی کریں گے جواب آیا = (٣) اب مزید ٣ کو ٣ سے مائنس کریں تو جواب صفر آجاتا اس لئے یہیں روک دیں گے اور یہ کہیں گے کہ ان دو اعداد کے درمیان توافق بالثلث ہے۔

٩ − ٦ = ٣ ، ٦ − ٣ = ٣ ، ٣ − ٣ = ٠

اسی طرح جو عدد جواب میں آخر میں آرہا ہے کہ اس سے زیادہ منفی کرنے میں صفر آنے لگے گا تو اسی عدد کے اعتبار سے ان کے درمیان توافق ہوگا مثلاً (٤) جواب میں آرہا ہے تو توافق بالربع ہوگا۔ (٢) جواب میں آرہا ہے تو توافق بالنصف ہوگا۔ اور اگر دس سے اوپر کچھ جواب میں آرہا ہے تو توافق بجزء احد عشر وغیرہ کہیں گے۔

دوسرا قاعدہ: یہاں ایک صورت یہ ہے کہ اگر دو اعداد میں سے چھوٹے کو بڑے سے منفی کرنے کے نتیجے میں جواب (١) آرہا ہو نہ کہ صفر تو تب ہم کہیں گے ان (دو) اعداد میں نسبت تباین کی ہے[1]۔

---

[1] مثال: ١٠
−٩
١

گویا (١٠) اور (٩) میں نسبت تباین کی ہے۔

مثال (٢) ٥
−٣ جانب اول
−٢ جانب ثانی
١

(٥) اور (٣) میں نسبت تباین کی ہے کیونکہ (٣) کو (٥) میں سے منفی کرنے کے نتیجے میں (٢) اور پھر (٣) میں سے (٢) کو منفی کرنے کے نتیجے مین جواب (١) آرہا ہے۔

مثال (٣) ١٠ ، −٧ جانب اول = ٣ ۔ ٧ جانب ثانی −٣ = ٤ ۔ ٤ جانب ثالث −٣ = ١

ففی الاثنین بالنصف وفی الثلثة بالثلث[1]

(۱۰) اور (۷) میں نسبت دیکھنی تھی تو (۱۰) میں سے (۷) کو منفی کیا جواب (۳) آیا پھر (۷) میں سے (۳) کو منفی کیا تو جواب (۴) آیا پھر (۴) میں سے (۳) کو منفی کیا تو جواب (۱) آیا گویا ہم کہیں گے کہ (۱۰) اور (۷) متباینین ہیں۔

[1] دو اعداد کے درمیان توافق کی نسبت ہونے کی بقیہ مثالیں:

(۱) توافق بالنصف کی مثال: چھ اور دس ۶، ۱۰

۱۰ اعدد اکثر	۶/ عدد اقل	۴ حاصل عدد اکثر
۶- عدد اقل	۴- حاصل عدد اکثر	۲- حاصل عدد اقل
۴/ حاصل عدد اکثر	۲ حاصل عدد اقل	۲

۱۰/ اور ۶/ میں توافق بالنصف ہے کیونکہ چھوٹے عدد کو بڑے عدد سے کئی مرتبہ منفی کرنے کے بعد جواب ۲/ آ رہا ہے۔ اور مزید منفی کرنے کی صورت میں صفر آئے گا اس لئے ہم منفی کرنا روک دیں گے چونکہ (۱۰) اور (۶) (۲) کے عدد پر جا کر متفق ہو گئے تو ہم کہیں گے کہ ان کے درمیان توافق بالنصف ہے۔

توافق بالثلث کی مثال: نو اور بارہ

اعداد: (۱۲)، (۹)

عدد اکثر ۱۲	۹ عدد اقل	۶ حاصل عدد اقل
عدد اقل ۹-	۳- حاصل عدد اکثر	۳- حاصل عدد اکثر
۳	۶	۳ حاصل ہوا

(۱۲) اور (۹) یہ دونوں عدد، (۳) پر جا کر متفق ہو گئے تو کہا جائیگا کہ ۱۲ اور ۹ میں نسبت توافق بالثلث کی ہے۔

توافق بالربع کی مثال:

اعداد: (۲۰)۔(۸)

عدد اکثر ۲۰ پہلی مرتبہ،	عدد اکثر ۱۲ دوسری مرتبہ	۸ عدد اقل
عدد اقل ۸-	عدد اقل ۸-	۴- حاصل عدد اکثر
۱۲	۴	۴ حاصل ہوا

یہاں پر (۲۰) اور (۸)، (۴) پر جا کر متفق ہو گئے تو ہم کہیں گے کہ ۲۰ اور ۸ میں نسبت توافق بالربع کی ہے۔
یاد رکھیں اس مثال میں (۸) کو ۲۰ میں سے دو دفعہ منفی کیا گیا پہلے جواب (۱۲) آیا پھر دوبارہ جواب چار آیا۔
تو اس مثال میں عدد اقل دو دفعہ منفی کیا گیا گویا یہ ایک جانب میں دو بار منفی کیا گیا ہے۔

توافق بالخمس کی مثال:

اعداد (۲۵) اور (۱۵)

عدد اکثر	۲۵	پھر ۱۵ عدد اقل	پھر ۱۰ حاصل عدد اکثر	اس کو یوں بھی لکھ سکتے ہیں
عدد اقل	۱۵-	۱۰- حاصل عدد اکثر	۵- حاصل عدد اقل	۲۵ / ۱۵- / ۱۰- / ۵- / ۵
حاصل عدد اکثر	۱۰	۵	۵	

(۲۵) اور (۱۵) میں توافق بالخمس ہے یہاں پر تین مرتبہ جانبین سے منفی کیا گیا ہے۔

توافق بالسدس کی مثال:

اعداد: (۱۸) اور (۱۲)

۱۸	۱۲	اور یوں بھی لکھ سکتے ہیں	۱۸
۱۲-	۶-		۱۲-
۶	۶		۶-
			۶

(۱۸) اور (۱۲) (۶) پر متفق ہو گئے اس لئے ہم کہیں گے کہ (۱۸) اور (۱۲) میں نسبت توافق بالسدس کی ہے۔

توافق بالسبع کی مثال:

اعداد: (۲۱) اور (۱۴)

۲۱	۱۴	اور یوں بھی لکھ سکتے ہیں	۲۱
۱۴-	۷-		۱۴-
۷	۷		۷-
			۷

(۱۴) اور (۲۱) (۷) پر متفق ہو گئے، لہٰذا (۱۴) اور (۲۱) میں نسبت توافق بالسبع کی ہے۔

توافق بالثمن کی مثال:

اعداد: (۲۴) اور (۱۶)

۲۴	۱۶	اور یوں بھی لکھ سکتے ہیں	۲۴
۱۶-	۸-		۱۶-
۸	۸		۸-
			۸

(۲۴)اور(۱۶)(۸)پر متفق ہو گئے تو ۲۴ اور ۱۶ میں نسبت توافق بالثمن کی ہے۔

توافق بالتسع کی مثال:

اعداد: (۲۷)اور(۱۸)

۱۸	۲۷
-۹	-۱۸
۹	۹

۲۷ اور ۱۸ میں توافق بالتسع کی نسبت ہے۔

توافق بالعشر کی مثال:

اعداد:(۳۰)اور(۲۰)

(جانب اول) عدد اکثر ۳۰ ۲۰ عدد اقل (جانب ثانی)

عدد اقل -۲۰ -۱۰ حاصل عدد اکثر

حاصل عدد اکثر ۱۰ ۱۰

(۳۰)اور(۲۰)(۱۰)پر متفق ہو گئے اس لئے (۳۰)اور(۲۰)میں توافق بالعشر کی نسبت ہے۔

توافق بجزء اَحَد عشر کی مثال:

اعداد:(۳۳)اور(۲۲)

(جانب اول) عدد اکثر ۳۳ ۲۲ عدد اقل (جانب ثانی)

عدد اقل -۲۲ -۱۱ حاصل عدد اکثر

حاصل عدد اکثر ۱۱ ۱۱

(۳۳)اور(۲۲)میں توافق بجزء احد عشر کی نسبت ہے۔

توافق بجزء اثنا عشر کی مثال:

اعداد:(۳۶)اور(۲۴)

(جانب اول) عدد اکثر ۳۶ ۲۴ عدد اقل (جانب ثانی

عدد اقل -۲۴ -۱۲ حاصل عدد اکثر

۱۲ ۱۲

لہٰذا (۳۶)اور(۲۴)میں نسبت توافق بجزء اثنا عشر کی نسبت ہے۔

وَفِيْ خَمْسَةَ عَشَرَ بِجُزْءٍ من خمسة عشر[۱]

توافق بجزء ثلثہ عشر کی مثال:

اعداد (۳۹) اور (۲۶)

(جانب اول)	عدد اکثر	۳۹	۲۶ عدد اقل (جانب ثانی)
	عدد اقل	-۲۶	-۱۳ حاصل عدد اکثر
	حاصل عدد اکثر	۱۳	۱۳

(۳۹) اور (۲۶) میں توافق بجزء ثلثہ عشر کی نسبت ہے۔

عدد اکثر	۴۵	۳۰ حاصل عدد اکثر
عدد اقل	-۱۵	-۱۵ عدد اقل
حاصل عدد اکثر	۳۰	۱۵ حاصل عدد

---

[۱] اگر (۱۵) کے عدد پر یہ دونوں عدد متفق ہو جائیں تو کہیں گے کہ ان دونوں عددوں میں توافق بجزء من خمسۃ عشر ہے مثلاً (۱۵) اور (۴۵) ہم نے (۴۵) میں سے (۱۵) کو تو دو مرتبہ منفی کیا تو (۱۵) باقی رہا تو (۴۵) اور (۱۵) میں توافق بجزء خمسۃ عشر ہے۔

مشق:۔ نسبت بتلایئے:۔ (۱) ۱۵،۱۷۔ (۲) ۱۲،۱۶۔ (۳) ۲۷،۱۷۔ (۴) ۹،۱۰۔
(۵) ۹،۱۶۔ (۶) ۱۲،۶۰۔ (۷) ۱۵،۴۵۔ (۸) ۱۰۷،۷۰۔
(۹) ۸۷،۶۴۔ (۱۰) ۲۸،۴۲۔ (۱۱) ۲۴،۳۶۔ (۱۲) ۱۳،۲۶۔

باب التصحیح

التصحیح لغۃ: علی وزن التفعیل ماخوذ من الصحۃ ضد السقم (حاشیہ کتاب سراجی ص:۲۶)
تصحیح باب تفعیل کا مصدر ہے صحت سے ماخوذ ہے جو کہ سقم یعنی بیماری کی ضد ہے۔

وفی ا صطلاح الشرع: اخذ السھام من اقل عدد یمکن علی وجہ لایقع الکسر علی احد المستحقین ورثۃ کانوا او غرماء (حاشیہ کتاب سراجی ص:۲۱)

ترجمہ: اصطلاح شریعت میں تصحیح کہتے ہیں کہ جب مسئلہ میں کسر واقع ہو جائے تو چھوٹے سے چھوٹے عدد سے حصے لیں گے اس طریقے سے پر کہ پھر تقسیم میں کسر واقع نہ ہو مستحقین پر چاہے وہ ورثاء ہوں چاہے وہ قرض خواہ ہوں۔

تشریح: یعنی جب ورثہ یا قرض خواہ کو ان کا حصہ دینا ہو اور اسمیں کسر واقع ہو رہی ہو تو مسئلہ کو بڑا کرینگے اور اس کم سے کم عدد سے مسئلہ بنائینگے کہ کسی وارث یا قرض خواہ کے حصہ پر کسر واقع نہ ہو۔

یحتاج فی تصحیح المسائل الی سبعۃ اصول ثلثۃ بین السھام[۱] والرؤوس واربعۃ بین الرؤوس والرؤوس. (ص:۲۱)

ترجمہ: مسائل کی تصحیح کرنے میں سات اصولوں کی طرف ضرورت پڑتی ہے تین (اصول) تو حصوں اور افراد (سھام اور رؤس) کے درمیان کے ہیں اور چار قواعد رؤس اور رؤس کے درمیان کے ہیں۔

تشریح: مصنف فرمارہے ہیں کہ مسائل کی تصحیح سات اصولوں کے ذریعے ہوتی ہے کسی بھی اصول کو موقعہ کی مناسبت سے استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ تین اصول تو ورثہ کے سہام (یعنی ان کے حصوں) اور ان کے رؤس (یعنی وارثین کی تعداد) کے درمیان ہیں اور (۴) اصول ان میں سے ورثہ کے رؤس اور رؤس کے درمیان کے ہیں۔

مثال: صورت مسئلہ میں میت کی صرف دو بیویاں اور دو بہنیں ہوں تو مسئلہ (۲۴) سے بنے گا[۲]

---

[۱] سہام: سہام جمع ہے سہم کی اور اس سے مراد وہ حصہ ہے جو اصل مسئلہ میں سے ہر وارث کو ملتا ہے۔
رؤس: رؤس جمع ہے رأس کی اور مراد اس سے ورثاء ہیں یعنی رؤس کہہ کر اصحاب رؤس مراد لیا گیا ہے۔

[۲] اس کا نقشہ مندرجہ ذیل ہے:

مسئلہ (۲۴)

مثال: میـــــــــــــت

زوجتان	اختان	بنتان
ربع	عصبہ	ثلثان
۳	۵	۱۶

وضاحت: بیویاں ربع میں شریک ہوں گی اور اختان کو ۵ حصے ملیں گے تو زوجتان (۲) رؤس ہیں اور (۳) ان کا سہام ہے اسی طرح اختان دو رؤس ہیں اور (۵) ان کا سہام ہے۔ اسی طرح بنتان دو رؤس اور (۱۶) ان کا سہم (حصہ) ہے تو کبھی سہام اور رؤس میں نسبت دیکھیں گے اور کبھی رؤس اور رؤس کے درمیان نسبت دیکھیں گے۔ تو اس مثال میں زوجتان، اختان، بنتان، رؤس ہیں اور (۳)، (۵) اور (۱۶) سہام ہیں۔

اما الثلثة: فَاَحَدُ هَا اَنْ كَانت سهام كل فريق منقسمة عليهم بلا كسر فلاحاجة الى الضرب كابوين وبنتين. (ص:٢٢)

ترجمہ: البتہ تین (اصول جو ہیں) ان میں سے ایک (یہ ہیکہ) اگر ہر فریق کے حصے ان پر بغیر کسی کسر کے تقسیم ہو جائیں تو اب ضرب دینے کی ضرورت نہیں جیسے کہ میت کے روثاء میں ماں باپ ہوں اور دو بیٹیاں ہوں۔

تشریح: اما الثلثة فاحد ها:

پہلا قاعدہ: وہ تین قاعدے جو رؤس وسہام کے درمیان کے ہیں ان میں سے پہلا قاعدہ یہ ھیکہ ہر فریق کے حصے ان کے اوپر بغیر کسر کے تقسیم ہو جائیں تو اب ضرب دینے کی ضرورت ہی نہیں۔

فوائد قیوادت:

منقسمة عليهم بلا كسر:

سہام رؤس پر بغیر کسی کسر کے تقسیم ہو جائیں۔ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو سہام ورؤس کے درمیان تماثل کی نسبت ہوگی یا تداخل کینسبت ہوگی کہ ایک عدد دوسرے عدد سے چھوٹا ہوگا تب ہی بغیر کسر کے مسئلہ تقسیم ہوگا۔

فلا حاجة الى الضرب:

اس لئے کہ ضرب دینے کی ضرورت موقوف ہے کسر کے واقع ہونے پر اگر کسر واقع ہی نہیں ہوگا تو ضرب دینے کی ضرورت بھی نہیں رہے گی۔

مسئلہ ٦

مثال[١]: میـــــــــــــت

ماں	باپ	دو بیٹیاں	
سدس	سدس	ثلثان	
١	١	٤	
		بنت	بنت
		ثلث	ثلث
		٢	٢

---

[١] وضاحت: صورت مسئلہ میں میت کے صرف ماں باپ اور دو بیٹیاں موجود ہیں ماں باپ کو سدس سدس ملے گا اور دو بیٹیاں ثلثان میں شریک ہونگی (٦) کا سدس (١) ہوتا ہے تو (١) ماں کو ملے گا اور باپ کو بھی (١) ملے گا اور (٦) کا ثلثان (٤) ہوتا ہے تو وہ بنتان کو مل جائے گا۔ اب یہاں فریقین پر ان کے حصے بلا کسر کے تقسیم ہو رہے ہیں اس لئے تصحیح کے لئے کسی کو کسی سے ضرب دینے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ابوین ایک فریق ہے اور ان کا حصہ (٢) ہے۔ اور بنتین دوسرا فریق ہے اور ان کا حصہ (٤) ہے تو فریق اول میں اب اور ام ہر ایک کو (١) (١) یعنی سدس ملے گا اور فریق ثانی میں ہر ہر بیٹی کو (٢) (٢) حصے ملیں گے تو ہر فریق کے حصے ان پر بغیر کسر کے تقسیم ہو گئے۔

والثانی ان انکسر علی طائفة واحدة ولکن بین سهامهم ورؤوسهم موافقة فیضرب وفق عدد رؤوس من انکسرت علیهم السهام فی اصل المسئلة وعولها ان کانت عائلة کابوین وعشر بنات اوزوج وابوین وست بنات(ص: ٢٢)

ترجمہ: (وہ تین اصول جو سہام اور رؤوس کے درمیان ہیں ان میں سے دوسرا یہ ہے کہ) وارثین کے کسی ایک فریق پر ان کے حصے کسر کے ساتھ ان کو مل رہے ہوں لیکن حصوں کے عدد اور اس فریق کے عدد کے درمیان نسبت توافق کی ہو تو جس فریق پر حصے کسر کے ساتھ واقع ہو تو ان کے عدد رؤوس کے وفق کو اصل مسئلہ میں اور اگر مسئلہ عائلہ ہوں تو عول میں ضرب دیا جائے گا۔ جیسے میت کے والدین اور دس بیٹیاں ہوں یا میت کا شوہر اور والدین اور چھ بیٹیاں ہوں۔

ان تین اصولوں میں سے جو سہام اور رؤوس کے درمیان ہوتے ہیں ان میں سے دوسرا اصول

دوسرا قاعدہ:

مسئلے کے کئی فریق ہوں اور ان میں سے کسی ایک فریق پر کسر واقع ہو رہا ہو یعنی اس طائفے پر سہام صحیح طرح تقسیم نہ ہو رہے ہوں تو دیکھا جائے گا کہ اس طائفے کے (کہ جس پر کسر واقع ہوا ہو) سہام اور رؤوس میں کیا نسبت ہے اگر نسبت توافق کی ہے تو ہم اس طائفے کے رؤوس کا وفق عدد نکالیں گے اور اس کو محفوظ کر لیں گے اب اس وفق عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے اور اگر مسئلے میں عول ہو تو اس وفق عدد کو عول میں ضرب دیں گے۔

مسئلے میں عول نہ ہو، اس کی مثال:

مسئلہ٦ ×٥ (مضروب) ت٣٠

مثال[1]: میت

ابوین	عشر بنات(٥) وفق عدد رؤوس من انکسرت علیهم السهام
سدسین	ثلثان
٢	٤
(١٠)=(مضروب)٥×٢	(٢٠)=(مضروب)٥×٤
(ام اب)	(بنت، بنت، بنت، بنت، بنت، بنت، بنت، بنت، بنت، بنت،)
١/٥ ١/٥	٢٠= ٢+ ٢+ ٢+ ٢+ ٢+ ٢+ ٢+ ٢+ ٢+ ٢+

---

[1] وضاحت: صورت مسئلہ میں میت کے والدین اور دس بیٹیاں ہیں تو ماں اور باپ کو سدسین مل جائیں گے اور دس بیٹیوں کو ثلثان مل جائے گا۔ نوع ثانی کے سدس کا اجتماع نوع ثانی ہی کے ثلثان کے ساتھ ہے تو مسئلہ چھوٹے والے یعنی سدس کے مخرج فرض

(۶) سے ہوگا۔ (۶) کا سدس یعنی (۱) ماں کو اور (۱) باپ کو جب کہ (۶) کا ثلثان یعنی (۴) دس بیٹیوں کو مل جائے گا اب دیکھا تو یہاں دو فریق ہیں۔ ابوین پر تو ان کا حصہ بغیر کسر کے تقسیم ہو رہا ہے لیکن فریق ثانی جو کہ عشر بنات کا ہے انمیں رؤس (۱۰) ہیں اور سہام (۴) ہیں گویا کسر واقع ہو رہا ہے کہ (۴) حصے (۱۰) بیٹیوں کو کس طرح دیئے جائیں اب اس کسر کو دور کرنے کے لئے اس طائفۃ البنات کے سہام یعنی (۴) اور رؤس یعنی (۱۰) میں نسبت دیکھیں گے نسبت دیکھنے کے لئے ۴ کو دس میں سے منفی کریں گے یہاں تک کہ صفر نہ آجائے۔

۱۰	۶	۴
۴-	۴-	۲-
۶	۲	۲

جواب (۲) آیا گویا طائفۃ البنات کے رؤس وسہام کے درمیان توافق بالنصف ہے اب اس کے رؤس کا وفق عدد (نصف) نکالیں گے اور محفوظ کرلیں گے۔ وفق عدد نکالنے کا طریقہ یہ ہیکہ جتنا توافق ہو اسی فیصد کے اعتبار سے رؤس محفوظ کرینگے۔

جیسے یہاں توافق بالنصف ہے تو رؤس یعنی (۱۰) کا نصف یعنی (۵) اس کا وفق عدد ہوگا۔

یہ (۵) دراصل مضروب ہوگا، اس کو اصل مسئلہ یعنی (۶) سے ضرب دیں گے تو جواب آئے گا (۳۰) گویا مسئلے کی تصحیح (۳۰) سے ہوگی اسی میں سے فریقین کو حصے دیئے جائیں گے۔

حصے دینے کا طریقہ یہ ہیکہ ہر وارث کو جو ملا ہے اس کو مضروب سے ضرب دیں گے تو ماں کو (۱) مل رہا تھا اس کو مضروب یعنی (۵) سے ضرب دیا تو جواب (۵) آیا گویا ماں کو (۵) حصے ملیں گے اسی طرح باپ کو بھی اصل مسئلہ میں سے (۱) مل رہا تھا تو اس کو مضروب یعنی (۵) سے ضرب دیں گے ۵×۱=۵۔ جواب آیا (۵) تو وہ باپ کو مل جائے گا۔

اور دس بیٹیوں کو (۴) حصے مل رہے تھے تو اس کو مضروب یعنی (۵) سے ضرب دیں گے (۲۰=۵×۴) جواب آیا (۲۰) تو گویا دس بیٹیوں کو ۲۰ حصے ملیں گے۔

اب یہ ۲۰ حصے دس بیٹیوں میں آرام سے بغیر کسر کے ۲،۲ کر کے تقسیم ہو جائیں گے: اب کوئی کسر نہ رہا تو گویا یہاں پر ایک طائفہ عشر بنات پر کسر واقع ہوا تھا اور اس طائفہ کے رؤس (۱۰) اور اس کے سہام (۴) میں توافق بالنصف تھا۔

مشق: (۱) میـــــــــــــــــــــــــــــــــت

اب	ام	ثمانیہ بنات

مسئلہ (۱۲) عول (۱۵) تصحیح (۳۰)

(۲) میـــــــــــــــــــــــــــــــــت

زوج	اب	ام	ست عشر بنات

اگر مسئلے میں عول ہو تو اس کی مثال:

مسئلہ۱۲عول۱۵ ×۳(مضروب)=ت ۴۵

مثال[1]: میـــــــــــــــــــــــــــــــــــت

زوج	اب	ام	ست بنات
ربع	سدس	سدس	ثلثان
۳	۲	۲	۸
۳×۳=۹	۳×۲=۶	۳×۲=۶	۳×۸=۲۴ (ہر بیٹی کے چار حصے ہیں)

---

[1] وضاحت: مذکورہ مسئلہ میں میت کا شوہر اس کے والدین اور چھ بیٹیاں ہیں اب شوہر کا حصہ ربع ہے اور والدین میں سے ہر ایک کو سدس اور بنات کو ثلثان ملے گا اب یہاں نوع اول کے ربع کا اجتماع نوع ثانی کے بعض حصوں سے ہے تو مسئلہ۱۲سے ہوگا۔۳حصے شوہر کو ملیں گے اور ماں اور باپ کو الگ الگ سدس یعنی۲،۲حصے ملیں گے اور چھ بنات کو ثلثان یعنی ۸ حصے ملیں گے تو اب مسئلے میں حصے زیادہ ہو رہے ہیں تو گویا یہاں پر عول ہوا اور یہ عول ۱۵کی طرف ہے۔

اب اس مسئلہ میں ۳فریق ہیں ایک فریق زوج ہے، دوسرا والدین اور تیسرا فریق ست بنات ہیں اب یہاں پر تیسرے فریق کے حصوں میں کسر واقع ہو رہی ہے کہ بنات (چھ) ہیں مگر حصے (۸) ہیں تو کسر کی وجہ سے ہم اس تیسرے فریق کے رؤس اور سہام میں نسبت دیکھیں گے تو رؤس ہیں (۶) اور سہام (۸) ہیں تو (۶) اور (۸) میں نسبت توافق بالنصف کی ہے۔ کیونکہ جب نسبت دیکھی تو ۸ میں سے ۶ کو منفی کیا تو جواب آیا (۲) اور پھر دوبارہ (۲) کو منفی کیا (۶) سے تو جواب آیا (۴) پھر (۴) سے (۲) کو منفی کیا تو جواب آیا = (۲) تو اب یہاں توافق بالنصف ہوا۔

بھذہ الصورۃ:

۸	۶	۴
۶-	۲-	۲-
۲	۴	۲

تو جب معلوم ہوا کہ یہاں پر توافق ہے تو اب جس فریق کے حصوں میں کسر تھی یعنی کہ بنات تو ہم ان کے رؤس کا وفق عدد نکالیں گے وفق عدد بنات کے رؤس (۶) کا (۳) ہے تو اس (۳) کو مضروب کی حیثیت سے محفوظ کر لیں گے اور اس مضروب (۳) کو صورۃ مسئلہ یعنی عول میں ضرب دیں گے تو عول (۱۵) کی طرف ہے اور مضروب (۳) ہے ان کا حاصل ضرب (۴۵) آیا تو یہ تصحیح ہے۔ اب ہر فریق کو حصہ دیں گے اس طرح کہ ہر فریق کو عول (۱۵) میں سے جو حصہ ملا تھا اس کو مضروب یعنی (۳) سے ضرب دیں گے جیسے کہ شوہر کو (۳) حصے ملے تھے تو اس کو مضروب (۳) سے ضرب دیا تو شوہر کے حصے ہو گئے (۳×۳=۹) اور والدین میں سے ہر ایک کو دو حصے ملے تھے تو ان کو مضروب (۳) سے ضرب دیا تو ہر ایک کا حصہ (۶) ہو گیا اور ستہ بنات کو (۸) حصے ملے تھے ان کو مضروب (۳) سے ضرب دیا تو ان کے حصے ہو گئے (۲۴) تو اب بنات کے حصے میں جو کسر واقع ہو رہی تھی وہ ختم ہو گئی کیونکہ اب ہر بیٹی کو (۴) حصے بغیر کسر کے مل جائیںگے تو چھ بیٹیاں (۲۴) حصے لے لینگی۔

(شریفیہ ص:۶۲)

والثالث ان لاتكون بين سهامهم ورؤوسهم موافقة فيضرب كل عدد رؤوس من انكسرت عليهم السهام فی اصل المسئلة وعولها ان كانت عائلة كابٍ وام وخمس بنات او زَوْجٍ وخمسِ اخوات لاب وام (ص: ۲۲).

ترجمہ :اور تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ جس فریق پر حصے منکسر ہوں ان کے حصے اور ورثاء کے افراد کے مابین نسبت توافق نہ ہو تو جن پر حصے منکسر ہوں ان کے ورثاء کے عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا اور مسئلہ عائلہ ہونیکی صورت میں عول میں ضرب دیا جائے گا جیسے والدین اور پانچ بیٹیاں (کی موجودگی کی صورت میں) یا شوہر اور پانچ حقیقی بہنیں (کی موجودگی کی صورت میں)

تیسرا اصول:

وہ اصول جو سہام اور رؤوس کے درمیان ہیں ان میں تیسرا اصول یہ ہے کہ جب مسئلہ میں کئی فریق ہوں اور ان میں کسی ایک فریق کے طائفے پر کسر واقع ہو رہی ہو تو اب دیکھیں گے کہ اس طائفے کے سہام اور رؤوس میں کیا نسبت ہے۔

اب اس فریق کے رؤوس وسہام کے درمیان نسبت تباین کی ہو تو اس صورت میں طائفہ مکسورہ کے کل رؤوس کو بطور مضروب کے محفوظ کرلیں گے اور اس کو اصل مسئلے میں (یا اگر مسئلہ میں عول ہو تو اس میں) ضرب دیں گے اور جواب مسئلے کی تصحیح ہوگا۔

جب مسئلے میں عول نہ ہو اس کی مثال:

مسئلہ ۶ × (۵ مضروب) = ۳۰ تصحیح

مثال: میـــــــــــــــــــت

اب	ام	خمس بنات
سدس ۱	سدس ۱	۴ (ثلثان
۱×۵=	۱×۵=	۵×۴=
۵	۵	۲۰

وضاحت: صورت مسئلہ میں میت کا باپ، ماں اور پانچ بیٹیاں ہیں تو والدین کو سدس ملے گا اور خمس بنات ثلثان میں شریک ہوں گی نوع ثانی کے سدس کا اجتماع نوع ثانی ہی کے ثلثان کے ساتھ ہو رہا ہے تو مسئلہ (۶) سے بنے گا۔ (۶) کا سدس یعنی (۱) باپ کو اور اسی طرح (۶) کا سدس یعنی (۱) ماں کو ملے گا اور (۶) کا ثلثان یعنی (۴) خمس بنات کے لئے ہوگا اب غور کیا تو مسئلے کے دو فریق ہیں ابوان اور خمس بنات اور ایک فریق میں جو کہ خمس بنات کا ہے کسر واقع ہو رہا ہے کیونکہ بنات (۵) ہیں اور ان کے سہام (حصے) (۴) ہیں (۴) حصے (۵) بیٹیوں پر کسر کے ساتھ ٹوٹ کر تقسیم ہونگے تو اس کے سہام یعنی (۴) اور رؤوس یعنی (۵) میں نسبت دیکھیں گے۔ جس کے لئے ۴ کو ۵ سے منفی کریں گے۔ تو یہاں (۱) باقی رہا گویا سہام ورؤوس میں نسبت تباین کی ہے تو کل رؤوس یعنی (۵) کو محفوظ کرلیں گے اور پھر یہ ہمارا مضروب ہوگا جس کو ہم اصل مسئلہ یعنی (۶) سے ضرب دیں گے ۶×۵=۳۰ گویا مسئلے کی تصحیح (۳۰) سے ہوگی۔ اب ہر طائفے کو حصہ دینے کے لئے ان کے حصوں کو ضرب دیں گے مضروب سے تو باپ کو (۱) حصہ مل رہا تھا اس کو (۵) سے ضرب دیں گے (۱×۵=۵) جواب (۵) آیا تو پانچ حصے باپ کے ہوں گے اسی طرح ماں کو بھی (۱) حصہ مل رہا تھا اس کو بھی پانچ سے ضرب دیں گے۔ جواب (۵) آئے گا۔ (۵) حصے ماں کو مل گئے اور خمس بنات کو (۴) حصے مل رہے تھے اس کو مضروب یعنی (۵) سے ضرب دیا (۴×۵=۲۰) جواب (۲۰) آیا۔ اب یہ (۲۰) حصے آسانی سے (۵) بیٹیوں میں بغیر کسر کے تقسیم ہو سکتے ہیں کہ ہر ایک بیٹی کو (۴) حصے مل جائیں گے ۳۰ کی تصحیح میں سے۔ اب کوئی کسر باقی نہ رہی۔

مسئلے میں عول ہو اس کی مثال:

مسئلہ ٦ عول (٧) × ٥ (مضروب) = ٣٥ تصحیح

مثال: میـــــــت

زوج	خمس اخوات لاب وام
نصف	ثلثان
٣	٤
٣×٥=١٥	٤×٥=٢٠
١٥	٢٠

وضاحت: مذکورہ بالا مثال میں میت کا زوج اور پانچ حقیقی بہنیں ہیں زوج کو نصف اور (٥) بہنوں کو ثلثان ملے گا۔ نصف کا اجتماع نوع ثانی کے ثلثان سے ہے تو مسئلہ (٦) سے ہوگا۔ (٦) کا نصف یعنی (٣) حصے زوج کے اور (٦) کا ثلثان یعنی (٤) حصے خمس اخوات لاب وام کے ہوں گے۔ کل سہام (٧) ہوئے اور مسئلہ (٦) سے تھا تو یہ (٧) کی طرف عول ہو جائے گا۔ اب مسئلہ کے دو طائفے ہیں ایک طائفہ میں زوج ہے اور دوسرے طائفہ میں پانچ بیٹیاں ہیں اس دوسرے فریق میں کسر واقع ہو رہا ہے کہ بہنیں (٥) ہیں اور انہیں ملنے والے حصے (٤) ہیں لہذا پہلے اس کے سہام اور رؤوس میں نسبت دیکھیں گے۔ رؤوس (٥) ہیں اور سہام (٤) ہیں ان میں نسبت دیکھنے کے لئے ٤ کو ٥ سے منفی کریں گے۔

٥	٤	٣	٢
-٤	-١	-١	-١
١	٣	٢	١

(ایک) باقی بچا معلوم ہوا کہ ان کے درمیان نسبت تباین کی ہے تو کل رؤوس یعنی (٥) کو محفوظ کر لیں گے اور (٥) ہمارا مضروب ہوگا۔ مسئلے کی تصحیح کے لئے (٥) کو عول یعنی (٧) سے ضرب دیں گے جواب آئے گا (٣٥) تو یہ تصحیح ہے اب ہر طائفے کو حصہ دینے کے لئے عول میں سے جو ان کے حصے ملے تھے اس حصے سے مضروب (٥) کو ضرب دیں گے تو زوج کو (٣) حصے مل رہے تھے لہذا (٣) کو (٥) جو کہ مضروب ہے اس سے ضرب دیں گے (٣×٥=١٥) جواب آیا (١٥) تو (٣٥) میں سے (١٥) حصے زوج کو ملیں گے۔ اور طائفۃ الثانیہ یعنی خمس اخوات لاب وام کو عول میں سے (٤) مل رہا تھا تو اس کو ضرب دیں گے مضروب یعنی (٥) سے جواب آئے گا (٢٠) لہذا (٣٥) میں سے (٢٠) حصے ٥ بہنیں لے لیں گی اب کوئی کسر نہ رہی ہر ایک بہن کو (٤) حصے مل جائیں گے۔

مشق: (١) میـــــــت

زوج　　جدہ　　ثلث اخوات لام　　(شریفیہ ص: ٦٣)

واما الاربعة فاحدها ان یکون الکسر علی طائفتین او اکثر ولکن بین اعداد رؤوسهم مماثلة فالحکم فیها ان یضرب احد الا عداد فی اصل المسئلة مثل ست بنات وثلث جدات وثلثة اعمام

ترجمہ: اور بہر حال چار اصولوں میں سے ایک قاعدہ تو یہ ہے کہ کسر دو طائفوں پر یا اس سے زیادہ پر واقع ہو لیکن ان طائفوں کے رؤوس کی تعداد کے درمیان مماثلت ہو تو اس میں حکم یہ ہے کہ ضرب دیا جائے گا کسی بھی ایک عدد کو اصل مسئلہ میں جیسے چھ بیٹیاں ہوں اور تین دادیاں اور تین چچا ہوں۔

تمہید:

تصحیح کے پہلے تین اصول تو وہ تھے جن میں کسر ایک طائفے پر واقع ہوتی تھی اور اسکو حل کرنے کے لئے ہم اس کے رؤوس وسہام کے درمیان نسبت دیکھتے تھے۔ اب وہ چار اصول ہیں جن میں کسر دو یا دو سے زیادہ طائفوں میں واقع ہوتی ہے تو اس کو دور کرنے کے لئے ہم پہلے سہام اور رؤوس کے درمیان نسبت دیکھتے ہیں اور پھر رؤوس اور رؤوس کے درمیان نسبت دیکھتے ہیں اور تصحیح کرتے ہیں۔

﴿وہ چار اصول جو رؤوس اور رؤوس کے درمیان جاری ہوتے ہیں﴾

پہلا اصول:

اگر مسئلے میں حصے دینے کے بعد دو یا دو سے زیادہ طائفوں میں کسر واقع ہو تو پہلے تو وہی پچھلے تین قاعدوں میں سے کوئی قاعدہ لگے گا کیونکہ پہلے ان طائفوں میں (جن میں کسر واقع ہوا ہے) ان کے سہام ورؤوس میں نسبت دیکھیں گے اگر تباین ہوگا تو کل عدد رؤوس کو اور اگر توافق ہوگا تو وفق عدد کو محفوظ کرلیں گے پھر دو یا جتنے طائفوں میں کسر ہے ان کے رؤوس ورؤوس میں نسبت دیکھیں گے اگر مماثلت ہوگی تو اس کے اندر حکم یہ ہے کہ کسی بھی ایک طائفے کے کل رؤوس کے عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دے دیں گے اور پھر ہر طائفے کو حصہ دینے کے لئے اس مضروب سے ضرب دے دیں گے۔

مسئلہ ۶ ×۳ (مضروب) = ۱۸ تصحیح

مثال[1]: میــــــــــــــــــــــــــــت

ثلثۃ اعمام (۳) کل عدد	ثلث جدات کل عدد (۳)	ست بنات (۳) وفق عدد
عصبہ	سدس	ثلثان
۱	۱	۴
۱×۳=۳	۱×۳=۳	۴×۳=۱۲
۳	۳	۱۲

[1] وضاحت: مذکورہ بالا مثال میں میت کی صرف (۶) بیٹیاں (۳) دادیاں اور (۳) چچا ہیں تو چچا عصبہ ہوں گے، دادیاں سدس میں اور بیٹیاں ثلثان میں شریک ہوں گی۔ سدس کا اجتماع ثلثان سے ہو رہا ہے تو مسئلہ (۶) سے ہوگا۔ (۶) کا سدس (۱) دادیوں کو ملے

(بقیہ حاشیہ) گا اور (٦) کا ثلثان یعنی (۴) حصے بیٹیوں کو اور (٦) کا مابقیہ یعنی (۱) حصہ تین چچاؤں کو مل جائے گا۔

اب غور کیا تو مسئلے کے تینوں طائفوں میں کسر واقع ہو رہا ہے وہ ایسے کہ بیٹیاں (٦) ہیں اور حصے (۴) مل رہے ہیں اسی طرح دادیاں اور چچا (۳)، (۳) ہیں اور حصے (۱)، (۱) مل رہے ہیں۔اس لئے تصحیح کے پہلے تین قاعدوں کے مطابق ہر ہر طائفے کے سہام ورؤوس میں نسبت دیکھیں گے سب سے پہلے ست بنات کا طائفہ ہے تو اس کے سہام یعنی (۴) اور رؤوس یعنی (٦) میں نسبت دیکھی

٦	۴
-۴	-۲
۲	۲

تو ان میں نسبت توافق بالنصف کی ہے لہٰذا اس رؤوس کا وفق عدد نکالیں گے یہاں پر توافق بالنصف ہے تو (٦) کا نصف یعنی (۳) کو محفوظ کرلیں گے۔

دوسرا طائفہ دادیوں کا ہے ان کے سہام یعنی (۱) اور رؤوس یعنی (۳) میں نسبت دیکھیں گے۔

۳	۲
-۱	-۱
۲	۱

ان کے درمیان نسبت تباین کی ہے تو کل رؤوس کو محفوظ کرلیں گے یعنی (۳) کو اسی طرح چچاؤں کے رؤوس یعنی (۳) اور سہام یعنی (۱) میں نسبت تباین ہے تو کل رؤوس کو محفوظ کرلیں گے۔اب تصحیح کے بقیہ چار اصول کے مطابق رؤوس ورؤوس میں نسبت دیکھیں گے۔تو ست بنات کا ہم نے وفق عدد رؤوس (۳) محفوظ کیا تھا اسی طرح دادیوں اور چچاؤں کا بھی (۳)، (۳) کا عدد محفوظ کیا تھا تو گویا ان کے درمیان مماثلت ہے لہٰذا کسی بھی ایک کے عدد رؤوس یعنی (۳) کو بطور مضروب اصل مسئلہ یعنی (٦) سے ضرب دے دیں گے جواب آیا (۱۸) یہ مسئلے کی تصحیح ہے اب ہر طائفے کو حصہ دینے کے لئے ان کے سہام کو مضروب (۳) سے ضرب دیں گے تو ست بنات کے سہام یعنی (۴) کو مضروب یعنی (۳) سے ضرب دیا تو جواب = (۱۲) آیا گویا (۱۸) میں سے (۱۲) حصے ست بنات کے ہوں گے اور ان کے درمیان ہر ایک بیٹی کو دو دو حصے کر کے بغیر کسر کے تقسیم ہو جائیں گے اسی طرح دادیوں کے سہام یعنی (۱) کو مضروب یعنی (۳) سے ضرب دیا جواب (۳) آیا وہ دادیوں میں بغیر کسر کے تقسیم ہو جائیں گے اور ثلثۂ اعمام کے بھی سہام یعنی (۱) کو مضروب یعنی (۳) سے ضرب دیا تو جواب (۳) آیا وہ اعمام کو مل جائیں گے کہ ہر چچا کا ایک، ایک حصہ ہو گا جس طرح ہر ہر دادی کا ایک ایک حصہ تھا۔

مشق: (۱) میت

ست بنات　　　ثلث جدات　　　عم　　　(شریفیہ ص:٦۴)

والثاني ان يكون بعض الاعداد متداخلا في البعض فالحكم فيها ان يضرب اكثر الاعداد في اصل المسألة مثل أربع زوجات وثلث جدات واثنا عشر عمًا.

ترجمہ :(اورآخری چار قاعدوں میں سے) دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ (ورثاء کے جس جس فریق پر سہام منکسر ہوں) ایک فریق کے رؤوس کی تعداد، دوسرے فریق کے رؤوس کی تعداد میں متداخل ہو جائیں تو اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ بڑے عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائیگا۔ جیسے کہ چار بیویاں اور تین دادیاں اور بارہ چچا۔

دوسرا اصول:

اگر اصل مسئلہ میں سے حصہ دینے کے بعد دو یا دو سے زیادہ طائفوں میں کسر واقع ہو تو پہلے تو انہی تینوں اصولوں میں سے کوئی اصول چلے گا جن میں سہام ورؤوس کے درمیان نسبت دیکھی جاتی ہے اگر توافق ہوتا ہے تو وفق عدد اور اگر تباین ہوتا ہے تو کل عدد رؤوس کو محفوظ کر لیتے ہیں پھر ان اعداد کو جن کو محفوظ کیا ہے ان میں نسبت دیکھتے ہیں کہ ان رؤوس کی آپس میں کیا نسبت ہے؟ اگر نسبت تداخل کی ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ جو بڑا اعدد ہوگا اس کو اصل مسئلہ میں ضرب دے کر اس کو مضروب بنادیں گے اور پھر جو جواب آئیگا اس سے مسئلے کی تصحیح ہوگی۔

مسئلہ ۱۲×۱۲ (مضروب) ۱۴۴ (تصحیح)

مثال[1]: میــــــــــــــت

(۴) چار بیویاں	(۳) تین دادیاں	(۱۲) بارہ چچا
ربع	سدس	عصبہ
۳	۲	۷
۳×۱۲=۳۶	۲×۱۲=۲۴	۷×۱۲=۸۴
(۳۶)	(۲۴)	(۸۴)
(ہر بیوی کا حصہ (۹)	(ہر دادی کا حصہ (۸)	(اور ہر چچا کا حصہ (۷)

[1] وضاحت: صورت مسئلہ میں میت کی (چار) بیویاں، تین دادیاں اور بارہ چچا موجود ہیں۔ بیویوں کو (ربع) دادیوں کو (سدس) اور چچاؤں کو بطور عصبہ (مابقیہ) ملے گا۔ نوع اول کے (ربع) کا اجتماع نوع ثانی کے (سدس) کے ساتھ ہے تو مسئلہ (۱۲) سے ہوگا (۱۲) کا ربع یعنی (۳) حصے چار بیویوں کو ملیں گا۔ اور (۱۲) کا سدس یعنی (۲) حصے تین دادیوں کو ملیں گے اور (مابقیہ) یعنی (۷) حصے بارہ چچاؤں کو ملیں گے۔

اب مسئلے میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام طائفوں میں کسر واقع ہو رہا ہے وہ ایسے کہ بیویاں (چار) ہیں اور سہام (۳) ہیں اسی طرح دادیاں (۳) ہیں اور ان کے سہام (۲) ہیں اور چچا (۱۲) ہیں اور ان کے سہام (۷) ہیں اس لئے پہلے تو ہر ہر طائفے کے سہام ورؤوس میں نسبت دیکھیں گے۔

(مابقیہ حاشیہ) پہلا طائفہ ہے اربع زوجات: ان کے رؤوس (۴) ہیں اور سہام (۳) ہیں۔ان میں نسبت دیکھیں گے۔

۴	۳	۲
-۳	-۱	-۱
۱	۲	۱

گویا ان میں نسبت تباین کی ہے تو کل رؤوس یعنی (۴) کو محفوظ کرلیں گے۔

دوسرا طائفہ ہے ثلث جدات کا: ان کے رؤوس (۳) ہیں اور سہام (۲) ہیں ان کے درمیان نسبت دیکھی تو (۱) بچا معلوم ہوا کہ اس کے رؤوس اور اس سہام میں نسبت تباین کی ہے۔

۳	۲
-۲	-۱
۱	۱

ان کے درمیان بھی نسبت تباین کی ہے لہٰذا کل رؤوس یعنی (۳) کو محفوظ کرلیں گے۔

تیسرا طائفہ ہے اثنا عشر عما کا ان کے رؤوس (۱۲) ہیں اور سہام (۷) ہیں ان میں نسبت دیکھیں گے۔

۱۲	۷	۵	۳	۲
-۷	-۵	-۲	-۲	-۱
۵	۲	۳	۱	۱

ان میں بھی مباینت ہے لہٰذا کل رؤوس یعنی (۱۲) کو محفوظ کرلیں گے اب تصحیح کے پانچویں قاعدے کے مطابق ان سب محفوظ شدہ رؤوس در رؤوس کے درمیان نسبت دیکھیں گے ہمارے سامنے تین رؤوس ہیں اربع زوجات کے رؤوس (۴) اور ثلث جدات کے رؤوس (۳) اور بارہ چچا کے رؤوس (۱۲) تو اب (۴) (۳) اور (۱۲) میں نسبت دیکھیں گے۔

لہٰذا اب جو دو چھوٹے عدد ہیں یعنی ۴ اور ۳ دونوں ایسے اعداد ہیں جو (۱۲) کو کاٹتے ہیں ایسے کہ (۳×۴=۱۲) ہوتا ہے اسی طرح ۱۲ اور ۴ میں ایسے کہ (۴×۳=۱۲) ہوتا ہے۔لہٰذا جو (بڑا عدد) ہے یعنی (۱۲) اس کو اصل مسئلہ جو (۱۲) ہی ہے اس سے ضرب دے دیں گے۔

(۱۲) ہمارا مضروب ہے (۱۲×۱۲=۱۴۴) گویا مسئلے کی تصحیح ایک سو چوالیس سے ہوگی پھر ہر طائفے کو حصہ دینے کے لئے ان کے حصوں کو (۱۲) مضروب سے ضرب دیں گے۔طائفہ اولی جو کہ اربع زوجات کا ہے ان کو اصل مسئلہ میں سے (۳) حصے مل رہے تھے لہٰذا (۳) کو (۱۲) سے ضرب دیں گے (۳×۱۲=۳۶) ۳۶ حصے بیویوں میں برابر تقسیم ہوں گے کہ ہر ہر بیوی کو بلا کسر کے (۹) حصے مل جائیں گے۔اس طرح چار بیویوں کو (۳۶) حصے مل جائیں گے۔

دوسرے طائفے کو (۲) حصے مل رہے تھے اس کو مضروب یعنی (۱۲) میں ضرب دیا=۲۴=۱۲×۲ جواب آیا (۲۴) تو (۲۴) حصے دادیوں میں بغیر کسر کے تقسیم ہو جائیں گے وہ ایسے کہ ہر جدہ کو (۸) حصے مل جائیں گے۔طائفہ الثالثہ کو جو (۷) حصے مل رہے تھے اس کو (۱۲) سے ضرب دیا (۸۴=۱۲×۷) جواب آیا (۸۴) تو (۸۴) حصے چچاؤں میں برابر تقسیم ہو جائیں گے وہ ایسے کہ ہر ایک چچا کو (۷) حصے مل جائیں گے۔

مشق: (۱) میت

زوجۃ ثلث جدات اثنا عشر عما (شریفیہ ص:۶۵)

> والثالث ان یوافق بعض الاعداد بعضا فالحکم فیها ان یضرب وفق احد الاعداد فی جمیع الثانی ثم ما بلغ فی وفق الثالث ان وافق المبلغ الثالث والافالمبلغ فی جمیع الثالث ثم المبلغ فی الرابع کذلک ثم المبلغ فی اصل المسئلة کاربع زوجات وثمانی عشربنتاً وخمس عشر جدۃ وستة اعمام. (ص: ۲۳)

ترجمہ: اور تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ جن طائفوں پر کسر واقع ہورہا ہوان کے روؤس میں ایک طائفے کے روؤس کے عدد اور دوسرے طائفوں کے عدد وروؤس کے درمیان نسبت توافق کی ہوتو اس صورت میں حکم یہ ہے کہ ایک طائفے کے روؤس کے وفق عدد کو دوسرے طائفے کے کل عدد میں ضرب دیا جائے گا پھر جو حاصل ہوا اس کو تیسرے عدد کے وفق میں (ضرب دیا جائے) اگر حاصل شدہ عدد اور فریق ثالث میں توافق ہو۔ ورنہ کل حاصل کو ضرب دو تیسرے فریق کے کل عدد میں پھر حاصل ضرب کو رابع میں اسی طرح (یعنی حاصل ضرب کو فریق رابع میں ضرب دو اگر حاصل ضرب اور فریق رابع میں توافق ہو تو وفق میں ورنہ کل میں ضرب دیا جائے) پھر حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں (ضرب دیا جائے گا) جیسے چار بیویاں اور اٹھارہ بیٹیاں اور پندرہ دادیاں اور چھ چچا (کے موجود ہونے کی صورت ہو)۔

تیسرا اصول:

رؤس وروؤس کے درمیان نسبت دیکھنے کے اعتبار سے تیسرا اور تصحیح کے کل اصولوں میں سے چھٹا اصول یہ ہے کہ اگر مسئلے کے طائفوں میں سے دو یا دو سے زیادہ پر کسر واقع ہورہا ہے تو پہلے تو ان کے سہام وروؤس کے درمیان نسبت دیکھنے کے اصول چلیں گے اس کے بعد رؤس وروؤس کے درمیان نسبت دیکھیں گے اگر ان مختلف طائفوں کے روؤس اور روؤس کے درمیان نسبت توافق کی ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ ایک طائفہ کے کل رؤس کو دوسرے طائفے کے وفق عدد میں ضرب دیں گے اس سے جو حاصل ہوگا اس مجموعے اور تیسرے طائفے کے عدد رؤس میں نسبت دیکھیں گے اگر ان میں بھی موافقت ہو تو کسی ایک عدد کے وفق کو ضرب دیں گے دوسرے کے کل میں پھر اس مجموعے کو (جو حاصل ہوا اس کو) مبلغ ثانی کہتے ہیں۔ پھر اگر کوئی چوتھا طائفہ ہے تو اس چوتھے طائفے کے رؤس اور گزشتہ مجموعے میں نسبت دیکھیں گے اگر موافقت ہو تو اسی طرح ایک کے وفق عدد کو دوسرے کے کل سے ضرب دے دیں گے۔

اور اگر اس مبلغ ثانی اور چوتھے طائفے کے رؤس کے درمیان مباینت ہو (نہ کہ توافق) تو وفق عدد کے بجائے ایک کے کل کو دوسرے کے کل میں ضرب دیں گے پھر جو مجموعہ حاصل ہوگا۔ اگر اس میں اور اگلے طائفے کے عدد وروؤس میں بھی تباین ہو تو ایک کے کل کو دوسرے کے کل سے ضرب دیکر مسئلہ کو آگے بڑھائینگے یہاں تک کہ جو حاصل ہو وہ مضروب ہے اس کو اصل مسئلہ میں ضرب دینے سے تصحیح حاصل ہو جائے گی۔

مسئلہ ۲۴ ۱۸۰×(مضروب)=۴۳۲۰

مثال: میـــــــــــــــــــــــــــت

کل رؤوس (۴)	وفق عدد رؤوس (۹)	کل رؤوس (۱۵)	کل رؤوس (۶)
اربع زوجات	ثمانی عشر بنتا	خمس عشر جدۃ	ستۃ اعمام
ثمن	ثلثان	سدس	عصبہ
۳	۱۶	۴	۱
۳×۱۸۰=۵۴۰	۱۶×۱۸۰=۲۸۸۰	۴×۱۸۰=۷۲۰	۱×۱۸۰=۱۸۰
۵۴۰	۲۸۸۰	۷۲۰	۱۸۰

وضاحت: مذکورہ مثال میں میت کی چار بیویاں، (۱۸) بیٹیاں، پندرہ دادیاں اور چھ چچا موجود ہیں اب یہاں پر بیویوں کو ثمن ملے گا، بیٹیوں کو ثلثان اور دادیوں کو سدس جب کہ مابقیہ میراث تمام چچاؤں کو بطور عصبہ کے مل جائیگی تو مسئلہ یہاں (۲۴) سے ہوگا کیونکہ (ثمن) کا اجتماع نوع ثانی کے بعض یعنی (ثلثان) اور (سدس) سے ہو رہا ہے اب بیویوں کو ثمن یعنی (۲۴) کے (۳) حصے اور بیٹیوں کو (ثلثان) یعنی (۱۶) حصے اور دادیوں کو (سدس) یعنی (چار) حصے اور باقی (ایک حصہ) جو بچا ہے وہ (چچاؤں کو) بطور عصبہ کے ملے گا۔ اب مسئلہ میں غور کرنے سے معلوم ہو رہا ہے کہ مسئلہ کے ہر طائفے میں کسر واقع ہو رہی ہے اس طرح کہ بیویاں (۴) ہیں مگر ان کے حصے (۳) ہیں اور بیٹیاں (۱۸) ہیں اور ان کے حصے (۱۶) ہیں اس طرح دادیاں (پندرہ) ہیں اور ان کے حصے (۴) ہیں اور چچا (چھ) ہیں مگر حصہ صرف (ایک) ہے لہٰذا سب سے پہلے ہر طائفے کے رؤوس اور اس کے سہام کے درمیان نسبت دیکھیں گے اب سب سے پہلا طائفہ (اربع زوجات) کا ہے تو ان کے رؤوس یعنی (۴) اور سہام یعنی (۳) میں نسبت دیکھیں گے۔

۴	۳	۲
۳-	۱-	۱-
۱	۲	۱

اب نسبت دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان کے درمیان نسب تباین کی ہے تو ہم زوجات کے کل رؤوس یعنی (۴) کو محفوظ کر لیں گے۔

دوسرا طائفہ ثمانیہ عشر بنتا کا ہے تو ان کے رؤوس (۱۸) ہیں اور سہام (۱۶) ہیں اب ان کے درمیان نسبت دیکھیں گے۔

۱۸	۱۶	۱۴	۱۲	۱۰	۸	۶	۴
۱۶-	۲-	۲-	۲-	۲-	۲-	۲-	۲-
۲	۱۴	۱۲	۱۰	۸	۶	۴	۲

یہاں ان کے درمیان نسبت توافق بالنصف کی ہے تو ہم بیٹیوں کے کل رؤوس (اٹھارہ) کا وفق عدد نکالیں گے جو کہ (۹) ہے اور اس کو محفوظ کر لیں گے یعنی (۹) وفق عدد کو محفوظ کر لیں گے۔

تیسرا طائفہ خمس عشرۃ جدۃ کا ہے ان کے رؤوس (١۵) اور سہام (۴) ہیں ان کے درمیان نسبت دیکھیں گے۔

١۵   ١١   ٧   ۴

-۴   -۴   -۴   -٣

١١   ٧   ٣   ١

ان کے درمیان نسبت تباین کی ہے تو ہم دادیوں کے کل رووس (١۵) کو محفوظ کرلیں گے۔

چوتھا طائفہ (ستۃ اعمام) کا ہے ان کے کل رووس (٦) اور ان کا سہم (١) ہے۔ اب ان کے درمیان نسبت دیکھیں گے تو

٦   ۵   ۴   ٣   ٢

-١   -١   -١   -١   -١

۵   ۴   ٣   ٢   ١

ان کے درمیان نسبت تباین کی ہے تو ہم اعمام کے کل رؤوس یعنی (٦) کو محفوظ کرلیں گے۔ تو اب ہمیں جو عدد رووس حاصل ہوئے وہ درج ذیل ہیں۔ (۴)، (٦)، (٩) اور (١۵) اب جب تمام طائفوں کے رؤوس اور سہام کے درمیان نسبت دیکھ چکے تو اب ہم تمام طائفوں کے آپس میں رؤوس ورووس کے درمیان نسبت دیکھیں گے تو سب سے پہلے اربع زوجات اور ستۃ اعمام کو دیکھیں گے ان کے رؤوس (۴) اور (٦) میں نسبت دیکھیں گے تو ان کے درمیان نسبت توافق بالنصف کی ہے۔

٦   ۴

-۴   -٢

٢   ٢

اب ہم ان کے ایک طائفے کے وفق عدد کو دوسرے طائفہ کے کل رؤوس سے ضرب دیں گے مثلاً: ہم اربع زوجات کا وفق عدد نکالیں تو یہ (٢) ہوگا اب اس (٢) کو ستۃ اعمام کے کل رؤوس (٦) سے ضرب دیں گے تو جواب آیا (١٢) یہ (١٢) ہمارا مبلغ اول ہے۔ اب اسی (١٢) اور تیسرے طائفے کے کل رؤوس میں نسبت دیکھیں گے۔

تیسرا طائفہ ثمانیہ عشر بنتا ہے اور اس کے رؤوس جو ہم نے محفوظ کئے تھے وہ (٩) ہیں اب اس (٩) اور مبلغ اول (١٢) کے درمیان نسبت دیکھیں گے تو ان کے درمیان نسبت توافق بالثلث کی ہے۔

١٢   ٩   ٦

-٩   -٣   -٣

٣   ٦   ٣

اب مبلغ اول اور تیسرے طائفے میں سے کسی بھی ایک کے وفق عدد کو دوسرے کے کل میں ضرب دیں گے پھر تیسرے طائفے کا وفق عدد نکالا تو (٩) کا وفق عدد (٣) ہوگا اب اسی کو مبلغ اول یعنی (١٢) سے ضرب دیں گے تو جواب آیا (٣٦) یہ ہمارا مبلغ ثانی ہے۔

اب اسی مبلغ ثانی اور چوتھے طائفہ خمس عشرۃ جدۃ کے رؤس کے درمیان نسبت دیکھیں گے تو (٣٦) اور (١٥) کے درمیان نسبت دیکھی تو ان کے درمیان توافق بالثلث ہے۔

٦	٩	١٥	٢١	٣٦
-٣	-٦	-٦	-١٥	-١٥
٣	٣	٩	٦	١٢

اب ہم ان دونوں میں سے کسی بھی ایک کا وفق عدد نکالیں گے اور اس کو دوسرے کے کل رؤس میں ضرب دیں گے تو خمس عشر جدۃ کے رؤس (١٥) ہیں ان کا وفق نکالا تو یہ (٥) ہوا اب اس (٥) کو مبلغ ثانی (٣٦) سے ضرب دیں گے تو جواب آیا (١٨٠)۔ اب یہ (١٨٠) ہمارا مضروب ہے اس کو ہم اصل مسئلہ یعنی (٢٤) میں ضرب دیں گے تو (١٨٠×٢٤=٤٣٢٠) جواب آیا اب یہ (٤٣٢٠) اسی سے ہماری تصحیح ہوگی اب تمام طائفوں کو حصہ دینے کے لئے (١٨٠) مضروب کو سب کے سہام سے ضرب دیں گے تو ہر طائفے کا حصہ معلوم ہو جائے گا۔

اربع زوجات کا حصہ: ١٨٠×٣=(٥٤٠) اور ہر بیوی کا حصہ (١٣٥)

ثمانی عشرۃ بنتا کا حصہ: ١٨٠×١٦=(٢٨٨٠)= ہر بیٹی کا حصہ (١٦٠)

خمس عشرۃ جدۃ کا حصہ: ١٨٠×٤=(٧٢٠) ہر دادی کا حصہ (٤٨)

ستۃ اعمام کا حصہ: ١٨٠×١=(١٨٠) ہر چچا کا حصہ (٣٠)

ان تمام طائفوں میں کسر نہ رہی۔

اب اگر ہم ان طائفوں کے حصوں کو جمع کریں گے تو چار ہزار تین سو بیس (٤٣٢٠) جواب آئیگا اسی طرح۔

٥٤٠
٢٨٨٠
٧٢٠
+١٨٠
٤٣٢٠ (شریفیہ ص:٦٦)

معلوم ہوا کہ یہ حصے بالکل صحیح تقسیم کیئے گئے ہیں۔

والرابع ان تكون الاعداد مباينة لايوافق بعضها بعضا فالحكم فيها ان يضرب احد الاعداد فى جميع الثانى ثم مابلغ فى جميع الثالث ثم مابلغ فى جميع الرابع ثم ما اجتمع فى اصل المسئله كامراتين وست جدات وعشر بنات وسبعة اعمام (ص: ۲۴)

[ثم باب التصحيح]

ترجمہ: اور چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ جن فریقوں پر حصے منکسر ہوں ان فریقوں میں سے ہر ایک فریق کے عدد رؤوس اور دوسرے فریق کے عدد رؤوس کے درمیان نسبت تباین کی ہو یعنی ان میں نسبت توافق کی نہ ہو تو اس صورت میں حکم یہ ہے کہ ایک فریق کے رؤوس کے کل عدد کو دوسرے فریق کے رؤوس کے کل عدد میں ضرب دیا جائے پھر حاصل ضرب کو تیسرے فریق کے کل عدد میں ضرب دیا جائے گا پھر حاصل ضرب کو چوتھے فریق کے کل عدد میں ضرب دیا جائے گا پھر حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا جیسے دو بیویاں اور چھ دادیاں، دس بیٹیاں اور سات چچے (زندہ رہنے کی صورت ہے)۔

چوتھا اصول:

تشریح: رؤوس ورؤوس کے درمیان نسبت دیکھنے کے اعتبار سے چوتھا اور تصحیح کے اصولوں میں سے ساتواں قاعدہ یہ ہے کہ اگر مسئلے کے طائفوں میں سے دو یا دو سے زائد طائفوں پر کسر واقع ہو تو پہلے ان طائفوں کے سہام اور رؤوس کے درمیان نسبت دیکھیں گے (اس کے بعد ان کے رؤوس ورؤوس کے درمیان نسبت دیکھیں گے) تو اگر ان رؤوس کے درمیان نسبت تباین کی ہے تو پھر ایک طائفے کے عدد رؤوس کو دوسرے طائفے کے کل رؤوس میں ضرب دیں گے پھر جو حاصل ہوگا یہ مبلغ اول کہلائیگا اس میں اور تیسرے طائفے کے رؤوس میں نسبت دیکھیں گے اگر ان میں بھی نسبت تباین کی ہو تو پھر ان کے کل رؤوس کو آپس میں ضرب دیں گے جو حاصل ضرب ہوگا وہ مبلغ ثانی کہلائیگا اس میں اور چوتھے طائفے کے رؤوس میں نسبت دیکھیں گے اگر مباینت ہو تو حاصل ضرب کو چوتھے طائفے کے کل رؤوس میں ضرب دیکر ان کا حاصل ضرب معلوم کریں گے یہ مبلغ ثالث کہلائیگا اور یہ مضروب ہوگا تو اس کو اصل مسئلے میں ضرب دیں گے یا اگر عول ہو تو اس میں ضرب دیں گے تو ہمارے پاس مسئلے کی تصحیح آ جائے گی۔

مسئلہ ۲۴ × مضروب ۲۱۰ = ۵۰۴۰

مثال: میـــــــت

زوجتان (۲ کل عدد رؤوس)	ست جدات (۳ نصف عدد رؤوس)	عشر بنات (۵ نصف عدد رؤوس)	سبعة اعمام (۷ کل عدد رؤوس)
ثمن	سدس	ثلثان	عصبہ
۳	۴	۱۶	۱
۳×۲۱۰	۴×۲۱۰	۱۶×۲۱۰	۱×۲۱۰
۶۳۰	۸۴۰	۳۳۶۰	۲۱۰

وضاحت: مذکورہ مسئلے میں میت کی دو بیویاں، چھ دادیاں، دس بیٹیاں اور سات چچا ہیں تو اب یہاں پر بیویوں کو ثمن، دادیوں کو سدس، بیٹیوں کو ثلثان اور چچا کو بطور عصبہ کے حصہ ملے گا اب یہاں ثمن کا اجتماع نوع ثانی کے بعض کے ساتھ ہو رہا ہے اس لئے مسئلہ (۲۴) سے ہوگا بیویوں کو ثمن یعنی (۳) اور دادیوں کو سدس یعنی (۴) اور بیٹیوں کو ثلثان یعنی (۱۶) حصے ملیں گے اور چچاؤں کو بطور عصبہ کے (۱) حصہ ملے گا۔ (ما بقیہ اگلے صفحہ پر)

(مابقیہ حاشیہ) اب مسئلہ میں غور کرنے سے معلوم ہورہا ہے کہ اس مسئلے کے ہر طائفے پر کسر واقع ہورہی ہے اس طرح کہ بیویاں (۲) ہیں مگر ان کے حصے (۳) ہیں جدات (۶) ہیں تو حصے (۴) ہیں اسی طرح بنات (۱۰) ہیں تو حصے (۱۶) اور چچا (۷) ہیں تو حصہ صرف (۱) ہے لہٰذا سب سے پہلے ہر طائفے کے رؤوس اور اس کے سہام کے درمیان نسبت معلوم کریں گے۔

سب سے پہلا طائفہ زوجتان کا ہے ان کے رؤوس (۲) اور ان کے سہام (۳) ہیں تو ان کے درمیان نسبت تباین کی ہے تو ہم زوجتان کے کل رؤوس (۲) کو محفوظ کرلیں گی۔

۲ ۳
-۱ -۲
۱ ۱

دوسرا طائفہ ستہ جدات کا ہے ان کے رؤوس (۶) اور سہام (۴) ہیں اب ان کے درمیان نسبت دیکھی تو ان کے درمیان نسبت توافق بالنصف کی ہے (۶ ۴) تو اس لئے ہم ان کے رؤوس (۶) کا وفق عدد نکالیں گے تو (۶) کا وفق عدد (۳) ہوا تو اس (۳) کو محفوظ کرلیں گے۔ (-۲/۲ -۲/۲)

تیسرا طائفہ عشر بنات کا ہے ان کے رؤوس (۱۰) اور سہام (۱۶) ہیں ان کے درمیان نسبت دیکھی تو ان کے درمیان نسبت توافق بالنصف کی ہے (۱۶ ۱۰ ۶ ۴: -۱۰/۶ -۶/۴ -۴/۲ -۲/۲) تو اس لئے ہم عشر بنات کا وفق عدد نکالیں گے جو کہ (۵) ہے۔ اور اسی کو محفوظ کرلیں گے۔

اب آخری اور چوتھے طائفے کے رؤوس وسہام میں نسبت دیکھیں گے یہ طائفہ (سبعۃ اعمام) کا ہے ان کے رؤوس (۷) اور سہام ایک ہے تو ایک اور سات کے درمیان نسبت دیکھی ان میں مباینت ہے۔

۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷
-۱ -۱ -۱ -۱ -۱ -۱
۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶

تو اس لئے ہم سبعۃ اعمام کے کل رؤوس یعنی (سات) کو محفوظ کرلیں گے۔

اب جب تمام طائفوں کے رؤوس اور سہام کے درمیان نسبت دیکھ چکے تو اب تمام طائفوں کے جو رؤوس ہم نے محفوظ کئے ہیں ان کے درمیان آپس میں نسبت دیکھیں گے ہمیں یہ اعداد رؤوس حاصل ہوئے ہیں (۲)، (۳)، (۵)، اور (۷)

اب ہم ان عدد رؤوس کے درمیان نسبت دیکھیں گے سب سے پہلا طائفہ زوجتان کا ہے ان کے رؤوس (۲) ہیں اور دوسرا طائفہ ستہ جدات کا ہے ان کے رؤوس (۳) ہیں ان کے درمیان نسبت دیکھیں گے تو (۲) اور (۳) کے درمیان نسبت تباین کی ہے تو

۲ ۳
-۱ -۲
۱ ۱

ان دونوں طائفوں میں سے کسی بھی ایک طائفے کے کل رؤوس کو دوسرے طائفے کے کل رؤوس میں ضرب دے دیں گے اب

زوجتان کے رؤوس (٢) ہیں ان کو ستہ جدات کے رؤوس (٣) میں ضرب دیں گے تو جو جواب حاصل ہوگا وہ ہے (٦) یہ ہمارا مبلغ اول ہے۔ اب اسی مبلغ اول اور تیسرے طائفے (عشر بنات) کے رؤوس کے درمیان نسبت دیکھیں گے تو مبلغ اول (٦) ہے اور عشر بنات کا وفق عدد رؤوس (٥) ہے ان کے درمیان نسبت تباین کی ہے۔

٢	٣	٤	٥	٦
-١	-١	-١	-١	-٥
١	٢	٣	٤	١

اس لئے ہم ان دونوں میں سے کسی بھی ایک عدد کو دوسرے عدد میں ضرب دے دیں گے تو ٦ کو ٥ سے ضرب دیں تو جواب آیا ٣٠ (٣٠=٥×٦) یہ ہمارا مبلغ ثانی ہوا اب اسی مبلغ ثانی اور چوتھے طائفے کے رؤوس کے درمیان نسبت دیکھیں گے چوتھا طائفہ سبعۃ اعمام کا ہے ان کے رؤوس (٧) ہیں اب (٧) اور (٣٠) میں نسبت دیکھی تو ان کے درمیان بھی نسبت تباین کی ہے

٣	٥	٧	٩	١٦	٢٣	٣٠
-٢	-٢	-٢	-٧	-٧	-٧	-٧
١	٣	٥	٢	٩	١٦	٢٣

اس لئے ہم ان دونوں میں یعنی ٧ اور ٣٠ میں سے کسی بھی ایک عدد کو دوسرے عدد سے ضرب دیں گے (٢١٠=٧×٣٠) جب ہم نے ضرب دیا تو جواب آیا (٢١٠)۔ اور یہ (٢١٠) مضروب ہے اس مضروب (٢١٠) کو اصل مسئلہ (٢٤) سے ضرب دیں گے (٥٠٤٠=٢٤×٢١٠) تو جب ہم نے ضرب دیا تو جواب آیا (٥٠٤٠) یہ مسئلہ کی تصحیح ہے اب تمام طائفوں کو حصہ دینے کے لئے ہم ان کے سہام کو مضروب (٢١٠) سے ضرب دیں گے تو ہر طائفے کا حصہ معلوم ہو جائے گا بغیر کسر کے۔

جیسے زوجتان کا حصہ = (٦٣٠=٣×٢١٠) ہر بیوی کا حصہ = (٣١٥)

ستہ جدات کا حصہ = (٨٤٠=٤×٢١٠) ہر دادی کا حصہ = (١٤٠)

عشر بنات کا حصہ = (٣٣٦٠=١٦×٢١٠) ہر بیٹی کا حصہ = (٣٣٦)

سبعۃ اعمام کا حصہ = (٢١٠=١×٢١٠) ہر چچا کا حصہ = (٣٠)

ہر طائفہ کا مجموعہ   اصل مسئلہ میں حصہ   مضروب

اب ان تمام حصوں کو جمع کریں تو مجموعہ پانچ ہزار چالیس ہوگا۔ (٥٠٤٠)

فائدہ مہمہ: استقراء اور تلاش کے بعد علماء نے لکھا ہے کہ کسی بھی میت کے ورثہ میں اگر حصے کسر کے ساتھ مل رہے ہوں تو کسی بھی صورت مسئلہ میں (٢٤) چار طائفوں سے زیادہ پر کسر واقع نہیں ہو سکتی اس لئے مصنف نے چار طائفوں پر کسر واقع ہونے کی مثال دی ہے۔ (شریفیہ ص:٦٧)

مشق: (١) میــــــــــــت   (٢) میــــــــــــت

زوج   ابن   ابن   بنت   بنت   اب   ام   بنت   بنت (شریفیہ ص:٦٧)

فصل

یہ فصل باب التصحیح کے لئے بطور تتمہ کے ہے کہ پہلے مسئلہ میں ہر طائفے کو حصہ دیا جاتا ہے پھر ہر طائفے کے ہر ہر فرد کو حصہ دیا جاتا ہے لہٰذا اب اس فصل میں (تصحیح میں سے ہر فریق کو حصہ دینے کے بعد) ہر طائفہ کے ہر فرد کو حصہ دینے کا طریقہ بتلایا جارہا ہے۔

واذا اردت ان تعرف نصیب کل فریق من التصحیح فاضرب ما کان لکل فریق من اصل المسئلۃ فی ماضر بتہ فی اصل المسئلۃ فما حصل کان نصیب ذلک الفریق (ص: ۲۴)

ترجمہ: اور جب آپ تصحیح میں سے ہر فریق کے حصے کو جاننا چاہیں تو اصل مسئلہ میں سے ہر فریق کو جو حصہ ملا ہے اس حصہ کو اس مضروب میں ضرب دیں گے جس مضروب کو آپ نے اصل مسئلہ میں ضرب دیا ہے تو جو حاصل ہو وہ اس فریق کا حصہ ہوگا۔

مسئلے کی تصحیح میں سے ہر طائفے کے حصے نکالنے کا طریقہ:

جس مضروب کو ہم نے اصل مسئلہ میں ضرب دیا تھا اسی مضروب سے ہم ہر طائفے کے اس حصے کو ضرب دیں گے (جو حصہ اس کو اصل مسئلہ سے ملا ہے) جو جواب آئے گا وہ اس طائفے کا حصہ ہوگا۔

مسئلہ ۶×۳۰ (مضروب) = ۱۸۰ تصحیح

مثال[1]: میـــــــــــــــــــت

خمس بنات	ثلث جدات	عمان
کل رؤوس (۵)	کل رؤوس (۳)	کل رؤوس (۲)
ثلثان	سدس	عصبہ
۴	۱	۱
(۴×۳۰=۱۲۰)	(۱×۳۰=۳۰)	(۱×۳۰=۳۰)

(حاشیہ شریفیہ شرح سراجیہ ص: ۶۸)

[1] وضاحت: صورت مسئلہ میں میت کی ۵ بیٹیاں اور تین دادیاں اور دو چچا ہیں، تو خمسۃ بنات کو ثلثان، ثلثۃ جدات کو سدس اور عمان کو عصبہ کی حیثیت سے مابقیہ (سدس) ملے گا۔ سدس کا اجتماع اسی نوع کے ثلثان کے ساتھ ہے تو مسئلہ چھوٹے والے فرض (یعنی سدس) کے مخرج فرض (یعنی ۶) سے ہوگا (۶) کا ثلثان (یعنی ۴ حصے) بیٹیوں کو اور (۶) کا سدس یعنی (۱) حصہ دادیوں کو اور مابقیہ (ایک حصہ) دونوں چچاؤں کو ملے گا۔

اب صورت مسئلہ میں مسئلے کے کل تین طائفے ہیں تینوں میں کسر واقع ہو رہا ہے جس کو دور کرنے کے لئے مسئلے کی تصحیح کی ضرورت ہے اس کے لئے پہلے ہر طائفے کے سہام ورؤوس میں نسبت دیکھیں گے۔ پہلا طائفہ خمسۃ بنات کا ہے اس کے سہام (۴) اور رؤوس (یعنی ۵) میں تباین ہے اس لئے کل رؤوس (۵) کو محفوظ کرلیا۔ طائفۃ الثانیہ میں ثلث جدات (مابقیہ اگلے صفحہ پر)

یہاں سے مصنفؒ ہر فریق کو جو تصحیح میں سے ملا ہے اس کو اس فریق کے عدد رؤوس پر تقسیم کرنے کا طریقہ بتا رہے ہیں۔

واذاارد ت ان تعرف نصیب کل واحد من احاد ذلک الفریق فاقسم ما کان لکل فریق من اصل المسئلة علی عدد رؤوسهم ثم اضرب الخارج فی المضروب فالحاصل نصیب کل واحد من احادذلک الفریق

ترجمہ: اور جب تم اس فریق کے ہر فرد کے حصے کو پہچاننا چاہو تو اصل مسئلہ میں سے ہر فریق کو جو حصہ ملا ہے اس کو ان کے عدد رؤوس پر تقسیم کر دو پھر حاصل تقسیم کو اس عدد میں ضرب دے دو جس عدد کے ذریعے اصل مسئلہ کو ضرب دیا گیا ہے پھر جو حاصل ہوگا وہ اس فریق کے ہر فرد کا حصہ ہوگا۔

مکسور طائفے کے ہر فرد کو حصہ دینے کا طریقہ:

پہلا طریقہ:

مکسور طائفے کے ہر فرد کو حصہ دینے کے کئی طریقے ہیں جس میں سے پہلا طریقہ یہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر فریق کو جو اصل مسئلہ میں سے حصہ ملا ہے اس کو تقسیم کریں گے اس فریق کے عدد رؤوس پر پھر جو حاصل ہوگا اس حاصل کو ضرب دیں گے مضروب سے جو نتیجہ حاصل ہوگا وہ اس فریق کے ہر ہر فرد کا حصہ ہوگا۔

(مابقیہ حاشیہ) (۳) اور اس کے سہام یعنی (۱) میں نسبت دیکھیں گے تو (۳) اور (۱) میں تباین ہے۔ لہٰذا کل رؤوس کو محفوظ کر لیں گے۔ طائفۃ الثالثۃ میں رؤوس (۲) ہیں اور سہام (۱) ہیں ان کے درمیان نسبت تباین کی ہے تو کل رؤوس یعنی (۲) کو محفوظ کر لیں گے۔ اب رؤوس و رؤوس میں نسبت دیکھیں گے۔

سب سے پہلے خمس بنات کے (۵) رؤوس اور ثلث جدات کے (۳) رؤوس میں نسبت دیکھی جو کہ تباین ہے تو ایک کو دوسرے سے ضرب دیا جواب آیا (۱۵) اس کو تیسرے طائفے کے محفوظ شدہ عدد رؤوس (۲) میں ضرب دیں گے جواب آیا (۳۰) یہ مضروب ہوگا اس کو اصل مسئلہ (٦) میں ضرب دیں گے جواب آئے گا (۱۸۰) یہ مسئلے کی تصحیح ہے۔

اب اس میں سے ہر طائفے کو حصہ دینے کے لئے ان کو جو اصل مسئلہ سے حصہ ملا ہے اس کو مضروب سے ضرب دیں گے۔ طائفۃ الاولیٰ کو (۴) مل رہا تھا اس کو مضروب (۳۰) سے ضرب دیا جواب آیا (۱۲۰) اور طائفۃ الثانیہ کو (۱) مل رہا تھا اس کو مضروب سے ضرب دیا جواب آیا (۳۰) اسی طرح طائفہ الثالثۃ کو بھی (۱) مل رہا تھا اس کو ضرب دیا (۳۰) میں جواب آیا (۳۰)۔

اس طرح ہر فریق کا حصہ معلوم ہوگیا۔

مسئلہ ٢٤ × ٢١٠ (مضروب) = ٥٠٤٠ تصحیح

مثال[1]: میـــــــــــــــــــــــــــــــت

کل رؤوس (٢)	وفق عدد (٣)	وفق عدد (٥)	کل رؤوس (٧)
زوجتان	ست جدات	عشر بنات	سبعۃ اعمام
ثمن	سدس	ثلثان	عصبہ
٣	٤	١٦	١
(٣×٢١٠=٦٣٠)	(٤×٢١٠=٨٤٠)	(١٦×٢١٠=٣٣٦٠)	(١×٢١٠=٢١٠)
(زوجۃ:٣١٥)	جدۃ ١٤٠	بنت ٣٣٦	عم ٣٠
(زوجۃ:٣١٥)	جدۃ ١٤٠	بنت ٣٣٦	عم ٣٠
	جدۃ ١٤٠	بنت ٣٣٦	عم ٣٠
	جدۃ ١٤٠	بنت ٣٣٦	عم ٣٠
	جدۃ ١٤٠	بنت ٣٣٦	عم ٣٠
	جدۃ ١٤٠	بنت ٣٣٦	عم ٣٠
		بنت ٣٣٦	عم ٣٠
		بنت ٣٣٦	
		بنت ٣٣٦	
		بنت ٣٣٦	

[1] وضاحت: مذکورہ بالا مثال میں میت کی دو بیویاں، چھ دادیاں، دس بیٹیاں اور سات چچا ہیں دو بیویوں کو بیٹیوں کی موجودگی میں ثمن ملے گا۔ اور ست جدات سدس میں شریک ہوں گی۔ عشر بنات کو ثلثان اور سبعۃ اعمام کو بطور عصبہ کے مابقیہ ملے گا۔

نوع اول کے ثمن کا اجتماع نوع ثانی کے بعض کے ساتھ ہے تو مسئلہ (٢٤) سے ہوگا۔ (٢٤) کا ثمن (یعنی ٣ حصے) زوجتان کو ملیں گے اور (٢٤) کا سدس یعنی (٤) حصے ست جدات کو ملیں گے اسی طرح عشر بنات کو (٢٤) کا ثلثان یعنی (١٦) حصے ملیں گے اور سات چچاؤں کو بطور عصبہ مابقیہ (١) حصہ ملے گا۔

اب غور کیا تو مسئلے کے تمام فریقوں میں کسر واقع ہو رہا ہے اس لئے پہلے ہر فریق کے رؤوس وسہام میں نسبت دیکھیں گے۔ تو فریق اول جو کہ زوجتان کا ہے اس کے سہام ورؤوس میں نسبت دیکھی یہاں تباین ہے تو کل رؤوس (٢) کو محفوظ کر لیں گے۔ طائفہ الثانیہ میں رؤوس (٦) اور سہام (٤) میں نسبت توافق بالنصف ہے تو (٦) کا وفق عدد یعنی (٣) محفوظ کر لیں گے۔ طائفۃ الثالثہ یعنی عشر بنات کے رؤوس (١٠) اور سہام (١٦) میں نسبت دیکھی۔ (مابقیہ اگلے صفحہ پر)

(مابقیہ حاشیہ) ۱۶ ۱۰ ٦ ۴

۱۶	۱۰	٦	۴
۱۰-	٦-	۴-	۲-
٦	۴	۲	۲

تو (۱٦)، (۱۰) کے درمیان توافق بالنصف ہے اس لئے عشر بنات کے وفق عدد (۵) کو محفوظ کرلیں گے۔

طائفۃ الرابعہ یعنی سبعۃ اعمام کے رؤوس (۷) اور سہام (۱) میں نسبت تباین ہے تو کل رؤوس (۷) کو محفوظ کرلیا۔

اب پہلے دو چھوٹے حاصل شدہ اعداد کو ایک دوسرے سے ضرب دیں گے ٦=۲×۳ جواب (٦) آیا اس (٦) کو طائفۃ الثالثہ کے محفوظ عدد (۵) سے ضرب دیا جواب آئے گا (۳۰)۔ پھر اس (۳۰) کو طائفۃ الرابعۃ کے محفوظ عدد (۷) سے ضرب دیا جواب آئے گا (۲۱۰) یہ مضروب ہے پھر اس کو اصل مسئلہ (۲۴) سے ضرب دیا (۵۰۴۰=۲۱۰×۲۴) جواب آیا (۵۰۴۰) اس سے مسئلے کی تصحیح ہوگی۔

اس میں سے ہر طائفہ کو حصہ دیں گے۔ جس کے لئے ان کو جو حصہ اصل مسئلہ سے ملا ہے اس کو مضروب سے ضرب دیں گے۔ طائفہ اولی کو (٦۳۰=۲۱۰×۳) ملے گا اور طائفۃ الثانیہ کو (۸۴۰) ملے گا۔ (۸۴۰=۲۱۰×۴) طائفۃ الثالثۃ کو (۳۳٦۰=۲۱۰×۱٦) یعنی (۳۳٦۰) حصے ملیں گے اور طائفۃ الرابعۃ کو (۲۱۰=۲۱۰×۱) ملیں گے۔

اب ہر طائفہ کو جو تصحیح میں سے حصہ ملا ہے اس کو اس کے رؤوس پر تقسیم کریں گے تقسیم کے بعد جو حاصل ہوگا اس کو مضروب سے ضرب دینگے تو یہ حاصل، ہر فرد کا حصہ ہوگا۔ مثلاً طائفہ اولی زوجتان ہے اس کو اصل مسئلہ میں سے (۳) ملا ہے اب ہم نے (۳) کو ان (۲) رؤوس پر تقسیم کیا اس طرح (۱.۵=۲÷۳)

تو جواب آیا (۱.۵) ایک اعشاریہ پانچ

اب اس (۱.۵) کو مضروب (۲۱۰) سے ضرب دیں گے۔ (۳۱۵.۰=۲۱۰×۱.۵) یہ (۳۱۵) ایک زوجہ کا حصہ ہوا۔

اسی طرح طائفۃ الثانیہ ست جدات کو اصل مسئلہ سے (۴) ملا ہے اور رؤوس (٦) ہیں (۴) سہام کو چھ (٦) رؤوس پر تقسیم کرینگے اس طرح (۰.٦٦٦=٦÷۴)

اب اس (۰.٦٦٦) کو مضروب (۲۱۰) میں ضرب دیں گے۔

```
   ۲۱۰ مضروب
 ×۰.٦٦٦
 ------
   ۱۲٦۰
  ۱۲٦۰×
 ۱۲٦۰××
 ۰۰۰×××
 ------
 ۱۳۹.۸٦۰   (ہر فرد کا حصہ)
```

توہر دادی کا حصہ گویا(١٤٠) ہوا۔

اسی طرح طائفۃ الثالثۃ عشر بنات کو اصل مسئلہ میں سے (١٦) مل رہا ہے اس کو دس پر تقسیم کرینگے۔(١.٦=١٠÷١٦)

١.٦
١٠) ١٦
-١٠
٦٠
-٦٠
-x

اب اس (١.٦) کو مضروب (٢١٠) میں ضرب دیں گے۔(٣٣٦.٠=٢١٠×١.٦)

٢١٠
×١.٦
١٢٦٠
٢١٠x
٣٣٦.٠

تو گویا ہر بیٹی کو(٣٣٦) ملے گا۔

اسی طرح طائفۃ الرابعۃ سبعۃ اعمام کو اصل مسئلہ میں سے (١) ملا ہے اس کو (٧) پر تقسیم کریں گے۔(٠.١٤٢=٧÷١)

٠.١٤٢
٧) ١٠
-٧
٣٠
-٢٨
٢٠
-١٤
٦

تو ہر چچا کو اصل مسئلہ میں سے (٠.١٤٢) ملا۔

اس (٠.١٤٢) کو اب مضروب (٢١٠) میں ضرب دیں گے۔(٢٩.٨٢٠=٢١٠×٠.١٤٢)

٢١٠
×٠.١٤٢
٤٢٠
٨٤٠x
٢١٠xx
+٠٠٠٠xxx
٢٩.٨٢٠

ہر چچا کو (٢٩.٨٢٠) گویا تقریباً(٣٠) حصے ملیں گے۔

> **ووجه اٰخر وهوان تقسم المضروب علی ای فریق شئت ثمّ اضرب الخارج فی نصیب الفریق الذی قسمت علیهم المضروب فالحاصل نصیب کل واحد من احاد ذلک الفریق(ص: ۲۴)**

ترجمہ :اوردوسرا طریقہ یہ ہے کہ وارثوں کے جس فریق پرتم چاہو تقسیم کردو اس عدد کو جس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا گیا ہے پھر حاصل تقسیم کو اسی فریق کے حصے میں ضرب دو جس فریق کے عدد پر تم نے تقسیم کیا تھا مضروب کو پس جو حاصل ہوگا وہ اسی فریق کے ہر فرد کا حصہ ہوگا۔

تشریح: مکسور طائفے کے ہر فرد کو حصہ دینے کا دوسرا طریقہ:

ہر فریق کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جس فریق کا حصہ معلوم کرنا ہے اس کے افراد پر مضروب کو تقسیم کردیں پھر جو حاصل ہو اس کو ضرب دیں گے اس فریق کے حصے میں جو اس کو اصل مسئلہ (قبل از تصحیح) سے ملا ہے تو ایسی صورت میں جو حاصل ہوگا وہ فرد واحد کا حصہ ہوگا۔ تو گویا یہ دوسرا طریقہ پہلے طریقے کے بالکل برعکس اور ضد ہے۔

مسئلہ ۲۴   ۲۱۰× (مضروب)=۵۰۴۰ تصحیح

مثال: میت

زوجتان	ستہ جدات	عشر بنات	سبعہ اعمام
ثمن	سدس	ثلثان	عصبہ
۳	۴	۱۶	۱
(۳×۲۱۰=۶۳۰)	(۴×۲۱۰=۸۴۰)	(۱۶×۲۱۰=۳۳۶۰)	(۱×۲۱۰=۲۱۰)

وضاحت: مذکورہ مثال میں تصحیح کے قواعد کے ذریعے ہر فریق کو اس کو حصہ دیا گیا تھا اب ہر فریق کے ہر ہر فرد کو حصہ دینے کے لئے دوسرا طریقہ استعمال کریں گے۔

پہلا طائفہ زوجتان کا ہے دوسرے طریقے کے مطابق اس کے افراد پر مضروب کو تقسیم کرینگے تو افراد (دو) ہیں اس سے مضروب (۲۱۰) کو تقسیم کریں گے۔

```
            ۱۰۵
(مضروب)   ۲) ۲۱۰   (اس طائفے کے افراد)
            -۲
            ۱۰
           -۱۰
            ××   (۱۰۵ جواب آیا)
```

اب تقسیم کرنے سے جو جواب آیا ہے (۱۰۵) اس کو ضرب دیں گے اس طائفے کے حصے سے جو اس (مابقیہ اگلے صفحہ پر)

(مابقیہ حاشیہ) کو اصل مسئلہ میں سے ملا تھا اس طائفہ کو اصل مسئلہ سے (۳) ملا تھا۔ تو (۳۱۵) = (۳) × (۱۰۵) اب (۳۱۵) یہ حاصل ہر فرد کا حصہ ہے تو گویا ایک بیوی کو (۳۱۵) حصے ملیں گے۔

دوسرا طائفہ ستہ جدات کا ہے ان کے رؤوس (۶) ہیں تو قاعدے کے مطابق ان کے رؤوس (۶) پر مضروب کو تقسیم کرینگے تو (۶) پر (۲۱۰) مضروب کو تقسیم کریں تو

```
     ۳۵
۶) ۲۱۰
   -۱۸
    ۳۰
    ۳۰
    ××
```

اب تقسیم کرنے سے جواب آیا (۳۵) اس کو اس طائفے کے حصے سے ضرب دیں گے جو اس کو اصل مسئلہ میں سے ملا تھا تو ان کا حصہ (۴) ہے اس (۴) کو ضرب دیں گے (۳۵) سے

```
 ۳۵
 ×۴
۱۴۰
```

اب (۱۴۰) جو حاصل آیا ہے یہ ہر دادی کا حصہ ہوگا۔

تیسرا طائفہ عشر بنات کا ہے ان کے رؤوس (۱۰) ہیں تو قاعدے کے مطابق ان (۱۰) رؤوس پر مضروب (۲۱۰) کو تقسیم کریں گے تو

```
      ۲۱
۱۰) ۲۱۰
     ۲۰
     ۱۰
    -۱۰
     ××
```

اب تقسیم کرنے سے جواب (۲۱) آیا اس کو اس طائفے کے حصے (جو اس کو اصل مسئلہ میں سے ملا تھا) سے ضرب دیں گے۔ ان کو اصل مسئلہ میں سے (۱۶) ملا تھا اس کو ضرب دیں گے (۲۱) سے

```
  ۲۱
 ×۱۶
 ۱۲۶
 ۲۱×
 ۳۳۶
```

اب حاصل آیا (۳۳۶) یہ ہر بیٹی کا حصہ ہے۔

چوتھا طائفہ سبعۃ اعمام کا ہے ان کے رؤوس (۷) ہیں قاعدے کے مطابق ان کے رؤوس (۷) پر مضروب (۲۱۰) کو تقسیم کریں گے تو

وجه اخر وهو طريق النسبة وهو الاوضح وهو ان تنسب سهام كل فريق من اصل المسئلة الى عدد رؤوسهم مفردا ثم تعطى بمثل تلك النسبة من المضروب لكل واحد من احاد ذلك الفريق. (ص: ۲۴)

ترجمہ: اور ایک اور طریقہ نسبت کا طریقہ ہے اور وہ زیادہ واضح ہے۔ وہ یہ ہے کہ اصل مسئلہ میں سے ہر فریق کے حصے اور ان کے روؤس کے درمیان نسبت دیکھو پھر اس فریق کے ہر فرد کو مضروب سے اسی نسبت کے برابر حصہ دو۔

تشریح: مکسور طائفے کے ہر فرد کو حصہ دینے کا تیسرا طریقہ:

ہر فریق کے ہر فرد کو حصہ دینے کا تیسرا طریقہ نسبت کا ہے اور مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ یہ سب سے زیادہ واضح ہے اس طریقے میں نہ تقسیم کی ضرورت ہے نہ کہ ضرب کی وہ طریقہ یہ ہے کہ اصل مسئلہ میں سے ہر فریق کو جو ملا ہے اس میں اور عدد روؤس میں دیکھیں گے کہ کس نسبت سے حصہ ان میں تقسیم ہوگا اگر عدد روؤس میں سے ہر ایک فرد، عدد سہام میں سے ڈیڑھ کا حقدار ہو تو مضروب کا ڈیڑھ اس کو دے دیں گے[1]۔

(مابقیہ حاشیہ)

۳۰
۷) ۲۱۰
-۲۱۰
××

تقسیم کرنے سے جواب (۳۰) آیا اب اس کو اس طائفے کے حصے سے ضرب دیں گے (جو اس کو اصل مسئلہ میں سے ملا تھا) تو ان کا حصہ (ایک) ہے اب ضرب دیں گے (۳۰) کو (۱) سے تو

۳۰
×۱
۳۰

اب حاصل آیا (۳۰) گویا ہر چچا کو ۳۰ حصے ملیں گے۔

[1] مثلاً گزری ہوئی مثال میں اصل مسئلہ میں سے طائفۃ الاولیٰ کو جو کہ زوجتان ہے اس کو (۳) حصے مل رہے تھے اور (۳) اور (۲) میں نسبت دیکھی تو (۳) کو (۲) پر تقسیم کر دینے سے ہر ایک بیوی کو (ڈیڑھ) ملتا ہے تو مضروب یعنی (۲۱۰) کا ڈیڑھ گنا ہر ایک بیوی کو دیا جائے گا یعنی (۲۱۰) کے ساتھ اس کے نصف یعنی (۱۰۵) کو جمع کر دیا جائے گا تو یہ (۳۱۵) ہو جائے گا یہی ہر ایک بیوی کا حصہ ہے۔

اسی طرح طائفۃ الثانیہ جس میں چھ دادیاں تھیں اور ان کو (۴) حصے مل رہے تھے تو اس طرح ان کے سہام (۴) اور روؤس (۶) میں نسبت دیکھنے سے ہر ایک کو ۲/۳ ملتا ہے پھر (۲۱۰) کا ۲/۳ ہر ایک دادی کا حصہ ہوگا اس طرح کہ (۲۱۰) کو (۳) پر تقسیم کر دینے سے ایک حصہ (۷۰) ہوتا ہے اور (۷۰) کا دگنا (۱۴۰) ہوتا ہے لہٰذا ہر دادی کا حصہ (۱۴۰) ہوگا اور یہ (۱۴۰)، مضروب (۲۱۰) کا ثلثان ہے۔ (مابقیہ اگلے صفحہ پر)

(مابقیہ حاشیہ) اسی طرح طائفۃ الثالثہ میں (دس بیٹیاں) تھیں انکو (۱۶) حصے مل رہے تھے تو (۱۰) پر (۱۶) کو تقسیم کرنے سے ہر ایک کا حصہ ۱.۶ ہے تو قاعدے کے مطابق (۲۱۰) مضروب کا ۱.۶ ہر بیٹی کا حصہ ہوگا اور حصہ نکالنے کا طریقہ یہ ھیکہ (۲۱۰) کو ۱.۶ سے ضرب دیں تو (۲۱۰×۱.۶=۳۳۶.۰) تو جواب (۳۳۶) آیا۔ (اس طرح)

$$
\begin{array}{r}
۲۱۰ \\
\underline{\times ۱.۶} \\
۱۲۶۰ \\
\underline{۲۱۰\times} \\
۳۳۶.۰
\end{array}
$$

تو جواب (۳۳۶) آئے گا جو کہ ہر بیٹی کا حصہ ہے۔

اسی طرح طائفۃ الرابعہ میں سات چچا ہیں ان کو ایک حصہ مل رہا ہے اور رؤس (۷) ہیں تو ایک اور سات میں نسبت دیکھیں تو جواب ۱/۷ آئے گا۔ اب ہم مضروب (۲۱۰) کا ۱/۷) حصہ ہر چچا کو دینگے اور اسکا طریقہ یہ ہوگا (۲۱۰×۱/۷) = (۳۰) جواب دیا لہٰذا ہر چچا کا حصہ (۳۰) ہوگا۔

اس طرح

$$۲۱۰\times\frac{۱}{۷}=\frac{\overset{۳۰}{\cancel{۲۱۰}}}{\underset{۱}{\cancel{۷}}}=۳۰$$

......فصل فی قسمۃ الترکات بین الورثۃ والغرماء......

اس فصل کا مقصد میت کی وفات کے بعد موجود وارثوں کے درمیان یا اگر میت وفات کے وقت مقروض ہو تو اس کے قرض خواہوں کے مابین ترکہ تقسیم کرنا اور ہر ایک کا حصہ متعین کرنا ہے۔

ترکات: ترکۃ (بکسر الراء) بمعنی متروکہ مال

ورثۃ: وارث کی جمع ہے۔

غرماء: غریم کی جمع ہے بمعنی قرض دینے والا قرض خواہ۔

فائدہ: مصنفؒ کی ظاہر عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس فصل میں یہ بتا رہے ہیں کہ (بیک وقت) وارثین اور قرض خواہوں کے درمیان ترکہ کیسے تقسیم ہوگا حالانکہ یہ بات صحیح نہیں، دراصل وارثین پر غرماء مقدم ہوتے ہیں پہلے ترکہ غرماء میں تقسیم کیا جائے گا جو بچے گا وہ ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا اگر نہیں بچے گا تو ورثاء کے لئے کچھ نہیں ہوگا یہ مطلب نہیں کہ (بیک وقت) ان دونوں کے درمیان تقسیم کرنے کا طریقہ بتلا رہے ہوں۔ اسی لئے صحیح نسخوں میں اَو الغرماء ہے نہ کہ والغرماء مطلب یہ ہے کہ یہ فصل ورثا کے درمیان ترکے کی تقسیم کے بارے میں ہے اگر میت مقروض نہ ہو یا غرماء کے درمیان ترکے کی تقسیم کے بارے میں ہے اگر میت مقروض ہو۔ تفصیل کے لیئے دیکھئے الدر المختار مع حاشیہ رد المحتار: حوالہ نمبر ۲۶

> **اذا کان بین التصحیح والترکۃ مباینۃ فاضرب سہام کل وارث من التصحیح فی جمیع الترکۃ ثم اقسم المبلغ علی التصحیح مثالہ بنتان وابوان والترکۃ سبعۃ دنانیر**

ترجمہ: جب تصحیح اور ترکے کے درمیان تباین کی نسبت ہو تو تصحیح میں سے ہر وارث کا جو حصہ ہے اس کو کل ترکہ میں ضرب دے دو پھر حاصل ضرب کو تصحیح پر تقسیم کر دو۔ اس کی مثال: دو بیٹیاں اور والدین (کے زندہ رہنے کی صورت ہے) اس حال میں کہ ترکہ سات دینار ہو۔

---

[۱] فائدہ: دراصل ترکہ کو ورثاء میں تقسیم کرنے کے تین اصول ہیں مصنف نے دو طریقے بیان کئے ہیں ایک طریقہ واضح ہونے کی بناء پر چھوڑ دیا ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

ترکہ کو ورثاء میں تقسیم کرنے کا وہ طریقہ جو مصنف نے بوجہ ظاہر ہونے کے نہیں ذکر کیا:

اصول نمبر ۱:۔ سب سے پہلے سابقہ اصولوں کے مطابق مسئلہ حل کریں گے جب اصل مسئلہ معلوم ہو جائے گا اور تصحیح سامنے آ جائے گی تو اس سے سب کو حصہ دینے کے بعد دیکھیں گے کہ اس تصحیح اور ترکے میں کیا نسبت ہے اگر مماثلت ہے تو پھر کوئی اشکال ہی نہیں، اسی کے اعتبار سے ترکے کو تقسیم کر دیں گے اس لئے مصنفؒ نے اس کو بیان نہیں کیا۔ کیونکہ یہ بالکل واضح ہے۔ مثال کے طور پر صورت مسئلہ میں تصحیح (۸) سے ہو رہی ہو اور ترکہ بھی آٹھ لاکھ روپے ہو تو ترکہ اور تصحیح میں مماثلت ہے۔ (مابقیہ اگلے صفحہ پر)

(مابقیہ حاشیہ)

مسئلہ ۸ ترکہ ۸۰۰۰۰۰ (آٹھ لاکھ)

مثال: میـــــــــــــــت

زوجہ	ابن
ثمن	عصبہ
۱	۷
۱۰۰۰۰۰	۷۰۰۰۰۰

وضاحت:

مذکورہ بالا صورت میں میت کی صرف زوجہ اور ایک بیٹا زندہ ہے تو زوجہ کو ثمن ملے گا اور ابن عصبہ ہوگا۔ مسئلہ ثمن کے مخرج فرض یعنی (۸) سے ہوگا (۸) کا ثمن یعنی (۱) حصہ زوجہ کا اور مابقیہ (۷) حصے ابن کو بطور عصبہ دیں گے۔

اب مسئلے کی تصحیح (۸) سے ہے (یہاں تصحیح سے مراد صرف اصطلاحی تصحیح نہیں بلکہ عول، تصحیح اصطلاحی، مخرج مسئلہ وغیرہ سب اس میں داخل ہیں)۔ اور ترکہ (۸۰۰۰۰۰) ہے تو ان کے درمیان نسبت تماثل کی ہے لہٰذا اسی کے اعتبار سے ایک لاکھ زوجہ کو اور بقیہ (۷۰۰۰۰۰) بیٹے کو ملیں گے۔

(۱) تصحیح اور ترکہ میں موافقت کی مثال:

مسئلہ (۶) عول (۹) ترکہ ۳۰ دینار (شریفیہ ص: ۷۲)

مشق: (۱) میـــــــــــــــت

زوج اربع اخوات لاب وام اختان لام

(۲) ترکہ اور تصحیح میں مباینت کی مثال:

مسئلہ (۶) عول (۹) ترکہ ۳۲ دینار

(۲) میـــــــــــــــت

زوج اربع اخوات لاب وام اختان لام

﴿مصنف کے بیان کردہ اصول﴾

﴿متن کی تشریح﴾

یہاں مصنف ترکہ کو ورثاء کے افراد میں تقسیم کرنے کے متعلق فرمارہے ہیں کہ پہلا اصول یہ ہے کہ اگر مسئلہ کو سابقہ اصولوں کے تحت حل کرنے کے بعد ورثاء کو حصہ دے کر تصحیح و ترکہ میں نسبت تباین کی ہو تو ہر وارث کو تصحیح میں سے جو حصہ ملا ہے اس کو جمیع ترکہ میں ضرب دیں گے جو مبلغ ہوگا اس کو تصحیح (اصل مسئلہ یا عول یا ردوغیرہ) پر تقسیم کردیں گے۔

مثال: میت کی دو بیٹیاں اور والدین زندہ ہیں اور میت کا ترکہ (٧) دینار ہے۔

مسئلہ ٦ ترکہ ٧ دینار

مثال: میت

بنت	بنت	اب	ام
ثلثان		سدس	سدس
(٤)		(١)	(١)
(٢)	(٢)		
مبلغ جمیع ترکہ سہم ١٤=٧×٢	مبلغ جمیع ترکہ سہم ١٤=٧×٢	مبلغ جمیع ترکہ سہم ٧=٧×(١)	مبلغ جمیع ترکہ سہم ٧=٧×(١)
٢.٣٣٣ تصحیح مسئلہ ٦) مبلغ ١٤ -١٢ ٢٠ -١٨ ٢٠ -١٨ ٢٠ -١٨ ٢	٢.٣٣٣ تصحیح مسئلہ ٦) مبلغ ١٤ -١٢ ٢٠ -١٨ ٢٠ -١٨ ٢٠ -١٨ ٢	١.١٦٦ تصحیح مسئلہ ٦) مبلغ ٧ -٦ ١٠ -٦ ٤٠ -٣٦ ٤٠ -٣٦ ٤	١.١٦٦ تصحیح مسئلہ ٦) مبلغ ٧ -٦ ١٠ -٦ ٤٠ -٣٦ ٤٠ -٣٦ ٤

٢.٣٣٣ دینار ایک بیٹی کا حصہ
٢.٣٣٣ دینار دوسری بیٹی کا حصہ
١.١٦٦ دینار والد کا حصہ
١.١٦٦ دینار والدہ کا حصہ

کل: ٦.٩٩٨ دینار جواب: ٦.٩٩٨ (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

واذا كان بين التصحيح والتركة موافقة فاضرب سهام كل وارث من التصحيح في وفق التركة ثم اقسم المبلغ على وفق التصحيح فالخارج نصيب ذلك الوارث في الوجهين هذا لمعرفة نصيب كل فرد.

ترجمہ: اور جب تصحیح اور ترکہ کے درمیان نسبتِ توافق ہو تو ہر وارث کو تصحیح میں سے جو حصہ ملا ہے اس کو ضرب دو وفقِ ترکہ میں اور جو حاصل ہو اس کو وفقِ تصحیح میں تقسیم کر دو بس حاصل تقسیم اس وارث کا حصہ ہے دونوں صورتوں میں۔ یہ اصول ہر فرد کے حصے کو معلوم کرنے کے لئے ہے۔

تشریح: یہاں سے مصنف ہر شخص کو ترکے میں سے حصہ دینے کا (دوسرا) اصول بیان فرمارہے ہیں کہ اگر سابقہ اصولوں کے تحت مسئلہ حل کر لینے اور تصحیح میں سے حصہ دینے کے بعد تصحیح اور ترکہ میں نسبت توافق کی ہو تو سب سے پہلے ہر وارث کو اصل مسئلہ میں سے جو حصہ ملا ہے اس کو وفقِ ترکہ میں ضرب دیں گے جو حاصل ہوگا اس کو وفقِ تصحیح میں تقسیم کر دیں گے۔

جو نتیجہ نکلے گا وہ دونوں صورتوں میں (یعنی تباین کی نسبت ہو یا توافق کی نسبت ہو) حاصل ہونے والا عدد ہر وارث کا حصہ ہوگا۔ تباین کی مثال تو گزر چکی ہے

(مابقیہ حاشیہ) وضاحت: مذکورہ بالا صورت مسئلہ میں میت کی دو بیٹیاں اور ابوان ہیں تو بیٹیوں کو ثلثان اور ابوان کو سدسان ملے گا مسئلہ (۶) سے ہوگا (۶) کا ثلثان یعنی (۴) حصے بیٹیوں کو دیئے اور (۶) کا سدسان یعنی (۲) حصے ابوان کو دیئے ہیں۔

اب مسئلہ کی تصحیح (۶) سے ہوگی اور ترکہ (۷) دینار ہیں ان میں نسبت دیکھیں گے نسبت تباین کی ہے اس لئے اصل مسئلہ میں سے جو ہر شخص کو ملا ہے اس کو (۷) سے ضرب دیں گے ایک بیٹی کو (۲) حصے مل رہے تھے اس کو (۷) سے ضرب دیا (۱۴=۷×۲) جواب (۱۴) آیا اور ماں اور باپ میں سے ہر ایک کو (۱) حصہ مل رہا تھا اس کو ترکہ یعنی (۷) دینار سے ضرب دیا جواب (۷) آیا اب اس حاصل کو اصل مسئلہ سے تقسیم کریں گے۔

ایک بیٹی کو (۱۴) مل رہا تھا اس کو اصل مسئلہ (۶) سے تقسیم کیا تو جواب (۲.۳۳۳) آیا۔

اور ماں کو اور باپ کو (۷) مل رہا تھا اس کو اصل مسئلہ (۶) سے تقسیم کیا تو جواب (۱.۱۶۶) آیا تو ہر ایک بیٹی کو (۲.۳۳۳) حصے (۷) دینار میں سے ملیں گے اور ماں اور باپ میں سے ہر ایک کو (۱.۱۶۶) حصے ملیں گے۔

پہلی بیٹی کا حصہ:	۲.۳۳۳ دینار
دوسری بیٹی کا حصہ:	۲.۳۳۳ دینار
باپ کا حصہ:	۱.۱۶۶ دینار
ماں کا حصہ	۱.۱۶۶ دینار
	۶.۹۹۸ دینار

(گویا (۷) دینار صحیح تقسیم ہو گئے)

توافق کی مثال مندرجہ ذیل ہے۔

(۳)وفق صحیح　　(۴)وفق ترکہ

مسئلہ۶عول۹　　ترکہ۱۲دینار

مثال: میـــــــــــت

زوج	جدۃ	اختین لام واب	اخ لام
نصف	سدس	ثلثان	سدس
(۳)	(۱)	(۴)	(۱)
مبلغ وفق ترکہ سہم	مبلغ وفق ترکہ سہم	مبلغ وفق ترکہ سہم	مبلغ وفق ترکہ سہم
(۳)×۴=۱۲	(۱)×۴=۴	(۴)×۴=۱۶	(۱)×۴=۴
دینار ۴	دینار۱.۳۳	دینار۵.۳۳	دینار۱.۳۳
مبلغ ۱۲ ÷ ۳وفق صحیح	مبلغ ۴ ÷ ۳وفق صحیح	مبلغ ۱۶ ÷ ۳وفق صحیح	مبلغ ۴ ÷ ۳وفق صحیح
-۱۲	-۳	-۱۵	-۳
×	۱۰	۱۰	۱۰
	-۹	-۹	-۹
	۱۰	۱۰	۱۰
	-۹	-۹	-۹
	۱	۱	۱

۲.۶۶
۲) ۵.۳۳
-۴
۱۳
-۱۲
۱۳
-۱۲
۱

گویا ہر حقیقی بہن کو ترکے میں سے ۲.۶۶ دینار حصہ ملے گا۔

۱.۳۳ دینار دادی کا حصہ
۵.۳۳ دینار دو عینی بہنوں کا حصہ
۱.۳۳ دینار اخیافی بھائی کا حصہ
۴ دینار شوہر کا حصہ
مجموعہ: ۱۱.۹۹ دینار

وضاحت: مذکورہ بالا مثال میں میت کا شوہر، دادی، دو حقیقی بہنیں اور ایک اخیافی بھائی ہے شوہر کو نصف، دادی کو سدس۔ اخیافی بھائی کو بھی سدس اور حقیقی بہنوں کو ثلثان ملے گا۔ مسئلہ (۶) سے ہوگا (۶) کا نصف (۳) شوہر کا (۶) کا ثلثان (۴) دو حقیقی بہنوں کو (۶) کا سدس (۱) دادی کو اور (۱) حصہ اخیافی بھائی کو مل جائے گا عول ہوگا (۹) کی طرف۔

اب اس (۹) اور (۱۲) میں نسبت دیکھی تو توافق بالثلث ہے اسطرح (مابقیہ اگلے صفحہ پر)

قوله فی الوجهین:

ای فی صورتی الموافقة والمباینة

صورت تماثل میں تقسیم آسان ہے اس لئے اس کو فی الوجہین کہہ کر مصنفؒ نے نکال دیا۔

(مابقیہ حاشیہ) ١٢ ٦

-٩ -٣

-٣ ٣ (٣ باقی رہا)

٦

گویا ان میں توافق بالثلث ہے لہٰذا (٩) کا وفق عدد (٣) ہے اور (١٢) کا وفق عدد (٤) محفوظ کرلیا۔ اب ہر فرد کو حصہ دینے کے لئے اصل مسئلہ (عول) میں سے جو ملا ہے اس کو فق (ترکہ) یعنی (٤) میں ضرب دیں گے تو شوہر کو (٣) مل رہا تھا اس کو وفق ترکہ (٤) میں ضرب دیں گے جواب (١٢) آئے گا۔ اسی طرح دادی کو (١) مل رہا تھا اس کو وفق ترکہ (٤) میں ضرب دیا جواب (٤) آیا۔

طائفۃ الثالثہ میں حقیقی بہنوں کو (٤) مل رہا تھا اس کو وفق ترکہ (٤) میں ضرب دیا جواب آیا (١٦)۔ اسی طرح طائفۃ الرابعہ اخ لام کو (١) مل رہا تھا اس کو (٤) میں ضرب دیا جواب آیا (٤)۔

اب جو مبلغ ہے اس کو وفق تصحیح میں تقسیم کریں گے۔

سب سے پہلے زوج کا مبلغ (١٢) کو (٣) وفق تصحیح میں تقسیم کیا جواب آیا (٤) گویا زوج کو (١٢) دینار میں سے (٤) دینار ملیں گے۔ دادی کا مبلغ (٤) کو (٣) وفق تصحیح میں تقسیم کرینگے تو جواب (١.٣٣) آئیگا۔ (١.٣٣) دینار دادی کو ملیں گے اختین لام واب کا مبلغ (١٦) تھا اس (١٦) کو وفق تصحیح (٣) میں تقسیم کرینگے تو جواب (٥.٣٣) آئیگا لہٰذا اختین لاب وام کو (٥.٣٣) دینار اور اخ لام کو (١.٣٣) دینار ملیں گے۔ (اس کا طریقہ دادی میں گزر چکا)

❀❀❀

اما لمعرفة نصيب كل فريق منهم فاضرب ما كان لكل فريق من اصل المسئلة فى وفق التركة ثم اقسم المبلغ على وفق المسئلة ان كان بين التركة والمسئلة موافقة وان كان بينهما مباينة فاضرب فى كل التركة ثم اقسم الحاصل على جميع المسئلة فالخارج نصيب ذلك الفريق فى الوجهين

ترجمہ : بہر حال ان میں سے (اصحاب الفرائض میں سے) ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کے لئے اصل مسئلہ میں سے ہر فریق کو جو حصہ ملا تھا اس کو وفق ترکہ میں ضرب دے دو پھر جو حاصل ہو اس کو وفق مسئلہ پر تقسیم کردو اگر ترکہ اور مسئلے کے درمیان توافق ہو۔ اور اگر ان کے درمیان تباین ہو تو کل ترکے میں ضرب دو (اصل مسئلہ میں سے جو حصہ ہر فریق کو ملا ہے اس کو) پھر اس کو جو حاصل ہو کل مسئلے پر تقسیم کردو بس حاصلِ تقسیم دونوں صورتوں میں اسی فریق کا حصہ ہے۔

تشریح: پہلے مصنف نے ترکے میں سے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ بیان فرمایا اب ترکے میں سے ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ بتارہے ہیں:

پہلا اصول: پہلا اصول یہ ہے کہ مسئلہ کو حل کرنے کے بعد اگر ترکہ اور تصحیح میں توافق ہو تو پہلے اصل مسئلہ میں سے ہر فریق کو جو حصہ ملا ہے اس کو وفق ترکہ میں ضرب دے دو پھر جو جواب آئے اس کو وفق مسئلہ پر تقسیم کردو۔

مثال: میت کا شوہر چار حقیقی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں ہیں اور ترکہ میت نے تیس دینار چھوڑا ہے اس صورت مسئلہ میں اصل مسئلہ (عول) اور ترکہ (۳۰) دینار میں توافق بالثلث ہے۔

مسئلہ ۶ عول ۹ وفق مسئلہ (۳) ترکہ (۳۰) دینار وفق ترکہ (۱۰)

مثال ۱: میــت

زوج	(۴) حقیقی بہنیں	(۲) اخیافی بہنیں
نصف	ثلثان	ثلث
۳	۴	۲
مبلغ وفق ترکہ سہم ۳۰=(۳×۱۰)	مبلغ وفق ترکہ سہم ۴۰=(۴×۱۰)	مبلغ وفق ترکہ سہم ۲۰=(۲×۱۰)
۱۰ دینار (حاصل ضرب) ۳۰ ÷ ۳ وفق عول -۳۰ ××	۱۳.۳۳ دینار مبلغ ۴۰ ÷ ۳ وفق عول -۳ ۱۰ -۹ ۱۰ -۹ ۱۰ -۹ ۱	۶.۶۶ دینار حاصل ضرب ۲۰ ÷ ۳ وفق عول -۱۸ ۲۰ -۱۸ ۲۰ -۱۸ ۲

(حاشیہ کتاب سراجی ص: ۲۵)

وضاحت: مذکورہ بالا مسئلے میں میت کا صرف شوہر، ۴ حقیقی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں ہیں شوہر کو نصف، (مابقیہ اگلے صفحہ پر)

﴿وان كان بينهما مباينة﴾

دوسرا اصول:

ہر فریق کا حصہ معلوم کرنے کا دوسرا اصول یہ ہے کہ اگر ترکے اور تصحیح میں تباین ہو تو سب سے پہلے ہر طائفے کو اصل مسئلہ سے جو حصہ ملا ہے اس کو جمیع ترکہ میں ضرب دے کر حاصل جو ہوگا اس کو جمیع تصحیح (کل مبلغ) پر تقسیم کر دیں گے۔

(مابقیہ حاشیہ) حقیقی بہنوں کو ثلثان اور اخیافی بہنوں کو ثلث ملے گا مسئلہ (٦) سے ہوگا زوج کو (٣) حصے، حقیقی بہنوں کو (٤) اور اخیافی بہنوں کو (٢) حصے ملیں گے۔ مسئلہ (٦) سے ہو رہا تھا عول ہو جائے گا (٩) کی طرف پھر اس (٩) اور ترکے (٣٠) میں نسبت دیکھی جو کہ توافق بالثلث ہے لہٰذا ترکہ جو کہ ٣٠ دینار ہے اس کا وفق عدد ثلث نکالا = (٣٠) کا ثلث (١٠) حاصل ہوا اور عول کا وفق عدد نکالا تو (٩) کا ثلث (٣) حاصل ہوگا اب اصل مسئلہ میں سے ہر فریق کو جو ملا ہے اس کو وفق ترکہ (١٠) میں ضرب دیں گے۔ پہلا فریق زوج کا ہے اس کو اصل مسئلہ میں سے (٣) حصے ملے ہیں اس کو (١٠) سے ضرب دیا جواب (٣٠) آیا۔ دوسرے فریق یعنی حقیقی بہنوں کو اصل مسئلہ (عول) میں سے (٤) حصے مل رہے تھے اس کو (١٠) وفق ترکہ میں ضرب دیا تو جواب آیا (٤٠) اسی طرح طائفۃ الثالثۃ (٢) اخیافی بہنوں کو (٢) حصے مل رہے تھے اس کو (١٠) وفق ترکہ میں ضرب دیا تو جواب آیا (٢٠) اب ان حاصل ضرب کو وفق عول (٣) پر تقسیم کریں گے سب سے پہلے شوہر کا مبلغ (٣٠) کو وفق عول (٣) پر تقسیم کیا جواب آیا (١٠) اس کے بعد طائفۃ الثانیہ اختین لاب وام کے حاصل ضرب (٤٠) کو وفق عول (٣) پر تقسیم کیا جواب آیا (١٣.٣٣) پھر طائفۃ الثالثۃ اختین لام کے مبلغ (٢٠) کو (٣) وفق عول پر تقسیم کیا تو جواب (٦.٦٦) آیا۔ گویا طائفۃ الاولی شوہر کو (١٠) دینار طائفۃ الثانیہ اختین لاب وام کو (١٣.٣٣) دینار اور طائفۃ الثالثۃ اختین لام کو (٦.٦٦) دینار ملیں گے۔

اب اگر ہم ان سب حصوں کو جمع کرینگے تو تیس دینار ہو جائیں گے اس طرح

١٠ دینار شوہر کا حصہ

١٣.٣٣ دینار اختین لاب وام کا حصہ

٦.٦٦ دینار اختین لام کا حصہ

٢٩.٩٩ دینار

مثال: میت کا شوہر ہے، (۴) حقیقی بہنیں، (۲) اخیافی بہنیں ہیں اور ترکہ ۳۲ دینار ہے۔

مسئلہ ۶ عول ۹ ترکہ ۳۲ دینار

مثال[۱]: میـــــــــــت

زوج	(۴) عینی بہنیں	(۲) اخیافی بہنیں
نصف	ثلثان	ثلث
۳	۴	۲
حاصل ضرب، جمیع ترکہ ۹۶ = ۳۲ × (۳) اصل مسئلہ سے حاصل شدہ	حاصل ضرب، جمیع ترکہ (۱۲۸ = ۳۲ × (۴) اصل مسئلہ سے حاصل شدہ	حاصل ضرب، جمیع ترکہ (۶۴ = ۳۲ × (۲) اصل مسئلہ سے حاصل شدہ
۱۰.۶۶ دینار حاصل ضرب ۹۶) ۹ عول -۹۰ ۶۰ -۵۴ ۶۰ -۵۴ ۰۶	۱۴.۲۲ دینار حاصل ضرب ۱۲۸) ۹ عول -۹ ۳۸ -۳۶ ۲۰ -۱۸ ۲۰ -۱۸ ۲	۷.۱۱ دینار حاصل ضرب ۶۴) ۹ عول -۶۳ ۱۰ -۹ ۱۰ -۹ ۱

(حاشیہ کتاب سراجی ص: ۲۵)

---

[۱] وضاحت: صورت مسئلہ میں میت کا صرف شوہر (۴) حقیقی بہنیں اور (۲) اخیافی بہنیں ہیں تو شوہر کو نصف، حقیقی بہنوں کو ثلثان اور اخیافی بہنوں کو (ثلث) ملے گا مسئلہ (۶) سے ہوگا۔ زوج کو (۳)، عینی بہنوں کو (۴) اور اخیافی بہنوں کو (۲) حصے ملیں گے عول ہوگا (۹) کی طرف۔ اب عول ہے (۹) اور ترکہ (۳۲) دینار ہے لہٰذا ہم نے (۹) اور (۳۲) دینار میں نسبت دیکھنی ہے۔

۳۲	۲۳	۱۴	۹	۵
-۹	-۹	-۹	-۵	-۴
۲۳	۱۴	۵	۴	۱

معلوم ہوا عول (۹) اور ترکہ (۳۲) دینار میں تباین ہے۔

اب ہر فریق کو حصہ دینے کے لئے اصل مسئلہ میں سے ہر فریق کے حاصل شدہ سہام کو کل ترکہ یعنی (۳۲) دینار میں ضرب دیں گے۔ طائفہ اولی شوہر کو (۳) حصے مل رہے تھے اس (۳) کو (۳۲) کل ترکہ میں ضرب دیا جواب آیا (۹۶) پھر اس (۹۶) کو عول (۹) پر تقسیم کیا تو جواب آیا (۱۰.۶۶) اس کے بعد طائفۃ الثانیۃ حقیقی بہنوں کو (۴) حصے مل رہے تھے اس کو (۳۲) (مابقیہ اگلے صفحہ پر)

﴿ترکے کو قرض خواہوں کے درمیان تقسیم کرنے کا طریقہ﴾

اما فی قضاء الدیون فدین کل غریم بمنزلۃ سھام کل وارث فی العمل ومجموع الدیون بمنزلہ التصحیح وان کان فی الترکۃ کسور فابسط الترکۃ و المسئلۃ کلتھیما ای اجعلھما من جنس الکسر ثم قدم فیہ مارسمناہ.

ترجمہ :البتہ قرضوں کے ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر قرض خواہ کا قرض ہر وارث کے حصے کے درجے میں رکھا جائیگا اور مجموعہ قرض بمنزلہ تصحیح کے ہوگا اگر ترکے میں کسر واقع ہو تو ترکہ اور مسئلہ دونوں کو پھیلاؤ یعنی دونوں کو کسر کی جنس سے کر دو پھر تقسیم میں ان قواعد کو اختیار کرو جو ہم لکھ چکے ہیں۔

تشریح: میت کے کفن دفن کے بعد اگر اتنا ترکہ بچ جائے جس سے میت کا کل قرض ادا ہو سکے تو پھر قرض دینے والا اپنا پورا قرض وصول کرلے گا لیکن اگر قرض خواہ تو ایک ہو اور مابقیہ ترکہ قرضے سے کم ہو تو وہ مابقیہ ہی لے لے گا۔ اور اگر قرض خواہ متعدد ہوں تو قرض کے مجموعے کو بمنزلہ تصحیح رکھا جائیگا اور قرض خواہوں کو بمنزلہ ورثاء کے رکھا جائیگا اور پھر ہر ایک قرض خواہ قرض کی مقدار بمنزلہ ہر وارث کے سہام کی ہوگی پھر مسئلے کی تقسیم قواعد مذکورہ سے کی جائے گی۔ (شریفیہ ص:۷۲)

(مابقیہ حاشیہ) کل ترکہ میں ضرب دیا جواب آیا=(۱۲۸) پھر اس (۱۲۸) کو (۹) عول پر تقسیم کیا تو جواب آیا (۱۴.۲۲)
اس کے بعد طائفۃ الثالثہ اختین لام کو (۲) مل رہا تھا اس کو (۳۲) کل ترکہ میں ضرب دیا تو جواب آیا (۶۴) اس (۶۴) کو (۹) عول پر تقسیم کیا تو جواب آیا=(۷.۱۱)

یہ سب اس لئے کیا کیونکہ ترکے یعنی (۳۲) اور تصحیح یعنی (۹) کے درمیان تباین تھا۔

اب ہم ان سب کے حصوں کو جمع کرلیں تو جواب (۳۲) دینار ہوگا دیکھئے۔

شوہر کا اصل مسئلہ میں سے حصہ:(۳)	×۳۲ کل ترکہ=۹۶÷(۹) عول=		(۱۰.۶۶) دینار
اختین لاب وام کا اصل مسئلہ میں سے حصہ:(۴)	×(۳۲) کل ترکہ=(۱۲۸)÷(۹) عول=		(۱۴.۲۲) دینار
اختین لام کا اصل مسئلہ میں سے حصہ:(۲)	×۳۲ کل ترکہ=(۶۴)÷(۹) عول=		(۷.۱۱) دینار
			(۳۱.۹۹) دینار

تو ۳۱.۹۹ دینار جواب آیا جو تقریبا ۳۲ دینار مکمل ہیں۔

پہلا قاعدہ:

اگر ترکے اور قرضے کے درمیان مماثلت ہو تو قرض خواہوں کے حصوں کے مطابق ان کے درمیان برابر تقسیم کیا جائے۔ کیونکہ میت کا جتنا ترکہ ہے، قرضہ بھی ترکے کے برابر ہے لہٰذا سارا ترکہ ان قرض خواہوں کو مل جائیگا۔

مجموعہ الدیون ۰۰۰ ۴۸۰۰ ترکہ ۰۰۰ ۴۸۰۰

مثال[۱]: میــــــــــــــــت

زید	عمر	بکر
۰۰۰ ۱۲۰۰ قرضہ	۰۰۰ ۱۶۰۰ قرضہ	۰۰۰ ۲۰۰۰ قرضہ

---

[۱] وضاحت: مذکورہ بالا صورت مسئلہ میں قرض خواہ تین ہیں زید، عمرو اور بکر ان کو بمنزلہ ورثاء کے رکھا اور مجموعہ الدیون کو بمنزلہ تصحیح کے رکھا وہ ہے اڑتالیس لاکھ اور ترکہ بھی اڑتالیس لاکھ ہے اس کے بعد ہر قرض خواہ نے جو قرض دیا ہے اس کو بمنزلہ سہم کے رکھا زید نے (۱۲) لاکھ، عمرو نے (۱۶) لاکھ اور بکر نے (۲۰) لاکھ قرض دیا تھا۔

اب مابقیہ ترکے کی تقسیم کے لئے دونوں میں یعنی تصحیح و ترکہ میں نسبت دیکھی تو تماثل ہے لہٰذا ان کو ان کے قرض کے بقدر پورا پورا بغیر کسر کے مل جائے گا۔

قرضوں کا مجموعہ (۴۸) لاکھ کل ترکہ (۴۸) لاکھ تو (۴۸) لاکھ بمنزلہ تصحیح کے ہو جائیگا۔

زید کا قرضہ (۱۲) لاکھ = اس (۱۲) لاکھ کو وارث کے حصے کے قائمقام کر دیا گیا گویا زید کا حصہ ۱۲ لاکھ ہے۔

عمرو کا قرضہ (۱۶) لاکھ = اس ۱۶ لاکھ کو وارث کے حصہ کے قائمقام کر دیا گویا عمرو کا حصہ (۱۶) لاکھ ہے۔

بکر کا قرضہ (۲۰) لاکھ = اس (۲۰) لاکھ کو وارث کے حصہ کے قائمقام کر دیا تو گویا بکر کا حصہ (۲۰) لاکھ ہے۔

قرضہ = (۴۸) لاکھ = (مجموعہ الدیون) بھی (۴۸) لاکھ ہے اور ترکہ بھی (۴۸) لاکھ لہٰذا پورا پورا تقسیم ہو گیا۔

دوسرا قاعدہ:

اگر ترکے اور مجموعہ الدیون میں تباین ہو تو سب غرماء کا جتنا قرض ہے (جس کو ہم نے بمنزلہ سہام کے رکھا ہے) اس کو پہلے کل ترکے میں ضرب دیں گے جو حاصل ہو گا اس کو مجموع الدیون پر تقسیم کر دیں گے۔

مجموعہ الدیون (۴۸ دینار) ۱۷ دینار (ترکہ)

مثال[۱]: میــــــــــــــــــــــــــــــــت

بکر	عمرو	زید
۲۰	۱۶	۱۲
حاصل ضرب ترکہ ۳۴۰ = ۱۷ × ۲۰ دینار	حاصل ضرب ترکہ ۲۷۲ = ۱۷ × ۱۶ دینار	حاصل ضرب ترکہ ۲۰۴ = ۱۷ × ۱۲ دینار
۷.۰۸۳ دینار	۵.۶۶ دینار	۴.۲۵ دینار
۴۸ مجموع الدیون) ۳۴۰ حاصل ضرب	۴۸ مجموع الدیون) ۲۷۲ حاصل ضرب	۴۸ مجموع الدیون) ۲۰۴ حاصل ضرب
-۳۳۶	-۲۴۰	-۱۹۲
۴۰۰	۳۲۰	۱۲۰
-۳۸۴	-۲۸۸	-۹۶
۱۶۰	۳۲۰	۲۴۰
-۱۴۴	-۲۸۸	-۲۴۰
۱۶	۳۲	×××

---

[۱] وضاحت: مذکورہ بالا صورت میں زید، عمرو اور بکر تین قرض خواہ ہیں۔ زید نے (۱۲) دینار، عمرو نے (۱۶) دینار اور بکر نے (۲۰) دینار میت کو قرض دیا ہے اور میت کے پاس تجہیز و تکفین کے بعد (۱۷) دینار بچے ہیں جب کہ مجموعہ الدیون اڑتالیس دینار ہے اس لئے پہلے تو ترکے و تصحیح میں نسبت دیکھیں گے۔ ترکہ (۱۷) دینار ہے اور قرضہ جو بمنزلہ تصحیح کے ہیں یعنی (۴۸) دینار ہے اور ان میں تباین ہے اس لئے ہر قرض خواہ کے حصہ کو ترکے کے کل عدد میں ضرب دے کر تصحیح پر تقسیم کر لیں گے۔ زید نے (۱۲) دینار دیئے تھے اس کو ترکے یعنی (۱۷) کل ترکہ میں ضرب دیا جواب آیا (۲۰۴) اس (۲۰۴) کو (۴۸) پر تقسیم کیا تو جواب آیا (۴.۲۵) گویا زید کو (۱۷) دینار میں سے (۴.۲۵) دینار ملیں گے۔

عمرو نے (۱۶) دینار دیئے تھے اس کو (۱۷) میں ضرب دیا جواب آیا (۲۷۲) اس کو (۴۸) پر تقسیم کیا جواب آیا (۵.۶۶) یہ عمرو کو ملیں گے گویا عمرو کو (۱۷) دینار میں سے (۵.۶۶) دینار ملیں گے۔

بکر نے (۲۰) دینار کا قرضہ دیا تھا اس کو (۱۷) میں ضرب دیا جواب آیا (۳۴۰) اس (۳۴۰) کو (۴۸) پر تقسیم کیا جواب آیا (۷.۰۸۳) یہ بکر کو مل جائیں گے۔ یعنی بکر کو (۱۷) دینار میں سے (۷.۰۸۳) دینار ملیں گے۔

۴.۲۵	زید کا حصہ
۵.۶۶	عمرو کا حصہ
۷.۰۸۳	بکر کا حصہ
۱۶.۹۹	(تو کل ۱۶.۹۹۳ دینار ہوئے تقریباً ۱۷ دینار مکمل)

تیسرا قاعدہ:

اگر ترکے اور مجموعہ الدیون میں موافقت ہو تو سب غرماء کا جتنا قرض ہے (جس کو ہم نے بمنزلہ سہام کے رکھا ہے) اس کو پہلے ترکہ کے وفق عدد میں ضرب دیں گے پھر جو حاصل ہوگا اس کو وفق مجموعہ الدیون میں تقسیم کریں گے۔ تو پتا چل جائے گا کہ ترکے میں سے ہر فرد کو اس کے قرضے کے اعتبار سے کتنا ملے گا۔

مجموعہ الدیون (۴۸) (۸ دینار وفق مجموع الدیون) ترکہ ۱۸ (۳ دینار وفق ترکہ)

مثال[1]: میـــــــــــــــــــت

زید	عمرو	بکر
۱۲	۱۶	۲۰
حاصل ضرب وفق ترکہ	حاصل ضرب وفق ترکہ	حاصل ضرب وفق ترکہ
۳۶=۳×۱۲ قرضہ	۴۸=۳×۱۶ قرضہ	۶۰=۳×۲۰ قرضہ
۴.۵	۶	۷.۵
حاصل ضرب ۳۶ ÷ ۸ وفق مجموع الدیون	حاصل ضرب ۴۸ ÷ ۸ وفق مجموع الدیون	حاصل ضرب ۶۰ ÷ ۸ وفق مجموع الدیون
۳۲-	۴۸-	۵۶-
۴۰	××	۴۰
۴۰-		۴۰-
××		××

نوٹ: مذکورہ بالا قواعد، ترکہ کی تقسیم بین الورثہ ہو یا ترکے کی تقسیم بین الغرماء ہو دونوں میں یہ اصول جاری ہونگے۔

---

[1] وضاحت: مذکورہ بالا صورت میں قرض خواہ تو وہ ہی تین ہیں زید، عمرو اور بکر اور انہوں نے اتنا ہی قرض دیا ہے کہ زید نے (۱۲) دینار، عمرو نے (۱۶) دینار اور بکر نے (۲۰) دینار قرض دیا ہے اب میت کے پاس ترکہ قرضے سے کم ہے کہ اس کے پاس صرف (۱۸) دینار ہیں اور مجموعہ الدیون (۴۸) دینار ہے۔

لہٰذا ترکہ کو ورثا کے درمیان تقسیم کرنے کے لئے ترکہ (۱۸) اور مجموعہ الدیون (۴۸) میں نسبت دیکھیں گے۔

۴۸	۳۰	۱۸	۱۲
۱۸-	۱۸-	۱۲-	۶-
۳۰	۱۲	۶	۶

ان کے درمیان توافق بالسدس ہے لہٰذا ترکہ (۱۸) کا سدس (۳) وفق عدد کے طور پر محفوظ کر لیا اسی طرح مجموع الدیون (۴۸) کا سدس (۸) محفوظ کر لیا۔ (مابقیہ اگلے صفحہ پر)

خلاصہ کلام یہ ہیکہ جس طرح کسی وارث کو ترکہ میں سے حصے دینے کے کل تین قواعد جاری ہوتے ہیں:

۱۔ وارث کے حصوں اور ترکہ میں تماثل ہو۔

۲۔ وارث کے حصوں اور ترکہ میں تباین ہو۔

۳۔ وارث کے حصوں اور ترکہ میں توافق ہو۔ بعینہ یہی تین قواعد اس وقت بھی جاری ہونگے جب ترکہ میں سے قرض خواہوں کو ان کا قرض دینا ہو۔ اب قرض خواہ کا قرض وارث کے حصہ کے قائمقام ہوگا اور مجموعہ قرض تصحیح (اصل مسئلہ) کے قائمقام ہوگی اب یہاں پر ہم یہ دیکھیں گے مجموعہ قرض اور ترکہ میں کیا نسبت ہے؟ مجموعہ قرض اور ترکہ میں تماثل ہے تو پہلا قاعدہ جاری ہوگا اور اگر ترکہ اور مجموعہ قرض میں تباین ہے تو دوسرا قاعدہ جاری ہوگا۔

اور اگر مجموعہ قرض اور ترکہ میں توافق ہے تو تیسرا قاعدہ جاری ہوگا۔

وان کان فی الترکۃ کسور:

اگر ترکہ میں کسر واقع ہو مثال کے طور پر ترکہ ۲۵.۳۳ (۲۵ ۱/۳) دینار ہو تو سب سے پہلے ترکہ لکھیں گے پھر تصحیح لکھ کر دونوں کو پھیلائیں گے۔ ترکے کو پھیلانے کے لئے پہلے (۲۵) کو اس کے مخرج کسر یعنی (۳) میں ضرب دیں گے پھر اس میں ایک جمع کرلیں گے۔ ۷۶=۲۵×۱/۳ ۲۵ (۲۵ ۱/۳ دینار کل ترکہ) ہم نے ۲۵ کو مخرج کسر (۳) سے ضرب دیا تو حاصل ہوا=۷۵ اس میں اوپر والا (۱) جمع کیا تو (۷۶) ہوگیا تو ترکہ مبسوطہ ۷۶ ہوا اب اسی طرح سے تصحیح کو پھیلانے کے لئے اس کو مخرج کسر (۳) سے ضرب دیں گے۔

مثال کے طور پر مسئلے کی تصحیح ۸ سے ہو تو اس کو مخرج کسر (۳) سے ضرب دیں گے (۲۴=۳×۸) گویا تصحیح مبسوطہ ۲۴ ہوا۔

لہٰذا ترکہ مبسوطہ (۷۶) اور تصحیح مبسوطہ (۲۴) ہوا اب ان دونوں میں نسبت دیکھیں گے۔ اگر توافق ہو تو ہر طائفے کو ملنے والے حصے کو وفق ترکہ مبسوطہ سے ضرب دے کر اس کو وفق تصحیح مبسوطہ پر تقسیم کردیں گے۔

اور اگر تباین ہو تو ہر طائفے کو ملنے والے حصے کو ترکہ مبسوطہ کے کل میں ضرب دیکر اس کو کل تصحیح مبسوطہ پر تقسیم کردیں گے۔

(بالقیہ حاشیہ) اب سب سے پہلے ہر قرض خواہ کے سہم کو ترکے کے وفق (۳) میں ضرب دیں گے پھر اس حاصل ضرب کو مجموعہ الدیون کے وفق (۸) پر تقسیم کردیں گے۔

جیسے کہ زید نے (۱۲) دینار دیئے تھے اس کو (۳) وفق ترکہ میں ضرب دیا جواب آیا (۳۶) اس حاصل ضرب (۳۶) کو (۸) وفق مجموعہ الدیون سے تقسیم کیا تو جواب آیا (۴.۵) دینار یہ زید کو ملے گا۔

اس کے بعد عمرو نے چونکہ (۱۶) دینار دیئے تھے اس لئے اس کو پہلے (۳) وفق ترکہ سے ضرب دیں گے جواب آیا (۴۸) اس کو (۸) وفق مجموع الدین پر تقسیم کیا تو جواب آیا (۶) دینار یہ عمرو کا حصہ ہوگا۔

اسی طرح بکر کے (۲۰) دینار قرضہ کو ترکہ کے وفق (۳) سے ضرب دیگے تو جواب آئیگا (۶۰) اس کو (۸) وفق مجموع الدیون پر تقسیم کیا تو جواب آیا (۷.۵) دینار یہ (۷.۵) دینار بکر کا حصہ ہے۔

۴.۵ دینار زید کا حصہ

۶ دینار عمرو کا حصہ

۷.۵ دینار بکر کا حصہ

۱۸.۰ دینار مجموعہ ترکہ

اگر ترکہ مبسوطہ وتصحیح مبسوط کے درمیان توافق ہوتو اس کی مثال:

مثال کے طور پر اگر میت کے رشتہ داروں میں سے ماں، زوج اور اختین لابوین ہوں اور ترکہ (۲۵ ۱/۳) دینار ہوتو مسئلہ یوں ہوگا:

مسئلہ۶ عول ۸ × (۳ مخرج کسر) = ۲۴ تصحیح (۶) وفق عدد تصحیح مبسوط ترکہ (۲۵ ۱/۳) × ۳ (مخرج کسر) = ۷۵+۱=۷۶ وفق عدد ترکہ مبسوطہ (۱۹)

مثال[1]: میـــــــــت

زوج	ام	اختین لابوین
نصف	سدس	ثلثان
۳	۱	۴
حاصل ضرب وفق ترکہ مبسوط	حاصل ضرب وفق ترکہ مبسوط	حاصل ضرب وفق ترکہ مبسوط
۵۷=۱۹×۳ (سہم)	۱۹=۱۹×۱ (سہم)	۷۶=۱۹×۴ (سہم)
۹.۵ دینار	۳.۱۶ دینار	۱۲.۶ دینار
حاصل ضرب ۵۷) ۶ وفق تصحیح مبسوط	حاصل ضرب ۱۹) ۶ وفق تصحیح مبسوط	حاصل ضرب ۷۶) ۶ وفق تصحیح مبسوط
-۵۴	-۱۸	-۶
۳۰	۱۰	۱۶
-۳۰	-۶	-۱۲
××	۴۰	۴۰
	-۳۶	-۳۶
	۴	۴

---

[1] وضاحت: مذکورہ بالا مثال میں میت کے ورثاء میں زوج کو نصف، ام کو سدس اور بہنوں کو ثلثان ملے گا۔ مسئلہ ۶ سے ہوگا۔ زوج کو (۳)، ام کو (۱) اور بہنوں کو (۴) حصے ملیں گے عول ہوگا ۸ کی طرف کل ترکہ ہے ۱/۳ ۲۵ (۲۵.۳۳) دینار۔
اب اس ترکہ مکسورہ میں سے ہر ایک کو حصہ دینا مشکل ہے لہٰذا پہلے اس کے کسر کو ختم کریں گے وہ ایسے کہ ۲۵ کو اس کے مخرج کسر (۳) سے ضرب دیں گے جواب آئے گا (۷۵) اس میں اوپر کا (۱) جمع کرلیں گے کل ترکہ مبسوطہ (۷۶) ہوجائے گا۔
اب اس کی نسبت سے تصحیح (عول) کو بھی پھیلائیں گے عول (۸) کو مخرج کسر (۳) سے ضرب دیں گے جواب آئے گا (۲۴) یہ تصحیح مبسوط ہوگئی۔
اب سابقہ اصولوں کے تحت ہر ایک کو حصہ دینے کے لئے ترکہ مبسوطہ اور تصحیح مبسوط میں نسبت دیکھی۔

ترکہ مبسوط ۷۶   ۵۲   ۲۸
تصحیح مبسوط -۲۴   -۲۴   -۲۴   ۴ باقی رہا   (۷۶) ترکہ مبسوطہ اور (۲۴) تصحیح مبسوط میں
۵۲   ۲۸   ۴

(مابقیہ اگلے صفحہ پر)

فائدہ:

اگر تصحیح مسبوطہ وترکہ مسبوطہ کے درمیان نسبت تباین کی ہو تو ہر طائفے کو حصہ دینے کے لئے ان کے حصہ کو کل ترکہ مسبوطہ میں ضرب دو۔ پھر جو حاصل ہو اس کو کل تصحیح مسبوط پر تقسیم کردو۔ جو حاصل ہوگا وہی اس وارث کا حصہ ہوگا۔ اگر تصحیح مسبوطہ اور ترکہ مسبوط کے درمیان نسبت تماثل کی ہو تو پھر ہر وارث کو ترکہ مبسوطہ میں سے آسانی سے حصہ مل جائیگا۔

(مابقیہ حاشیہ) توافق بالربع ہے لہٰذا ترکہ مسبوطہ کا وفق عدد (ربع) نکالا کہ ۷۶ کا ربع (۱۹) ہے یہ محفوظ کرلیا پھر تصحیح مسبوط (۲۴) کا وفق عدد نکالا (۶) اس کو بھی محفوظ کرلیا۔

اب ہر طائفے کو حصہ دینے کے لئے پہلے ان کے سہم کو ترکہ مسبوطہ کے وفق (۱۹) میں ضرب دیں گے پھر جو حاصل ہوگا اس کو تصحیح مسبوط کے وفق (۶) پر تقسیم کریں گے۔ طائفۃ الاولیٰ زوج کو (۳) مل رہا تھا اس کو (۱۹) وفق ترکہ مسبوط سے ضرب دیا جواب آیا (۵۷) اس کو (۶) وفق تصحیح مسبوطہ پر تقسیم کیا تو جواب آیا (۹.۵) یہ زوج کو ملے گا۔ طائفۃ الثانیہ ماں کو (۱) مل رہا تھا اس کو (۱۹) وفق ترکہ مسبوطہ سے ضرب دیا جواب آیا (۱۹) اس کو (۶) وفق تصحیح مسبوط پر تقسیم کیا تو جواب آیا (۳.۱۶) یہ ماں کو ملے گا۔

طائفہ ثالثہ اختین لاب وام کو (۴) مل رہا تھا اس کو (۱۹) وفق ترکہ مبسوطہ میں ضرب دیا جواب آیا (۷۶) اس کو (۶) وفق تصحیح مبسوطہ پر تقسیم کیا تو جواب آیا (۱۲.۶) یہ حقیقی بہنوں کے درمیان تقسیم ہوگا۔

۹.۵ دینار شوہر کا حصہ

۳.۱۶ دینار ماں کا حصہ

۱۲.۶ دینار دو حقیقی بہنوں کا حصہ

۲۵.۲۶ دینار مجموعہ حصے

کل ترکہ ۲۵.۳۳ دینار تھا اور یہاں یہ (۲۵.۲۶) دینار جواب آرہا ہے۔ گویا یہ جواب صحیح ہے۔

﴿فصل فی التخارج﴾

''التخارج لغة هو تفاعل من الخروج'' یہ تفاعل کا صیغہ ہے جو کہ خروج سے مشتق ہے بمعنی نکلنا۔

وفی اصطلاح المیراث: تصالح الور ثة علی اخراج بعض منهم بشیء معین من المال دون کمال حصته.

ترجمہ: اصطلاح فرائض میں اس کے معنی ہیں کہ وارثوں کا صلح کرلینا اس بات پر کہ ان میں سے کوئی وارث ترکہ سے کوئی شئی معین لے کر نکل جائے اور اپنا پورا حصہ نہ لے۔

تخارج کا حکم: جب سب ورثاء رضا مند ہوں تو اس طرح تخارج کا معاملہ کرنا درست ہے نقلہ محمد فی کتاب الصلح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ (شریفیہ ص:۷۳)

تخارج کا ثبوت:

عمرو بن دینار سے منقول ہے کہ اس کی اصل یہاں سے ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بہت مال دار تھے ان کی چار بیویاں تھیں وہ کروڑوں کے مالک تھے چار بیویاں ثمن میں برابر کی شریک ہوتی ہیں جب کہ اولاد بھی ہو۔ اور ان کی اولاد تھی تو ان کی ایک بیوی[1] نے کہا تھا کہ مجھے (۸۳) ہزار دینار دے دو میں (۸۳) ہزار دینار (وفی قول ۸۳ ہزار درہم) لے کر وراثت میں سے اپنا حصہ (ثمن کا ایک چوتھائی حصہ) سے دستبردار ہو جاتی ہوں۔ (شریفیہ ص:۷۳)

باقی ورثہ نے تسلیم کرلیا تو وہ اپنے مقررہ حصے سے دستبردار ہوگئیں یہ مسئلہ صحابہ کے سامنے آیا انہوں نے نکیر نہیں کی گویا یہ تخارج جائز ہے باجماع الصحابة رضی اللہ عنہم۔

---

[1] اس بیوی کا نام تماضر تھا ان کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اپنے مرض الوفات میں طلاق دیدی تھی اور ان کی عدت میں ہی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا انتقال ہوگیا تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تماضر بھی دوسری تین ازواج کے ساتھ مل کر ثمن کی حقدار ہوگی ۱۲

من صالح علی شی من الترکة فاطرح سهامه من التصحیح ثم اقسم مابقی من الترکة علی سهام الباقین کزوج وام وعم فصالح الزوج علی ما فی ذمته من المهر وخرج من البین فتقسم باقی الترکة بین الام والعم اثلاثابقدر سهامهما سهمان للام وسهم للعم.

ترجمہ :ترکے سے ایک شئی معلوم پر جس وراث نے صلح کر لی ہے اس کے سہام کو تصحیح سے ساقط کردو پھر باقی وارثوں کے حصے پر مابقیہ کو تقسیم کردو جیسے کہ (میت کا) زوج، ماں اور چچا (زندہ) ہوں پس زوج کے ذمے میں جو مہر دینا لازم تھا وہ اس پر صلح کر لے اور درمیان سے نکل جائے۔ تو باقی ترکے کو ماں اور چچا کے درمیان تین حصے کر کے تقسیم کیا جائے گا۔ دونوں وارثوں کے حصے کے بقدر۔ ماں کے لئے دو حصے ہوں گے اور چچا کے لئے ایک حصہ ہوگا۔

تشریح: صورت مسئلہ:

مصنفؒ نے فرمایا ہے کہ جو وارث اپنا معینہ حصہ چھوڑ کر کسی چیز پر مصالحت کر لے کہ مجھے فلاں معین شے دیدو۔ میں وراثت میں سے اپنا حصہ چھوڑنے کو تیار ہوں اور باقی ورثا بھی راضی ہوں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ مسئلہ اپنے قاعدہ کے مطابق بنے گا اور اس وارث کو لکھ کر اس کا نام اور اس کا حصہ بھی لکھا جائیگا پھر باقی ورثہ کے جتنے بھی حصے ہوں کل ترکہ ان باقی ورثہ کے حصوں کے بقدر ان میں تقسیم کر دیا جائیگا۔ یعنی کل ترکے کے اتنے حصے نہیں بنیں گے جتنے مسئلہ میں حصے بن رہے ہیں بلکہ اس مصالح (صلح کرنے والا) کے حصے کو نکال کر جتنے حصے باقی ہیں کل ترکہ کو ان باقی حصوں کی تعداد کے برابر تقسیم کیا جائیگا اور اس وارث نے جس مال پر صلح کی گویا وہ اسے اس مسئلہ میں سے حاصل ہو گیا تو اس کے حصے کو تصحیح سے ساقط کر کے مابقیہ کو بقیہ ورثاء میں ان کے حصوں کے بقدر تقسیم کر دیں گے۔

فائدہ:

مصالحت میں آسانی ہے کہ کوئی بھی چیز لے لے ایک تو یہ صورت ہے جیسے کہے مجھے کچھ نہیں چاہئے بس ۱۰ ہزار روپے لے رہا ہوں۔ تو یہ بھی ٹھیک ہے یا یوں کہے کہ میرے ذمہ میت کا مہر یا کوئی قرضہ تھا میں اس سے سبکدوش ہو جاتا ہوں اور مجھے کچھ نہیں چاہئے یہ بھی ٹھیک ہے۔

اشکال:

اگر کوئی شخص اپنا حصہ لے کر نکل جائے جیسے میت کے زوج، ام اور عم ہوں اور زوج نکل جائے اور یہ کہے کہ میرے ذمہ مرحومہ کا جو مہر تھا وہ مجھے معاف کر دیا جائے۔ میں کچھ بھی وراثت نہیں لونگا تو زوج کی موجودگی میں ان بقیہ دو حضرات کے جو حصے بن رہے تھے اسی کے مطابق زوج کے نکلنے کے بعد ان میں تقسیم کیا جائے اس کو کان لم یکن (معدوم) نہیں سمجھا جائے گا کیونکہ زوج کی موجودگی میں ماں کو ثلث من اصل المال ملتا ہے اگر اس کو درمیان سے ایسے نکال دیں جیسے اس کا وجود ہی نہیں تو ماں کو ثلث مابقیہ ملے گا اور یہ طریقہ صحیح نہیں) کیونکہ زوج کو رکھنے کی صورت میں ماں کو دو حصے اور چچا کو ایک ملے گا اگر اسے کان لم یکن (معدوم) شمار کریں تو ماں کو ایک اور چچا کو دو حصے ملیں گے جو کہ خلاف اجماع ہے۔ (شریفیہ ص:۷۴)

(حاشیہ کتاب سراجی ص:۲۶)

مسئلہ ۶ تصحیح ۳ ترکہ ۳ ہزار روپیہ

مثال[1]: میــــــــــــــــــــــــــــت

زوج	ام	عم
نصف	ثلث	عصبہ
۳	۲	۱
—	۲۰۰۰	۱۰۰۰

او زوجة واربعة بنين فصالح احد البنين على شئ وخرج من البين فيقسم باقي التركة على خمسة وعشرين سهماً للمرأة اربعة اسهم ولكل ابن سبعة.

ترجمہ: یا میت کی بیوی اور (۴) بیٹے زندہ ہوں پھر ایک بیٹا کسی چیز پر مصالحت کر کے بیچ سے نکل جائے تو باقی ترکے کو پچیس حصوں پر تقسیم کیا جائے گا۔ بیوی کے لئے (۴) حصے اور ہر بیٹے کے لئے سات حصے ہوں گے۔

تشریح: یہاں سے مصنف تخارج کی دوسری مثال بیان فرمارہے ہیں کہ ایک شخص کے ورثہ میں اس کی بیوی اور چار بیٹے ہیں۔ بیوی کی موجودگی کی وجہ سے مسئلہ آٹھ سے ہوگا، اور پھر اس کی تصحیح (۳۲) سے ہوگی۔ اب ہر بیٹے کو (۷) حصے اور بیوی کو (۴) حصے ملیں گے...... لیکن ایک بیٹا کسی شئے معین پر صلح کر لیتا ہے کہ مجھے فلاں شے دیدو، میں اپنے حق وراثت سے دستبردار ہو جاؤنگا۔ چنانچہ اس کی مطلوبہ شے (زمین وغیرہ) دیدی جاتی ہے پھر وراثت کی تقسیم کے وقت اس کے (۷) کو نکال دیا جائیگا اور ترکہ کے (۲۵) حصے بنائے جائینگے۔ (۴) حصے بیوی کو اور ہر بیٹے کو (۷) (۷) حصے ملیں گے۔

---

[1] وضاحت: مذکورہ بالا صورت میں میت کا زوج، ماں اور ایک چچا زندہ ہے تو شوہر کو نصف، ماں کو ثلث من جمیع المال ملے گا اور عم عصبہ ہوگا مسئلہ (۶) سے بنے گا لیکن اب زوج یہ کہتا ہے کہ مجھے اپنی اہلیہ کی مہر کی رقم ادا کرنی تھی میں وہ اب نہیں دیتا۔ اور اس کے بدلے میں ترکے میں سے کچھ بھی نہیں لوں گا۔ تو زوج کے حصے نصف کو کاٹ دیں گے اب ایک ماں کا حصہ ثلث ہے اور باقی عصبہ کو ملے گا تو مسئلے کی تصحیح (۶) کے بجائے (۳) سے ہوگی اور (۲) حصے ماں کو یعنی ۲۰۰۰ اور ایک حصہ چچا کو یعنی ۱۰۰۰ مل جائے گا۔ گویا کل ترکے کے چھ حصے بننے چاہئے تھے لیکن شوہر اپنے (۳) حصے لینے کے بجائے مہر سے سبکدوش ہونا چاہتا ہے اور باقی ورثہ بھی راضی ہیں تو کل ترکہ ۳ ہزار روپے کو (۶) حصوں میں تقسیم کرنے کے بجائے تین حصوں میں تقسیم کرینگے تو ایک حصہ ایک ہزار روپے کا بنا۔ تو ماں نے دو حصے یعنی دو ہزار روپے لے لئے ہیں اور چچا نے (۱) حصہ یعنی ایک ہزار روپے لے لئے۔ زوج کے (۳) حصوں کو ترکہ کی تقسیم کے وقت نکال دیا جائے گا۔

مسئلہ ۸ × (مضروب) ۴ = ۳۲ تصحیح (۷) مصالح بیٹے کا حصہ = ۲۵ تصحیح۔ ترکہ ۲۵۰۰۰

مثال: میـــــــــــــــــت

زوجہ	ابن ابن ابن ابن
ثمن	عصبہ
۱	۷
۱×۴=۴	۷×۴=۲۸

$$
4\overline{)28} = 7,\quad 28 - 28 = \times\times
$$

(بیوی کا حصہ (۴) ~~۷~~ ۷ ۷ ۷ (ہر بیٹے کا حصہ)

وضاحت: مذکورہ بالا مثال میں میت کی بیوی اور چار بیٹے ہیں۔ بیوی کو ثمن ملے گا اور بیٹے عصبات ہوں گے مسئلہ ۸ سے ہوگا ایک حصہ بیوی کو مابقیہ (۷) حصے بیٹوں کو مل جائیں گے اب مسئلے میں کسر واقع ہو رہا ہے۔ تو جس طائفے میں کسر ہے اس کے سہام ورؤس میں نسبت دیکھیں گے تو (۷) اور (۴) میں نسبت تباین کی ہے لہٰذا کل رؤس (۴) کو محفوظ کرلیں گے پھر اس (۴) کو اصل مسئلہ ۸ میں ضرب دیں گے جواب آیا (۳۲) (۴) ہمارا مضروب ہے (۳۲) سے مسئلے کی تصحیح ہوگی اس اعتبار سے اب ہر طائفے کو حصہ دینے کے لئے ان کے سہام کو مضروب سے ضرب دیں گے بیوی کو (۱) مل رہا تھا اس کو (۴) سے ضرب دیا جواب آیا (۴)۔ اور بیٹوں کو (۷) مل رہا تھا اس کو مضروب (۴) سے ضرب دیا جواب آیا (۲۸) اب ایک بیٹا کہتا ہے کہ مجھے فلاں زمین دو مقررہ حصہ میں سے کچھ نہیں لوں گا تو اس کو دیکر اس کے حصے کو بھی نکال دیں گے۔ (۳۲) میں سے (۷) نکالا (۲۵) بچا۔ اس سے اب مسئلے کی تصحیح ہوگی (۲۱) حصے (۳) بیٹوں کو ملیں گے اس طور پر کہ ہر بیٹے کا حصہ (۷) ہوگا اور (۴) حصے بیوی کے ہوں گے۔ گویا کل ترکہ کے (۳۲) حصے کرنے کے بجائے (۲۵) حصے کیئے جائینگے اور کل مال کے (۲۵) حصے کر کے اس میں سے (۲۱) حصے بیٹوں کو ملیں گے اور (۴) حصے (۲۵) حصوں میں سے میت کی بیوی کو ملیں گے۔

فائدہ: مثال نمبر ا میں زوج، ام اور عم ہیں اور زوج نے مہر کے بدلے صلح کر لی تھی اسی مثال میں اگر چچا کسی شے پر صلح کرلے اور درمیان سے نکل جائے تو اس صورت میں بھی مسئلہ (٦) سے ہوگا اور ترکہ پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائیگا۔ اور عم کے (ا) حصہ کو نکال دیا جائیگا۔

مسئلہ ٦ (۵) حصوں میں ترکہ تقسیم ہوگا

مثال: میـــــــــــــــــــــــــــــت

زوج	ام	عم
۳	۲	(ا)

اور اگر اسی صورت میں ماں کسی شے پر صلح کرلے تو بھی مسئلہ اسی طرح (٦) سے ہوگا لیکن ترکہ چار حصوں میں تقسیم کی جائیگا (نہ کہ پانچ حصوں میں) اور ماں کے دو حصوں کو نکال دیا جائیگا۔

مسئلہ ٦ (۴) حصوں میں ترکہ تقسیم ہوگا

مثال: میـــــــــــــــــــــــــــــت

زوج	عم	ام	
۳	ا	(۲)	(شریفیہ ص:۷۴)

﴿باب الرد﴾

الرد[1] فی اللغة: الرجوع والصرف

لغت میں رد کے معنی ہیں لوٹنا اور پھیرنا

الرد ضد العول: مافضل عن فرض ذوی الفروض ولا مستحق له یرد علی ذوی الفروض بقدر حقوقهم

ترجمہ: رد، عول کی ضد ہے یعنی اصحاب فرائض کو حصہ دینے کے بعد (ترکہ میں) جو مقدار فاضل ہو (بچ رہے) اور اس کا کوئی حقدار نہ ہو تو یہ فاضل (باقی ماندہ مال) اصحاب فرائض پر ان کے حقوق کے بقدر رد کیا جائے گا۔

وضاحت: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ رد عول کی ضد ہے اس طور پر کہ عول میں اصل مسئلہ بڑھ جاتا ہے اور ذوی الفروض کے حصے گھٹ جاتے ہیں جب کہ رد، اس کی ضد ہے کہ رد میں اصل مسئلہ کم ہو جاتا ہے اور ذوی الفروض کے حصے بڑھ جاتے ہیں۔

مثلاً مسئلہ ۴ سے ہو رہا ہو تو ترکہ کے (۴) حصہ کر کے ورثہ کو ایک ایک حصہ (ترکہ کا ۲۵٪) مل رہا تھا پھر رد ہو گیا ۳ کی طرف تو اب کل ترکے کے تین حصے کئے جائینگے اب ہر حصہ ترکے کا (۳۳٪) ہوگا۔ پہلے ہر حصہ ترکے کا (۲۵٪) تھا اب بڑھ گیا۔

الا علی الزوجین

ترجمہ: مگر یہ کہ زوجین پر رد نہ ہوگا۔

وضاحت[27]: زوجین پر رد ہوگا یا نہیں اس کے بارے میں متقدمین اور متاخرین احناف میں اختلاف ہے۔

متقدمین کے نزدیک:

ان کے نزدیک زوجین پر رد نہیں ہوتا کیونکہ رد صرف ذوی الفروض النسبیہ پر ہوتا ہے اور زوجین کا شمار ذوی الفروض السببیۃ میں ہوتا ہے اس لئے اوران پر رد نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ شوہر، بیوی کا آپس میں تعلق سبب زوجیت کی وجہ سے ہے اور یہ تعلق، نسب کے تعلق سے کمزور ہے۔

متاخرین کے نزدیک:

ان کے نزدیک زوجین پر بیت المال کے درجے میں رد ہوگا۔ کیونکہ آج کے دور میں بیت المال موجود نہیں ہے اس لئے بیت المال کے بجائے آخری درجے یعنی دسویں درجے میں زوجین پر رد کیا جائے گا۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔

متقدمین علماء احناف نے اس لئے زوجین پر رد کو منع کیا تھا کہ ان کے زمانہ میں بیت المال کا نظام درست تھا۔ بعد میں اور متاخرین نے بیت المال کے نظام کے نہ ہونے کیوجہ سے زوجین کو بیت المال کے قائمقام بنا کر ان پر رد کا حکم فرمایا اس کی مثال ایسی ہے کہ استیجار علی تعلیم القرآن کو حنفیہ کے ائمہ ثلثہ متقدمین نے ناجائز فرمایا تھا لیکن متاخرین نے ضیاع قرآن کے خوف کی وجہ سے اصل مذھب کی مخالفت کر کے استیجار علی القرآن کو جائز فرمایا۔ (ص:۵۷ شریفہ حاشیہ نمبر ۲ کذا افادہ ابن عابدین ج:۶ ص:۷۶۴)

---

[1] وفی الاصطلاح: صرف الباقی عن الفروض الی ذوی الفروض النسبیة بقدر فروضهم عند عدم عصبة مستغرق. (حاشیہ کتاب سراجی ص:۲۷)

اصطلاح میں رد کہتے ہیں ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو حصہ بچ جائے اس کو ان عصبہ کی عدم موجودگی میں (جو سارا مال لے لیتے ہوں) ذوی الفروض النسبیة کی طرف ان کے حصوں کے بقدر لوٹانا۔

وهو قول عامة الصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم وبه اخذ اصحابنا رحمهم الله وقال زيد بن ثابت رضي الله عنه الفاضل لبيت المال وبه اخذ مالک والشافعي رحمهما الله تعالىٰ

ترجمہ: اور اصحاب فرائض پر رد ہونا جمہور صحابہ کا مذہب ہے اور اسی کو حضرات احناف نے اختیار فرمایا ہے۔ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مقدار فاضل (مابقیہ مال) کا حقدار بیت المال ہے اور اسی قول کو امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ نے اختیار فرمایا ہے۔

وضاحت:

اصحاب فرائض پر رد کے متعلق اختلاف:

اصحاب فرائض کو حصہ دینے کے بعد اگر کچھ بچ جائے اور کوئی عصبہ موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں مابقیہ کو اصحاب فرائض پر رد کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کے بارے میں ائمہ کرام کے درمیان اختلاف ہے اس وجہ سے کہ صحابہ کرام کے درمیان بھی اس مسئلے میں اختلاف رہا ہے۔

جمہور صحابہ اور حنفیہ:

جمہور صحابہ اس بات کے قائل ہیں کہ اصحاب فرائض کو حصہ دینے کے بعد جو حصہ بچ جائے تو عصبہ کے نہ ہونے کی صورت میں ان کو اصحاب فرائض سببیہ پر ان کے حصوں کے بقدر ہی رد کر دیا جائے گا اس قول کو حنفیہ نے بھی اختیار کیا ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ:

ان کے نزدیک مابقیہ کو اصحاب فرائض پر رد کرنا جائز نہیں بلکہ مابقیہ بیت المال میں رکھا جائے گا اس قول کو امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی اختیار کیا ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ:

یہ بھی رد کے قائل ہیں مگر ان کے نزدیک رد اصحاب فرائض نسبیہ اور سببیہ دونوں پر ہوگا یعنی یہ زوجین پر بھی رد کے قائل ہیں اور یہ رد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک چھٹے درجہ میں ہوگا جس درجہ میں ذوی الفروض نسبیہ پر رد ہوگا اسی درجہ میں زوجین پر بھی رد ہوگا۔ حالانکہ باقی ائمہ کا اتفاق ہے کہ زوجین پر چھٹے درجہ میں رد نہیں ہوگا۔

﴿ دلائل ﴾

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ کی دلیل:

یہ رد کو عول پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح عول زوجین کے حصے میں بھی ہوتا ہے اسی طرح ان پر رد بھی ہوگا کیونکہ الخراج بالضمان یعنی نفع نقصان کے بدلے میں ہے تو جب عول کی صورت میں ان کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے تو رد کی صورت میں نفع بھی حاصل ہونا چاہیے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی دلیل:

ان کی دلیل یہ ہے کہ اصحاب فرائض کے حصے تو قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیے ہیں تو اس لئے ان پر زیادتی کرنا

جائز نہیں جب کہ رد کے ذریعے سے ہم ان کے حصے زیادہ کر رہے ہیں تو یہ صحیح نہیں۔ اس لئے مابقیہ مال، بیت المال میں جائے گا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ومن یعص اللّٰہ ورسولہ ویتعد حدودہ"

رد کر کے اس حد شرعی کو تجاوز کیا جا رہا ہے۔

جمہور صحابہ وحنفیہ کی دلیل:

(۱) ان کی دلیل قرآن پاک کی آیت ہے" واو لو الارحام بعضھم اولیٰ ببعض "مذکورہ آیت میں قرابت داری کی وجہ سے بعض رشتے داروں کو مقدم کیا گیا ہے۔ تو قرابت کی وجہ سے اصحاب فرائض مقدم ہیں لہٰذا جب تک یہ زندہ ہوں گے بیت المال میں مال نہیں رکھا جائے گا بلکہ اصحاب فرائض میں ہی تقسیم کریں گے۔

۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی حدیث ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے تو سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے وارثوں میں صرف میری بیٹی ہے تو کیا میں اپنے پورے مال کی وصیت کر دوں؟ تو حضور نے منع فرمایا تو حضرت سعدؓ نے فرمایا پھر نصف کی وصیت کر دوں؟ تو بھی حضور ﷺ نے منع فرمایا پھر حضور ﷺ نے کہا ثلث بہتر ہے اور بہت زیادہ ہے۔ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت سعد نے فرمایا تھا میری بیٹی میرے سارے مال کی وارث ہے۔ ان کے جملے پر حضور ﷺ نے نکیر نہیں فرمائی تو معلوم ہوا کہ اگر صرف ایک بیٹی ہو تو بطور فرض کے آدھا حصہ اور دوسرا نصف بطور رد کے ملے گا۔ دوسرا وجہ استدلال یہ ہے کہ اگر بیٹی صرف نصف مال کی مستحق ہوئی تو ان کے لئے دوسرے نصف مال میں وصیت جائز ہوتی۔ لیکن حضور ﷺ نے اس سے بھی منع فرمایا اور صرف ثلث میں اجازت عطا فرمائی۔ معلوم ہوا کہ بیٹی کل مال کی وارثہ ہے آدھا بطور فرض، اور آدھا بطور رد کے۔

دلائل کے جواب:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی دلیل کا جواب:

رد کو عول پر قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ اصحاب فرائض پر رد کا سبب قرابت داری اور خونی رشتہ کا ہونا ہے جو کہ زوجین میں نہیں پائی جاتی کیونکہ شوہر بیوی میں خونی رشتہ نہیں ہوتا بلکہ ان میں تعلق، زوجیت کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس لئے ان پر رد نہیں ہوسکتا۔

فائدہ: البتہ متاخرین کے نزدیک زوجین پر رد کرنا بھی درست ہوگا اس لئے کہ آج کے دور میں بیت المال موجود نہیں اس لئے بیت المال کے درجے میں زوجین پر رد کرنا جائز ہوگا۔

حضرت زید بن ثابتؓ کی دلیل کا جواب:

یہ بیت المال کو ترجیح دیتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ بیت المال کا مصرف مسلمانوں کے مصالح کا خیال کرنا ہے اور اصحاب فرائض قرابت داری کی وجہ سے تمام مسلمانوں سے مقدم ہونگے تو اس لئے بیت المال کے بجائے اصحاب فرائض پر رد ہوگا۔

ثم مسائل الباب علی اقسام اربعة (ص:۲۷)

ترجمہ: پھر اس باب کے مسائل چار قسموں پر مشتمل ہیں

وضاحت: باب الرد کے مسائل چار قسموں پر ہیں اس طور پر کہ مسئلہ میں من لا یرد علیہ (یعنی جن پر رد کرنا جائز نہیں یعنی زوجین) موجود ہونگے یا نہیں من یرد علیہ کے ساتھ۔ (من یرد علیہ سے مراد اصحاب فرائض النسبیۃ ہیں کہ جن پر رد کرنا جائز ہے) یہ دو صورتیں ہوئی پہلی صورت یہ ہے کہ من یرد علیہ کے ساتھ من لا یرد علیہ نہیں ہونگے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ من یرد علیہ کے ساتھ من لا یرد علیہ بھی موجود ہوں گے پھر یہاں یہ مزید دو صورتیں بنیں گی من یرد علیہ کی ایک جنس ہوگی یا من یرد علیہ کی کئی جنسیں ہوں گی تو دو کو دو سے ضرب دینے سے چار صورتیں حاصل ہوئیں۔ آگے ایک ایک کر کے ان چاروں مسائل کی وضاحت کی جارہی ہے۔

پہلا قاعدہ:

احدها ان یکون فی المسئلة جنس واحد ممن یرد علیه عند عدم من لا یرد علیه فاجعل المسئلة من رؤوسهم کما لو ترک بنتین او اختین او جدتین فاجعل المسئلة من اثنین.

ترجمہ: پہلا قاعدہ یہ ہے کہ مسئلہ میں من لا یرد علیہ (یعنی زوجین) نہ ہونے کی صورت میں من یرد علیہ (یعنی اصحاب فرائض النسبیۃ) کی ایک جنس ہو تو ایسی صورت میں مسئلہ کو اصحاب فرائض کے عدد رؤس سے کرلو۔ مثلاً اگر دو بیٹی یا دو بہن یا دو دادیاں چھوڑ کر میت کا انتقال ہو جائے تو دو سے اس مسئلہ کو کرلو۔

وضاحت: رد کے چار قاعدوں میں سے پہلا قاعدہ یہ ہے کہ ہم مسئلہ میں غور کریں گے کہ من یرد علیہ یعنی اصحاب فرائض النسبیۃ کے ساتھ من لا یرد علیہ (یعنی زوجین) موجود ہیں یا نہیں تو اگر مسئلہ میں من لا یرد علیہ موجود نہ ہوں اور من یرد علیہ کی بھی ایک جنس موجود ہو تو ایسی صورت میں مسئلہ رد ہوگا من یرد علیہ کے رؤس کی طرف یعنی من یرد علیہ کے ورثہ کی جتنی تعداد ہوگی اس تعداد کو مسئلہ بنالیا جائیگا مثلاً من یرد علیہ دو افراد ہیں تو مسئلہ (۲) کی طرف رد ہوگا اگر من یرد علیہ تین افراد ہوں تو مسئلہ تین کی طرف رد ہوگا۔

مثال نمبر:۱۔ جیسے میت کی صرف دو بیٹیاں ہوں تو ایسی صورت میں مسئلہ دو کی طرف رد ہو جائے گی۔

مسئلہ۳ رد۲

مثال: میـــــــــــت

بنتان	(بنت	بنت)
ثلثان	(۱)	(۱)
۲		

اب مذکورہ مثال کے اندر چونکہ میت کی صرف دو ہی بیٹیاں تھیں اور کوئی وارث نہیں تھا اس لئے یہاں پر بیٹیوں کو حصہ دینے کے بعد جو باقی تھا اس کو بھی انہی دونوں بیٹیوں پر رد کردیں گے اب اصل مسئلہ (۳) سے ہوا کیونکہ بیٹیوں کا حصہ ثلثان ہے تو (۳) کے (۲) حصے بیٹیوں کو دیئے باقی بچا (۱) اب مسائل رد کے تحت ہم نے مسئلے میں پھر غور کیا تو من لا یرد علیہ (شوہر یا بیوی) موجود نہیں اور

من یردعلیہ کی صرف ایک جنس ہے تو مسئلہ من یردعلیہ کے عدد رؤوس (۲) سے بنائیں گے اب عدد رؤوس بنتان کے (۲) ہیں تو رد (۲) کی طرف ہوگا۔ کل مال کے پہلے (۳) حصے کئے تھے اب دو حصے کریں گے اور دونوں بیٹیوں کوایک ایک حصہ دیں گے۔

مثال: نمبر۲۔ اختان:

مذکورہ مثال کی وضاحت بھی پچھلی مثال کی وضاحت کی طرح ہے۔

مثال: نمبر۳۔ جدتان

مسئلہ۶ رد۱

مثال: میت

جدۃ جدۃ

سدس ۱ دونوں دادیاں سدس (۱) میں شریک ہونگی۔

(رد) (۱) (۱)

مذکورہ مثال میں میت کی صرف دو دادیاں ہیں اور ان کے علاوہ کوئی وارث موجود نہیں تو اب جدۃ کا حصہ سدس ہے تو مسئلہ ۶ سے ہوگا اور دونوں دادیوں کو (٦) کا سدس (۱) حصہ ملے گا۔ اب باقی (پانچ حصے بچ گئے اور کوئی وارث موجود نہیں تو ان کو رد کریں گے (ان) دادیوں پر کیونکہ کوئی اور وارث موجود نہیں تو پہلے قاعدہ کے مطابق رد ہوگا من یردعلیہ کے عدد رؤوس کی طرف تو دادیاں (دو) ہیں اس لئے رد (دو) کی طرف ہوگا اب کل مال کے (۲) حصے بنیں گے اور دونوں دادیوں کو ایک ایک حصہ دے دیا جائے گا۔

دوسرا قاعدہ:

والثانی اذا اجتمع فی المسئلة جنسان او ثلثة اجناس ممن یرد علیه عند عدم من لایرد علیه فاجعل المسئلة من سهامهم اعنی من اثنین اذا کان فی المسئلة سدسان او من ثلثة اذا کان فیها ثلث وسدس او من اربعة اذا کان فیها نصف وسدس او من خمسة اذا کان فیها ثلثان وسدس او نصف وسدسان او نصف وثلث. ص:۲۸

ترجمہ: اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ جب مسئلہ میں من لایردعلیہ نہ ہونے کی صورت میں جب من یردعلیہ کی دو

جنسیں یا تین جنسیں ہوں تو ان کے حصوں سے مسئلہ کیا جائیگا۔یعنی جب مسئلے میں سدس لینے والے دو فریق ہوں تو (دو) سے مسئلہ کرلو اور جب مسئلہ میں ایک فریق ثلث کا حقدار ہو اور دوسرا فریق سدس کا حقدار ہو تو (تین) سے مسئلہ کرلو اور جب مسئلہ میں ایک فریق نصف کا حقدار ہو اور دوسرا فریق سدس کا حقدار ہو تو (چار) سے مسئلہ کرلو اور جب مسئلہ میں ایک فریق ثلثان کا حقدار ہو اور ایک فریق سدس کا حقدار ہو تو (پانچ) سے مسئلہ کرلو اسی طرح اگر ایک فریق نصف کا حقدار ہو اور دو فریق سدس کے حقدار ہوں یا ایک فریق نصف کا حقدار ہو اور ایک فریق ثلث کا حقدار ہو (تو بھی مسئلہ پانچ سے کرلو)۔

وضاحت: رد کا دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ مسئلہ میں غور کریں گے اگر من یرد علیہ کی ایک سے زیادہ جنسیں ہوں اور ان کے ساتھ من لا یرد علیہ موجود نہ ہو۔تو ایسی صورت میں یہ دیکھا جائیگا کہ مسئلے میں کتنے سدس ہیں اگر مسئلہ میں دو سدس ہوں گے تو رد (دو) کی طرف ہوگا اور اگر تین سدس ہوں گے تو رد (تین) کی طرف ہوگا۔

اسی طرح اگر ایک ثلث اور ایک سدس ہے تو بھی (تین) کی طرف رد ہوگا کیونکہ ایک ثلث میں دو سدس ہوتے ہیں اس طرح کل تین سدس ہو گئے۔اسی طرح اگر ایک نصف ہو اور ایک سدس ہو تو مسئلہ (۴) کی طرف رد ہوگا کیونکہ نصف میں تین سدس ہوتے ہیں (سدس+سدس+سدس=نصف ہوتا ہے) اور ایک سدس ملا کر چار سدس ہو گئے تو مسئلہ (چار) کی طرف رد ہوگا۔اگر مسئلہ میں ایک ثلثان ہو اور ایک سدس تو مسئلہ (۵) کی طرف رد ہوگا کیونکہ ثلثان (۴/۶) میں چار سدس ہوتے ہیں اس طرح:

(۱/۶+۱/۶+۱/۶+۱/۶=۴/۶) ہوتا ہے اور ایک سدس ملا کر پانچ سدس ہو گئے =۵/۶

اسی طرح ایک فریق نصف کا حقدار ہو اور دو فریق سدس کے حقدار ہوں تو بھی مسئلہ (۵) کی طرف رد ہوگا کیونکہ نصف میں (۳) سدس ہوتے ہیں (۱/۶+۱/۶+۱/۶=۳/۶ ہوتا ہے) اگر مسئلہ میں ایک نصف اور ایک ثلث ہو تو بھی مسئلہ (۵) کی طرف رد ہوگا کیونکہ نصف میں تین سدس ہوتے ہیں (۱/۶+۱/۶+۱/۶=۳/۶ ہوتا ہے) اور ثلث میں دو سدس ہوتے ہیں (۱/۶+۱/۶=۲/۶ ہوتا ہے) تو کل (۵) سدس ہو گئے۔

اعنی من اثنین اذا کان فی المسئلۃ سدسان: اگر مسئلے میں دو سدس ہوں تو مسئلہ (۲) کی طرف رد ہوگا۔

مسئلہ ٦ رد ٢

مثال[1]: میــــــــــــــــــــــــــــــت

جدۃ	اخت لام
سدس (۱)	(۱) سدس
۱	۱

(بطور رد کے)

---

[1] اب مذکورہ مثال میں میت کی دادی اور ایک اخیافی بہن موجود ہے تو ایسی صورت میں مسئلہ (۶) سے ہوگا کیونکہ دونوں کا حصہ سدس ہے تو دونوں کو بطور فرض کے (۶) میں سے ایک ایک حصہ ملے گا۔اب باقی (چار) حصے بچ گئے ان کو کسی (مابقیہ اگلے صفحہ پر)

اومن ثلثة اذا كان فيها ثلث وسدس :

[1]مثال نمبر۲:اگر مسئلے میں تین سدس ہوں تو مسئلہ (۳) کی طرف رد ہوگا۔

مسئلہ ۶ رد ۳

مثال: میـــــــــــــــــت

ماں	دواخیافی بھائی
(۱) (سدس)	(۲) ثلث

اومن اربعة اذا كان فيها نصف وسدس:

مسئلہ (۴) کی طرف رد ہوگا اگر مسئلہ میں (۴) سدس ہوں۔

مسئلہ ۶ رد ۴

مثال[2]: میـــــــــــــــــت

بیٹی	پوتی
نصف	سدس
۳	۱

(مابقیہ حاشیہ) دوسرے ورثاء کی غیر موجودگی میں انہیں دونوں پر رد کردیں گے تو اب رد کے قاعدہ کے مطابق یہاں پر من یردعلیہ کی دو جنسیں ہیں (۱) جنس جدۃ کی (۲) جنس اخت لام کی۔اس صورت میں ہم غور کریں گے کہ مسئلہ میں کتنے سدس ہیں اب یہاں مسئلہ میں (دو) سدس ہیں اس لئے مسئلہ رد ہوگا (۲) کی طرف اور پھر دادی اور اخت لام کو ایک ایک حصہ ملے گا یعنی کل مال کے (۶) حصے کرنے کے بجائے صرف (۲) حصے کئے جائینگے۔

[1](مذکورہ مثال کے اندر میت کے ورثاء میں صرف ماں اور دواخیافی بھائی موجود ہیں تو مسئلہ (۶) سے ہوگا کیونکہ ماں کا حصہ دواخیافی بھائی بہن کی موجودگی میں سدس ہوتا ہے اور دواخیافی بھائیوں کا حصہ ثلث ہے اور سدس وثلث کا اجتماع ہو تو مسئلہ (۶) سے ہوتا ہے اب ماں کو بطور فرض کے (۶) کا سدس یعنی ایک،اور بھائیوں کو ثلث یعنی (۲) حصے ملیں گے اب تین حصے باقی بچ گئے تو اور کسی ورثاء کے نہ ہونے کے سبب یہ (۳) بھی ماں اور اخیافی بھائی پر رد ہو جائیں گے تو قاعدہ کے مطابق من یردعلیہ کی دو جنسیں ہیں اور من لا یردعلیہ موجود نہیں ہیں تو مسئلے میں سدس کو دیکھیں گے۔یہاں پر مسئلہ میں (۳) سدس ہیں کہ ایک سدس ماں کا اور دو سدس بھائیوں کے (کیونکہ ثلث (۲/۶) دو سدس (۱/۶+۱/۶=۲/۶) کے برابر ہوتا ہے) تو اب رد (۳) کی طرف ہوگا۔تو پہلے مسئلہ (۶) سے ہو رہا تھا اب (۳) سے ہوگا تو پھر ماں اور اخیافی بھائیوں میں پورا مال تقسیم ہو جائے گا پھر کچھ نہیں بچے گا اور کل مال کے تین حصے کئے جائینگے ایک حصہ ماں کو ملے گا اور دو حصے اخیافی بھائیوں کو ملیں گے)۔

[2]مذکورہ مثال میں میت کی بیٹی اور ایک پوتی موجود ہے اور ان کے علاوہ کوئی موجود نہیں اب اس صورت میں بیٹی کا حصہ نصف ہے اور پوتی کا سدس،تو نصف کا اجتماع نوع ثانی کے سدس سے ہوا تو مسئلہ ہوگا (۶) سے،بیٹی کو (چھ) کا نصف (۳) (مابقیہ اگلے صفحہ پر)

اومن خمسة اذا كان فيها ثلثان وسدس:

۱ مثال (۴): اگر مسئلے میں (۵) سدس ہوں تو مسئلہ (۵) کی طرف رد ہوگا۔

مسئلہ ۶ رد ۵

مثال: میـــــــــت

بنتان	ام
ثلثان	سدس
۴	۱

اونصف وسدسان:

۲ مثال: ۵۔ اگر مسئلہ میں ۵ سدس ہوں تو رد ہوگا (۵) کی طرف اس کی مثال مندرجہ ذیل ہے:

مسئلہ ۶ رد ۵

مثال: میـــــــــت

بیٹی	پوتی	ماں
نصف	سدس	سدس
۳	۱	۱

(مابقیہ حاشیہ) اور پوتی کو سدس یعنی (ایک) حصہ ملے گا اب تقسیم کرنے کے بعد کل مال میں سے (۲) حصے بچ رہے ہیں تو اب رد کے قاعدے کے تحت جب کہ من یرد علیہ کی ایک سے زیادہ جنسیں ہوں اور من لا یرد علیہ موجود نہ ہو تو اس صورت میں رد ہوگا من یرد علیہ کے سہام (یعنی سدس) کی طرف تو سہام (۴) ہیں اس طور پر کہ مسئلہ میں چار سدس ہیں کہ بیٹی کا حصہ نصف ہے تو نصف میں (۳) سدس اور پوتی کا حصہ (۱) سدس ہے تو کل (۴) سدس ہوئے تو رد ہوگا (۴) کی طرف پہلے کل مال کے (۶) حصے بنے تھے اب (۴) حصے بنیں گے تو سارا مال تقسیم ہو جائے گا اور باقی کچھ نہیں بچے گا۔

۱ مذکورہ مثال میں میت کی دو بیٹیاں اور ایک ماں ہے تو اس صورت میں اصل مسئلہ (۶) سے ہوگا کہ ثلثان کا اجتماع سدس سے ہو رہا ہے تو بنتان کو ثلثان یعنی (۴) اور ماں کو سدس یعنی (ایک) حصہ ملے گا اب ایک حصہ باقی بچ رہا ہے تو مسئلہ میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ من یرد علیہ کی دو جنسیں ہیں اور من لا یرد علیہ موجود نہیں ہیں تو دوسرے قاعدے کے تحت رد ہوگا سہام (سدس) کی طرف تو سہام (۵) ہیں کہ ثلثان ۴/۶ میں (۴) سدس ہوتے ہیں کیونکہ (۱/۶+۱/۶+۱/۶+۱/۶=۴/۶ ہوتا ہے) تو چار سدس مل کر (۴/۶) ثلثان بنتا ہے۔ اور ایک سدس ماں کا ہے تو کل (۵) سدس ہوئے تو اب رد ہوگا (۵) کی طرف تو پہلے مسئلہ (۶) سے تھا اب (۵) سے ہوگا تو سارا مال تقسیم ہو جائے گا اور کچھ باقی نہیں بچے گا۔

۲ اب مذکورہ مثال کے اندر میت کی ایک بیٹی، ایک پوتی اور ماں موجود ہیں ان کے علاوہ کوئی وارث نہیں ہے تو اب اصل مسئلہ (۶) سے ہوگا کہ بیٹی کا حصہ نصف ہے اور اس کا اجتماع نوع ثانی کے (سدس) سے ہو رہا ہے تو مسئلہ (۶) سے ہوگا اب بیٹی کو نصف یعنی (۳) اور پوتی کو سدس (ایک) اور ماں کو بھی سدس (یعنی ایک) حصہ ملے گا اب ایک حصہ باقی بچ رہا ہے تو مسئلہ میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ من یرد علیہ کی ایک سے زائد جنسیں ہیں اور من لا یرد علیہ موجود نہیں ہے تو ایسی صورت میں رد کے دوسرے قاعدے کے تحت رد ہوگا سہام (سدس) کی طرف تو سہام (۵) ہیں کیونکہ بیٹی کو نصف ملا اور نصف (۳/۶) میں تین سدس ہوتے ہیں (۱/۶+۱/۶+۱/۶=۳/۶ ہوتا ہے) باقی دو سدس ملا کر پانچ سدس بن گئے، تو رد ہوگا پانچ کی طرف۔ پہلے اصل مسئلہ کے چھ حصے بن رہے تھے اب پانچ حصے بنیں گے۔ اس طرح سارا مال تقسیم ہو جائیگا اور کچھ باقی نہیں بچے گا۔

او نصف وثلث:

مثال نمبر ٦: اگر مسئلہ میں ۵ سدس ہوں جیسے کہ ایک فریق نصف حصہ پانے والا اور دوسرا فریق ثلث حصہ پانے والا ہو۔ تو رد ہوگا (۵) کی طرف۔

مسئلہ ٦ رد ۵

مثال[1]: میـــــــــــــــــــــــت

اخت لابوین	اختین لام
نصف	ثلث
(۳)	(۲)

تیسرا قاعدہ:

والثالث ان یکون مع الاول من لایرد علیه فاعط فرض من لایرد علیه من اقل مخارجه فان استقام الباقی علی رؤوس من یرد علیه فبها کزوج وثلث بنات وان لم یستقم فاضرب وفق رؤسهم فی مخرج فرض من لایرد علیه ان وافق رؤسهم الباقی کزوج وست بنات والافاضرب کل رؤسهم فی مخرج فرض من لایرد علیه فالمبلغ تصحیح المسئلة کزوج وخمس بنات .

ترجمہ: اور تیسرا قاعدہ: من یرد علیہ کے ایک جنس کے ساتھ من لا یرد علیہ کا ہونا ہے پس من لا یرد علیہ کے اقل مخرج سے ان (من لا یرد علیہ) کے حصے دیدو پس اگر مابقیہ من یرد علیہ کے عدد رؤس پر تقسیم ہو جائے تو اچھا ہے جیسے زوج اور تین بیٹیاں (ان کے زندہ رہنے کی صورت ہو) اور اگر مابقیہ من یرد علیہ کے رؤس پر تقسیم نہ ہو تو من یرد علیہ کے رؤس کے وفق کو من لا یرد علیہ کے مخرج فرض میں ضرب دیا جائے گا اگر ان کے رؤس مابقیہ کے موافق ہوں جیسے زوج اور چھ بیٹیوں کی صورت ہے اور اگر من یرد علیہ کے عدد رؤس اور مابقیہ میں توافق نہ ہو بلکہ تباین ہو تو من یرد علیہ کے کل عدد رؤس کو من لا یرد علیہ کے مخرج فرض میں ضرب دے دو۔ پس حاصل ضرب مسئلہ کی تصحیح ہے جیسے کہ زوج اور پانچ بیٹیاں (ان زندہ رہنے کی صورت) ہو۔

---

[1] مذکورہ مثال میں میت کی ایک حقیقی بہن اور دو اخیافی بہنیں ہیں تو ایسی صورت میں حقیقی بہن کو نصف اور اخیافی بہنوں کو ثلث ملے گا تو مسئلہ ہوگا (٦) سے۔ کیونکہ نصف کا اجتماع ثلث سے ہو رہا ہے اب حقیقی بہن کو نصف یعنی (۳) اور اخیافی بہنوں کو ثلث یعنی (۲) حصے ملیں گے۔ اب ایک حصہ باقی بچ رہا ہے لہٰذا رد کے قاعدوں کی طرف دیکھیں گے چنانچہ یہاں مسئلہ میں من لا یرد علیہ موجود نہیں اور من یرد علیہ کی ایک سے زائد جنسیں ہیں تو اس صورت میں رد ہوگا ان کے سہام (سدس) کی طرف اب سہام (۵) ہیں کہ نصف میں (۳) سدس ہوتے ہیں اور ثلث میں دو سدس ہوتے ہیں تو کل سہام (۵) ہوئے تو رد ہوگا (۵) کی طرف اس طرح سارا مال تقسیم ہو جائے گا اور باقی کچھ نہیں بچے گا۔ (ص: ۷۷ شریفیہ)

تشریح: رد کا تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ مسئلہ میں غور کریں گے کہ من یرد علیہ کے ساتھ من لا یرد علیہ موجود ہے یا نہیں اب اگر مسئلہ میں من لا یرد علیہ موجود ہو تو یہ دیکھیں گے کہ من یرد علیہ کی ایک جنس ہے یا زیادہ۔ اگر من یرد علیہ کی ایک جنس ہو اور من لا یرد علیہ بھی موجود ہو تو ایسی صورت میں اولاً سابقہ قاعدوں کے مطابق اصل مسئلہ بنایا جائیگا پھر جب کچھ بچ گیا اور ورثہ میں من یرد علیہ کی ایک جنس ہے اور من لا یرد علیہ بھی موجود ہے تو رد کا طریقہ یہ ہے کہ من لا یرد علیہ کے اقل مخرج کی طرف رد ہوگا اور اسی رد میں سے من لا یرد علیہ کو حصے دیں گے اس کے بعد جو باقی بچے گا تو اس باقی میں اور من یرد علیہ کے رؤوس میں نسبت دیکھیں گے پھر اسی کے موافق تقسیم کریں گے۔ اب تین صورتیں نکلیں گی۔

۱۔ من لا یرد علیہ کو رد میں سے حصہ دینے کے بعد مابقیہ عدد اور من یرد علیہ کے رؤوس میں تماثل ہو۔

۲۔ من لا یرد علیہ کو رد میں سے حصہ دینے کے بعد مابقیہ عدد اور من یرد علیہ کے رؤوس میں موافقت ہو۔

۳۔ من لا یرد علیہ کو رد میں سے حصہ دینے کے بعد مابقی عدد اور من یرد علیہ کے رؤوس میں تباین ہو۔

﴿فان استقام الباقی علیٰ رؤس من یرد علیہ فبها کزوج وثلث بنات:﴾

مثال نمبر: ۱۔ من لا یرد علیہ کو حصہ دینے کے بعد، باقی اور من یرد علیہ کے رؤوس میں تماثل ہو۔

مثال ۱: میت ـــــ مسئلہ ۱۲ رد ۴

	زوج	ثلث بنات
	ربع	ثلثان
بطور فرض کے	۳	۸
بطور رد کے	۱	۳

توضاحت: مذکورہ مثال میں میت کا شوہر اور تین بیٹیاں موجود ہیں اور ان کے علاوہ کوئی وارث نہیں ہے تو اس صورت میں شوہر کو (ربع) اور بنات کو (ثلثان) ملے گا تو ربع کا اجتماع نوع ثانی کے (ثلثان) سے ہو رہا ہے لہذا مسئلہ (۱۲) سے ہوگا اب شوہر کو ربع یعنی (۳) اور بنات کو (۸) حصے ملیں گے اب ایک حصہ باقی بچ رہا ہے اور عصبہ تو کوئی موجود نہیں اس لئے باقی رد ہوگا ذوی الفروض النسبیہ پر اب مسئلہ میں غور کیا تو رد کا تیسرا قاعدہ جاری ہو رہا ہے کہ من یرد علیہ کی ایک جنس کے ساتھ من لا یرد علیہ بھی موجود ہے تو مسئلہ رد ہوگا من لا یرد علیہ کے اقل مخرج کی طرف۔ تو من لا یرد علیہ (شوہر) ہے اور اس کا فرض (ربع) ہے اور ربع کا مخرج (۴) ہے تو (۴) کی طرف رد ہوگا۔ پہلے مسئلہ (۱۲) سے تھا اب (۴) سے ہوگا اب اسی چار کا (ربع) یعنی ایک یہ تو شوہر کا حصہ ہو جائے گا اب جو (باقی) (تین) بچے ہیں اس میں اور (من لا یرد علیہ کے رؤوس) میں نسبت دیکھیں گے اب اگر نسبت تماثل کی ہو جیسے کہ یہاں پر ہے کہ باقی حصے (۳) بچے اور من یرد علیہ (ثلث بنات) ہیں تو ان کے رؤوس بھی (تین) ہیں اور باقی عدد بھی تین تھا تو اس صورت میں مابقیہ (۳) اور من یرد علیہ کے رؤوس ثلث بنات کے درمیان نسبت تماثل کی ہوئی تو ہر حصہ رؤوس پر پورا پورا تقسیم ہو جائے گا یعنی ہر بیٹی کو ایک ایک حصے ملے گا۔ اس طرح کل مال کے (۴) حصے بنیں گے (۱) حصہ شوہر کو اور باقی تین (۳) میں سے ہر بیٹی کو ایک ایک حصہ مل جائیگا۔

﴿وان لم يستقم فاضرب وفق رؤوسهم في مخرج فرض من لا يرد عليه ان وافق رؤوسهم الباقي كزوج وست بنات:﴾

مثال:۲۔ توافق کی مثال: من لا یرد علیہ کو حصہ دینے کے بعد (عدد باقی اور من یرد علیہ کے رؤوس میں) توافق کی مثال۔

مسئلہ۱۲ رد۴ مضروب۲ ت۸

مثال: میـــــــــــــــت

ست بنات	زوج
(۸) ثلثان	(۴) ربع
۳ (۳×۲)	بطوررد ۱ (۱×۲)
۶	(تصحیح) ۲

ایضاحت: مذکورہ مثال میں میت کا شوہر اور چھ بیٹیاں ہیں اب شوہر کو ربع ملے گا اور بنات کو ثلثان۔ تو مسئلہ ہوگا (۱۲) سے اب شوہر کو ربع یعنی (۳) اور بنات کو (۸) حصے ملیں گے اب (ایک حصہ) باقی بچ رہا ہے تو اس لئے یہاں پر رد ہوگا تو رد کے قاعدوں پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ رد کا تیسرا قاعدہ جاری ہوگا کہ من یرد علیہ کی صرف ایک جنس کے ساتھ من لا یرد علیہ بھی موجود ہے تو اس صورت میں مسئلہ رد ہوگا من لا یرد علیہ کے اقل مخرج فرض کی طرف تو اقل مخرج فرض (۴) ہے لہٰذا رد ہوگا (۴) کی طرف اب شوہر کو (۴) کا ربع یعنی (ایک حصہ) دیا۔ باقی (۳) حصے بچے آمیں اور من یرد علیہ کے رؤوس ست بنات میں نسبت دیکھیں گے تو (۳) اور (۶) میں نسبت توافق کی ہے (کیونکہ یہاں پر تداخل کا اعتبار نہیں ہوگا بوجہ تداخل وتوافق کے مآلاً ایک ہونے کے) تو اس میں بنات کے رؤوس (۶) کا وفق عدد نکالیں گے (تین) کے (چھ) سے (۱) دفعہ نکل جانے کے بعد (چھ) میں سے تین بچ جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ (چھ) کا ثلث یعنی وفق عدد (دو) ہے اس (دو) کو محفوظ کریں گے بطور مضروب کے اور اس (۲) کو ضرب دیں گے رد (۴) میں جو کہ من لا یرد علیہ کا مخرج فرض ہے تو (۸=۲ (وفق عدد)×۴ (رد) اب مسئلہ کی تصحیح ہوگی (۸) سے اب زوج اور بنات کو حصے دیں گے۔

اس طرح سے کہ مضروب (۲) کو ان کے حصوں سے ضرب دیں گے تو شوہر کا حصہ (ایک) ہے اس کو مضروب (۲) سے ضرب دیا تو (۲=۱×۲) تو شوہر کے حصے (دو) ہوئے اور ست بنات کے حصے (۳) ہیں ان کو مضروب (۲) سے ضرب دیا تو (۶=۳×۲) بنات کے حصے چھ ہوئے۔

(شریفیہ ص:۷۸)

﴿والا فاضرب کل عدد رؤس فی مخرج فرض من لا یرد علیه فالمبلغ تصحیح المسئلة کزوج وخمس بنات:﴾

مثال: ۳ تباین کی مثال: من لا یرد علیہ کو حصہ دینے کے بعد (باقی عدد) اور من یرد علیہ کے رؤوس میں تباین کی مثال۔

(مسئلہ ۱۲) (رد ۴) (مضروب ۵) (ت ۲۰)

مثال: میــــــــــــــــــــت

	زوج	خمس بنات
	۳ ربع	۸ ثلثان
بطور رد کے	۱	۳
	۱×۵ (مضروب)	۳×۵ (مضروب)
(تصحیح)	۵	۱۵

اوضاحت: مذکورہ مثال میں میت کا شوہر اور پانچ بیٹیاں ہیں اس لئے مسئلہ (۱۲) سے ہوگا اور شوہر کو (ربع) یعنی (۳) اور بنات کو (۸) حصے ملیں گے اب ایک حصہ باقی بچ رہا ہے تو یہاں رد کے قاعدے میں سے تیسرا قاعدہ جاری ہوگا کیونکہ من یرد علیہ کی ایک جنس (خمس بنات) کے ساتھ من لا یرد علیہ (زوج) بھی موجود ہے تو اس صورت میں رد ہوگا، من لا یرد علیہ (شوہر) کے اقل مخرج فرض پر یعنی (۴) کی طرف۔ اب شوہر کو (چار) کا ربع یعنی (ایک) حصہ ملا۔ باقی (تین) حصے بچے اب من یرد علیہ یعنی خمس بنات کے رؤوس (۵) میں اور عدد باقی (۳) میں نسبت دیکھی تو ان کے درمیان نسبت تباین کی ہے [(۵) کو (۳) سے منفی کیا تو (۲) بچا۔ اس (۲) کو (۳) سے منفی کیا تو (۱) بچا۔ پھر اس (۱) کو (۲) سے منفی کیا تو آخر میں ایک بچا] اس صورت میں ہم خمس بنات کے کل رؤوس کو محفوظ کرلیں گے اور اس کو ضرب دیں گے رد میں جو کہ من لا یرد علیہ کا مخرج فرض ہے تو رؤوس (۵) ہیں ان کو رد (۴) سے ضرب دیا تو (۲۰=۵×۴) جواب آیا (۲۰) یہ ہمارے مسئلہ کی تصحیح ہوگی اب زوج اور بنات کو حصہ دینے کے لئے ہم مضروب (۵) کو ان کے حصوں سے ضرب دیں گے تو شوہر کا حصہ (۱) ہے اس کو (۵) مضروب سے ضرب دیا (۵=۵×۱) جواب آیا (۵) یہ شوہر کا حصہ ہے۔ اسی طرح خمس بنات کے (۳) حصوں کو (۵) مضروب سے ضرب دیا (۱۵=۵×۳) جواب آیا (۱۵) یہ خمس بنات کا حصہ ہے۔ اب ہر ایک بیٹی کو ۳،۳ حصے مل جائیں گے۔ (شریفیہ ص:۷۹)

کیونکہ من یرد علیہ کی ایک سے زیادہ جنسیں ہوں اور من لا یرد علیہ موجود نہ ہوں تو اس صورت میں رد ہوگا من یرد علیہ کے سہام (یعنی سدس) کی طرف۔ تو سہام (۴) ہیں اس طور پر کہ مسئلہ میں چار سدس ہیں کہ بیٹی کا حصہ نصف ہے تو نصف میں (۳) سدس اور پوتی کا حصہ (۱) سدس ہے تو کل (۴) سدس ہوئے تو رد ہوگا (۴) کی طرف تو پہلے کل مال کے (۶) حصے بنے تھے اب (۴) حصے بنیں گے تو سارا مال تقسیم ہوجائے گا لہٰذا باقی کچھ نہیں بچے گا۔

چوتھا قاعدہ:

> والرابع ان یکون مع الثانی من لایرد علیه فاقسم مابقی من مخرج فرض من لایرد علیه علی مسئلة من یرد علیه فان استقام فبها وهذا فی صورة واحدة وهی ان یکون للزوجات الربع والباقی بین اهل الرد اثلاثا کزوجة واربع جدات وست اخوات لام.(ص:۲۸)

ترجمہ :اور رد کی چوتھی قسم من یرد علیہ کی کئی جنسوں کے ساتھ من لا یرد علیہ کا ہونا ہے پس (من لا یرد علیہ کے اقل مخرج فرض سے مسئلہ کر کے من لا یرد علیہ کا حصہ دیکر) جتنا باقی رہے اس کو من یرد علیہ کے سہام (سدس) پر تقسیم کر دو اگر من لا یرد علیہ کا مابقی، من یرد علیہ کے (سدس) پر پورا پورا تقسیم ہو جائے تو اچھی بات ہے اور یہ پورا تقسیم ہو جانا ایک صورت میں ہے اور وہ (صورت) بیویوں کو چوتھائی ملنے کی صورت ہے اور مابقی اہل رد کے مابین تین تہائی کے حساب سے تقسیم ہو جائے گا جیسے کہ ایک بیوی اور چار دادیاں اور چھ اخیافی بہنوں کے (زندہ رہنے کی صورت ہے)۔

تشریح: رد کا چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ مسئلہ میں غور کریں گے کہ من لا یرد علیہ موجود ہے یا نہیں؟ اگر موجود ہو تو من یرد علیہ کی ایک جنس سے زیادہ ہے یا نہیں اب مسئلہ میں اگر من یرد علیہ کی ایک جنس سے زیادہ ہوں اور من لا یرد علیہ بھی موجود ہو اس میں صورت میں مسئلہ رد ہوگا من لا یرد علیہ کے اقل مخرج فرض کی طرف اس کے بعد من لا یرد علیہ کو حصے دیں گے پھر دیکھیں گے کہ مابقیہ اور من یرد علیہ کے سہام (سدس) میں کیا نسبت ہے پھر اس کے موافق مسئلہ کو حل کریں گے۔ یہاں پر دو صورتیں نکلیں گی۔

۱۔ من لا یرد علیہ کو اس کے اقل مخرج فرض سے حصہ دینے کے بعد باقی حصوں اور من یرد علیہ کے سہام یعنی سدس کو دیکھیں گے اگر من یرد علیہ کے جتنے حصے ہیں ان میں سدس کی تعداد اتنی ہی ہے جتنی تعداد من لا یرد علیہ کے مابقیہ حصوں کی ہے تو یہ پہلی صورت ہوگی

۲۔ ''دوسری صورت'' من لا یرد علیہ کے (ماقبی حصوں) اور (من یرد علیہ) کے جتنے حصے ہیں ان میں (سدس) کی تعداد برابر سرابر نہیں تو دوسرا طریقہ اختیار کیا جائیگا۔ (کماسیأتی)

﴿فان استقام فبها و هذا فی صورة واحدة ...... کزوجة واربع جدات وست اخوات لام:﴾

مثال:۱۔ تماثل کی مثال: (یہ صرف ایک صورت میں ہوسکتا ہے)

مسئلہ۱۲ رد۴ مضروب۱۲ ت۴۸

مثال[1]: میــــــــــــــــــــــت

	زوجۃ	اربع جدات	ست اخوات لام
	۳ (ربع)	۲ (سدس)	۴ (ثلث)
(بطور رد کے)	۱ (۱)×۱۲ مضروب)	۱ (۱×۱۲مضروب	۲ (۲×۱۲مضروب)
تصحیح:	۱۲	۱۲	۲۴

---

[1] وضاحت: مذکورہ مثال میں میت کی بیوی چار دادیاں اور چھ اخیافی بہنیں موجود ہیں تو اب یہاں پر مسئلہ ہوگا (مابقیہ حاشیہ)

(۱۲) سے اس لئے کہ بیوی کا حصہ (ربع) ہے اور اس کا اجتماع ہو رہا ہے نوع ثانی کے بعض سے تو مسئلہ ۱۲ سے ہوگا اب بیوی کو ربع یعنی (۳) اور جدات کو سدس یعنی (۲) اور اخوات لام کو ثلث یعنی (۴) حصے ملیں گے کل حصے (۹) ہو گئے یہاں پر (۳) حصے باقی بچ رہے ہیں تو رد کے قاعدوں کو دیکھیں گے یہاں قاعدہ نمبر ۴ لگ رہا ہے کہ من یرد علیہ کی ایک سے زائد جنس کے ساتھ من لا یرد علیہ بھی موجود ہے تو اس صورت میں رد ہوگا من لا یرد علیہ کے اقل مخرج کی طرف اور من لا یرد علیہ (زوجہ) ہے اس کا اقل مخرج ربع یعنی (۴) ہے تو رد ہوگا (۴) کی طرف اب (۴) میں سے بیوی کو (ربع) یعنی (ایک) حصہ دیں گے۔ اب باقی حصے بچے (۳) اب ان (۳) میں اور من یرد علیہ کے سہام میں نسبت دیکھیں گے من یرد علیہ کی ایک جنس اربع جدات کو ایک سدس مل رہا ہے اور دوسری جنس ست خوات لام کو ثلث مل رہا ہے ایک ثلث دو سدس کے برابر ہوتا ہے گویا یہاں سہام سے سدس مراد ہیں تو من یرد علیہ کی دو جنسوں کو کل سہام (سدس) ۳ مل رہے ہیں تو سہام (۳) اور مابقیہ (۳) میں نسبت تماثل کی ہے اب ان کو آسانی سے تقسیم کر دیں گے کہ جدات کو (۳) سے میں (ایک) حصہ ملے گا کہ ان کا حصہ سدس ہے اور اخوات لام کے دو سدس ہیں تو ان کو دو حصے مل جائیں گے۔

اب چونکہ اربع جدات اور ست اخوات لام کے سہام کی تقسیم میں کسر واقع ہو رہی ہے تو اس کسر کو دور کرنے کے لئے تصحیح کے قاعدوں کو جاری کریں گے

یہاں پر کسر اس طرح ہے کہ اربع جدات کو (۱) مل رہا ہے تو رؤوس اربع جدات (۴) اور اس کا سہم (۱) میں تباین ہے تو کل رؤوس (۴) کو محفوظ کرینگے۔ پھر من یرد علیہ کی جنس ثانی ست اخوات لام کو (۲) حصے مل رہے ہیں (۶) رؤوس اور (۲) سہام میں نسبت دیکھی

۶	۴
-۲	-۲
۴	۲

تو (۶) اور (۲) میں توافق بالنصف ہے تو ست اخوات لام کا نصف (۳) محفوظ کر لیا۔ اب ہم نے من انکسرت علیھم السھام کے رؤوس اور رؤوس میں نسبت دیکھی تو ہمیں ایک رأس (۴) اور دوسرا رؤوس کا وفق عدد (۳) نظر آیا (۴) اور (۳) میں تباین ہے تو ایک کے کل رؤوس (۴) کو ضرب دیا دوسرے کے کل رؤوس (۳) سے تو جواب (۱۲) آیا یہ ہمارے پاس مضروب حاصل ہوا اس (۱۲) مضروب کو رد (مخرج فرض من لا یرد علیہ) (۴) میں ضرب دیا (۴۸=۴×۱۲) جواب آیا یہ تصحیح حاصل ہوگئی۔ اب ہر وارث کے حصے کو (۱۲) مضروب سے ضرب دینگے اس طرح کہ بیوی کا حصہ (۱) تھا اس کو مضروب (۱۲) سے ضرب دیا (۱×۱۲) جواب (۱۲) آیا تو بیوی کو (۱۲) حصے ملیں گے پھر چار دادیوں کا حصہ بھی (۱) ہے اس کو مضروب (۱۲) سے ضرب دیا (۱×۱۲)=۱۲ جواب (۱۲) آیا تو ہر دادی کو (۳) حصے ملیں گے اور اخوات لام چھ ہیں ان کو (۲) حصے مل رہے تھے ۲ کو (۱۲) سے ضرب دیا = (۲۴=۲×۱۲) جواب آیا ست اخوات کا حصہ (۲۴) ہوا ہر اخت لام کو (۴) حصے ملیں گے۔ (شریفیہ ص:۸۰)

وان لم یستقم فاضرب جمیع مسئلة من یرد علیه فی مخرج فرض من لایرد علیه فالمبلغ مخرج فروض الفریقین کاربع زوجات وتسع بنات وست جدات ثم اضرب سهام من لایرد علیه فی مسئلة من یرد علیه. وسهام من یرد علیه فیما بقی من مخرج فرض من لایرد علیه وان انکسر علی البعض فتصحیح المسائل بالاصول المذکورة.

ترجمہ: اوراگر مابقیہ اہل رد پر پورا پورا تقسیم نہ ہو تو من یرد علیہ کے کل حصوں (سدس) کو من لا یرد علیہ کے مخرج فرض میں ضرب دیا جائے۔ پس حاصل ضرب دونوں فریق کے حصوں کا مخرج ہے۔ جیسے چار بیبیاں اور نو بیٹیاں اور چھ دادیاں (زندہ رہنے کی صورت ہے) پھر من لا یرد علیہ کے حصے کو من یرد علیہ کے حصوں (سدس) کے مجموعے میں ضرب دے دو۔ اور من یرد علیہ کے حصوں کے مجموعے کو من لا یرد علیہ کے مخرج سے جتنا باقی رہا اس میں ضرب دیدو۔ اوراگر بعض طائفے کو ان کا حصہ کسر کے ساتھ مل رہا ہو تو باب تصحیح میں جو اصول مذکور ہوئے ان اصول کے ذریعے مسائل کی تصحیح کر لی جائے۔

تشریح: رد کا چوتھا قاعدہ جس میں من یرد علیہ کی کئی جنسوں کے ساتھ من لا یرد بھی موجود ہو تو اس میں بھی رد ہوگا من لا یرد علیہ کے اقل مخرج کی طرف پھر من لا یرد علیہ کو اس میں سے حصہ دینے کے بعد مابقیہ اعداد اور من یرد علیہ کے سہام میں نسبت دیکھیں گے اب یہاں پر اگر نسبت تماثل کی نہ ہو بلکہ من لا یرد علیہ کا مابقیہ عدد اور من یرد علیہ کے سہام برابر سرابر تقسیم نہ ہوں تو اس صورت میں قاعدہ یہ ہے کہ یہ دیکھیں گے کہ من یرد علیہ کے حصوں میں کل سدس کتنے بنتے ہیں پھر من یرد علیہ کے سہام (سدس) کو من لا یرد علیہ کے مخرج فرض میں ضرب دے دیں گے۔ پھر جو حاصل ہوگا وہ دونوں فریقوں کا مخرج فرض ہوگا۔

مسئلہ۲۴ رد۸ ×مضروب۵ (کل سہام من یرد علیہ) ت۴۰ ×مضروب ثانی (۳۶) ت ثانی ۱۴۴۰

مثال۱: میــــــــــــــت

	اربع زوجات	تسع بنات	ست جدات
ثمن	۳	۱۶ (ثلثان)	۴
(بطوررد)	۱	۴ (سدس)	۱
	۵ (۱×۵)	۲۸ (۷×۴ سہم) باقی من مخرج فرض من لا یرد علیہ	۷ (۷×۱ سہم) باقی من مخرج فرض من لا یرد علیہ
	صح۱۸۰=۳۶×۵ مضروب ثانی (مسئلہ من یرد علیہ)	صح۱۰۰۸=۳۶×۲۸ مضروب ثانی	صح۲۵۲=۳۶×۷ مضروب ثانی

اضاحت: مذکورہ مثال میں میت کی (چار) بیبیاں ہیں (۹) بیٹیاں اور (چھ) دادیاں ہیں تو اس صورت میں مسئلہ (۲۴) سے ہوگا کیونکہ بیوی کا حصہ ثمن ہے اور اس کا اجتماع نوع ثانی کے بعض سے ہورہا ہے تو اب مسئلہ (۲۴) سے ہوگا بیوی کو ثمن یعنی (۳) اور بنات کو ثلثان یعنی (۱۶) اور جدات کو سدس یعنی (۴) حصے ملیں گے۔ اب ایک حصہ باقی بچ رہا ہے تو یہاں (مابقیہ اگلے صفحہ پر)

(مابقیہ حاشیہ) پر مسئلہ میں رد ہوگا اور رد کے قاعدں میں سے چوتھا قاعدہ جاری ہوگا کہ من یردعلیہ کی ایک سے زیادہ جنس ہیں اور اسکے ساتھ من لا یردعلیہ بھی موجود ہے تو اب یہاں پر رد کریں گے من لا یردعلیہ کے اقل مخرج فرض کی طرف اب بیوی کا حصہ ثمن ہے تو اس کا اقل مخرج (۸) ہوا اس کی طرف رد ہوگا پھر (۸) میں سے ثمن یعنی ایک حصہ بیویوں کو دیں گے اور باقی (۷) حصوں اور من یرد علیہ کے سہام میں نسبت دیکھیں گے اب ان کے سہام (۵) ہیں اس طور پر کہ بنات کا حصہ ثلثان ہے اور اس میں چار سدس ہوتے ہیں اور دادیوں کا ایک سدس ہے تو کل (۵) حصے (سدس) ہوئے اب (۵) اور ۷ میں نسبت دیکھی ان میں نسبت تباین کی ہے تو اس صورت میں کل سہام (۵) کو محفوظ کرلیں گے اور پھر اس (۵) کو رد (ا) میں ضرب دیں گے تو (۴۰=۵×۸) جواب آیا (۴۰) اب اس کے مطابق حصے دیں گے اس طرح کہ من لا یردعلیہ کے سہام (ا) کو ضرب دیں گے من یردعلیہ کے سہام (سدس) میں تو من لا یرد علیہ یعنی زوجات کا سہم (سدس) ایک ہے اور من یردعلیہ کے کل (سدس) ۵ ہیں تو (۵=۱×۵) جواب آیا (۵) اب یہ (۵)، بیبیوں کا حصہ ہے۔

اور من یردعلیہ کو حصہ دینے کے لئے ان کے سہام (سدس) کو ضرب دیں گے من لا یردعلیہ کے مخرج فرض کے باقی، (۷) میں تو مخرج فرض کا مابقیہ حصہ (۷) ہے اس کو پہلے تسع بنات کے سہام (۴) سے ضرب دیں کے (۲۸=۷×۴) ان کا حصہ ہوا (۲۸) اور پھر ست جدات کا سہم ہے = (ایک) تو (ا) کو ضرب دیں مابقیہ (۷) سے تو (۷=۱×۷) ان کا حصہ ہوا۔ (۷) تو جو تصحیح تھی (۴۰) ان میں ۵ حصے بیویوں کو ملے اور باقی ۳۵ میں سے (۲۸) حصے بنات کو اور ۷ حصہ جدات کو ملے۔ اب یہاں پر تمام طائفوں کے حصوں میں کسر واقع ہو رہی ہے کہ بیویاں چار ہیں اور ان کے حصے (۵) ہیں جدات چھ ہیں اور حصہ (سات) اور بنات (۹) ہیں اور حصے (۲۸) تو اب آخر میں **باب التصحیح** کے قاعدوں کے مطابق ان کے حصوں سے کسر کو دور کر کے ان میں حصوں کی تقسیم کریں گے۔ تو تصحیح ہوگی، (۱۴۴۰) سے اس لئے کہ مضروب بن رہا ہے = (۳۶) پھر اس کے مطابق حصے دیں گے تو زوجات کے حصے (۱۸۰) بنات کے (۱۰۰۸) اور جدات کے حصے (۲۵۲) بنیں گے۔

اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ پہلا طائفہ (چار بیویوں) کا حصہ (۵) ہے اب ہم نے (۴) رؤوس اور (۵) سہام میں نسبت دیکھی (۴) اور (۵) میں مباینت ہے لہٰذا ہم نے کل رؤوس زوجات (۴) کو محفوظ کرلیا۔

دوسرا طائفہ تسعہ بنات کا ہے اور اس کا حصہ (۲۸) ہے اور رؤوس (۹) ہیں اب (۲۸) سہام اور (۹) میں نسبت تباین کی ہے۔ لہٰذا ہم نے تسع بنات کا کل رؤوس (۹) کو محفوظ کرلیا۔

تیسرا طائفہ ست جدات کا ہے اور ان کا حصہ (۷) ہے (۶) رؤوس اور (۷) سہام میں بھی تباین ہے لہٰذا ہم (مابقیہ اگلے صفحہ پر)

(مابقیہ حاشیہ) نے کل رؤس (٦) کو محفوظ کر لیا۔ اب ہمارے پاس اعداد رؤس محفوظ ہو گئے (٤)، (٩) اور (٦) اب رؤس ورؤس میں نسبت دیکھی پہلے چھوٹے اعداد کو لے لیا تو (٤) اور (٦) میں نسبت دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان میں توافق بالنصف ہے۔

تو ہم نے (٤) کے نصف کو (٦) کے کل میں ضرب دیدیا تو جواب آیا (٢×٦=(١٢) اب (١٢) اور عدد ثالث (٩) میں نسبت دیکھی تو (١٢) اور (٩) میں توافق بالثلث ہوا تو (١٢) کے ثلث (٤) کو (٩) کے کل میں ضرب دیا تو جواب (٣٦) آیا یہ (٣٦) ہمارے پاس (مضروب) ہوا اب ہم نے اس مضروب (٣٦) کو تصحیح (٤٠) میں ضرب دیا تو (٣٦×٤٠)=(١٤٤٠) حاصل ہوا اور یہ (١٤٤٠) تصحیح ثانی ہوا اس تصحیح ثانی میں سے ہر وارث کو حصہ دینے کا یہ طریقہ ہے کہ من لا یرد علیہ (اربع زوجات) کو تصحیح اول (٤٠) میں سے (٥) حصے مل رہے تھے اس کو مضروب (٣٦) سے ضرب دینگے (٣٦×٥)=(١٨٠) تو (٤) بیویوں کا حصہ (١٨٠) ہوا اور ہر بیوی کو (٤٥) حصے ملے نگے۔ تسع بنات کو (٤٠) میں سے (٢٨) حصے مل رہے تھے تو (٢٨) کو مضروب (٣٦) سے ضرب دیا تو (٣٦×٢٨)=(١٠٠٨) جواب آیا اور ہر بیٹی کا حصہ (١١٢) ہوا۔ ست جدات کو (٤٠) میں سے (٧) حصے مل رہے تھے تو اس (٧) کو مضروب (٣٦) سے ضرب دیا (٣٦×٧)=(٢٥٢) جواب آیا تو ہر دادی کو (٤٢) حصے ملیں گے۔ (شریفیہ ص:٨٢)

واٰخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين. وصلى الله تعالىٰ علىٰ

خير خلقه سيدنا ومولانا محمد واله وصحبه اجمعين

(باب الرد مکمل ہوا)

﴿سوالات واقعیہ منتخبہ﴾

سوال نمبر:۱۔ زید کا انتقال ہوا اور انتقال کے وقت اس کی تین بیویاں، چھ بیٹے اور دو بیٹیاں موجود ہیں۔ زید کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

سوال نمبر:۲۔ شیخ علی کا انتقال ہوا، اس کے ورثاء میں ایک بیوی، چار لڑکیاں، ایک چچا، چار چچازاد بھائی موجود ہیں ان میں وراثت کیسے تقسیم ہوگی؟

سوال نمبر:۳۔ زید کا انتقال ہوا، زید نے دو شادیاں کی تھیں۔ زید کے انتقال کے وقت پہلی بیوی زندہ ہے اور پہلی بیوی سے تین بیٹے اور ایک بیٹی موجود ہیں جب کہ دوسری بیوی کا زید کی زندگی میں انتقال ہو چکا تھا۔ زید کا ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟

سوال نمبر:۴۔ زید کا انتقال ہوا اور اس کے ورثاء درج ذیل ہیں (۱) پہلی مرحومہ بیوی سے ایک لڑکی (۲) دوسری مرحومہ بیوی سے ایک لڑکی (۳) تیسری مرحومہ بیوی سے دو لڑکیاں اور دو لڑکے (۴) چوتھی بیوی حیات ہے اور اس سے بھی ایک لڑکی ہے۔ ورثاء میں ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟

سوال نمبر:۵۔ مسمی امام الدین کا انتقال ہوا، اس کے ورثاء میں ایک بیوی، دو بیٹیاں، پانچ ماں شریک بھائی موجود ہیں۔ ان میں ترکے کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

سوال نمبر:۶۔ حاجی عبدالغنی کا انتقال ہوا اور اس نے ورثہ میں دو لڑکیاں، تین برادر زادے اور بیوہ چھوڑی ہے ان میں وراثت کیسے تقسیم ہوگی؟

سوال نمبر:۷۔ ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس نے درج ذیل ورثہ چھوڑے، دو برادر حقیقی، دو برادر علاتی۔ ایک ہمشیرہ حقیقی، ایک ہمشیرہ علاتی، ان میں ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟

سوال نمبر:۸۔ زید کا انتقال ہوا۔ اس کے ورثہ میں اس کی حاملہ بیوی، والدہ، ایک بھائی اور پانچ ہمشیرہ شامل ہیں۔ ترکہ کی تقسیم شریعت اسلامیہ کے مطابق مطلوب ہے۔ بینوا فلتوجروا؟

سوال نمبر:۹۔ مرزا محمد اسحق بیگ کا انتقال ہوا۔ پسماندگان میں ایک بیوہ، دو بیٹے معین الدین اور فخر الدین اور ایک بیٹی سلطانہ چھوڑے تقسیم وراثت کیسے ہو؟

سوال نمبر:۱۰۔ زینب فوت ہوئی۔ اس کی دو لڑکیاں اور مرحوم شوہر کا لڑکا جو اس کی کفالت میں رہتا تھا اس کے ورثاء ہیں۔ تقسیم وراثت شریعت کے مطابق کیجئے۔

سوال نمبر:۱۱۔ زید کا انتقال ہوا۔ اس نے ورثاء میں تین بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی۔ اس کی تین بہنیں بھی موجود ہیں اور والد محترم بقید حیات ہیں۔ ان میں وراثت کس طرح تقسیم ہوگی؟

......حوالہ جات شرح ہذا......

(۱) التقتير هو التقصير ۔والتبذير بمعني الا سراف ۔والتحقيق انّ بيهنما فر قا وهو ان الا سراف صرف الشيىء فيما ينبغي زا ئد اً على ما ينبغي ، وا لتبذير صرفه فيما لا ينبغي.......... فالمنا سب التعبير بالا سراف بدل التبذير موافقاً لقو له تعالىٰ وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا.

[ص:۷۶۰ ج:۶ فتاویٰ شامیہ ایچ ایم سعید]

(۲) کپڑوں کی تعداد کے اعتبار سے ہو:

(قو له :ككفن السنة) اى من حيث العدد...... او من حيث القيمة..... ثم الاسراف نوعان من حيث العدد بأن يزاد فى الرجل على ثلثة اثواب وفى المرأة على خمسة......ومن حيث القيمة بان يكفن فيما قيمته تسعون وقيمةمايلبسهٗ فى حياته ستّون مثلاً. [ص:۷٦٠ : ج٦ فتاوى شا ميه]

(۳) جواز وصیت کے لئے کچھ شرائط ہیں:

وشرائطها (١) كو ن الموصى اهلا للتمليك...... فلم تجزمن صغير ومجنون ومكا تب...... (٢)وعدم استغراقه با لدين......(٣)وكون الموصى له حيًّاوقتها...... (۴)وكونه غيروارث......(۵)ولا قاتل ......(٦)وكون الموصى به قابلا للتمليك بعد موت الموصى .[ص: ۷۴۹ الدرالمختار]

(۴) زوجین پر رد کی ایک صورت:

وتقدم فى الولا ء انه يرد عليهما فى زما ننا . [ص:۷٦۴ : ج: ٦ فتا وى شا مية]

وفى المستصفى :الفتوى اليوم على الرد على الزو جين عند عدم المستحق لعد م بيت الما ل اذ الظلمة لا يصر فو نه الى مصر فه .أقول...... ولكن لا يخفى ان المتون موضوعةٌلنقل ما هو ا لمذهب وهذه المسأ لة مما أفتٰى به المتأخرون على خلا ف اصل المذهب للعلة المذكو رة كما أ فتوا بنظير ذلک فى مسأ لة الا ستيجا ر على تعليم القرآن مخالفين لأ صل المذهب لخشية ضياع القرآن ولاسيما فى زماننا فانمايأخذه من يسمّٰى و كيل بيت الما ل ويصرفهٗ على نفسهٖ وخَدَ مِهٖ، ولا يصل منه الى بيت المال شيئ .والحاصل ان كلام المتون انما هو عند انتظام بيت الما ل و كلام الشر وح عند عدم انتظام فلا معارضة بينهما . [ص:۷۸۸ : ج: ٦ الفتاوى شا مية]

(۵) ثم بیت المال:

والمستحقّون للتر كة عشرة اصناف جمعها العلا مة محمد بن الشحنة ......فقال

يعطى ذووالفروض ثم العصبة ثم الذى جا د بعتق الرقبة
ثم الّذى يعصبهٗ كا لجدّ ثم ذووالا رحا م بعد الردّ
ثم محمل ورآء موال ثم مزاد ثم بيت المال

وأراد با لمحمل من اقرله بنسب محمل علیٰ الغیر۔ وبا لمزادالموصٰی لہ بما زاد علیٰ الثلث
[ص: ۷۶۲: ج۶فتا وی شامیہ]

(۶) اس طرح کل موانع (۹) ہوجاتے ہیں:

جملة الموا نع حینئذ ستة وقد زاد بعضهم من الموا نع النبوة لحديث الصحيحين نحن معا شر الا نبياء لانورث ما تر كنا صد قة ،وفی الا شبا ہ...... الاالانبياء لا یر ثون ولا یورثون اہ قلت! لكن كلام ابن كما ل...... يشعر با نهم يرثون انتهى وزاد بعضهم الردة...... وزاد بعضهم تاسعاً وهو اللعان
[ص: ۷۶۹: ج۶فتاوی شا میہ]

(۷) مرتد مسلمان کا وارث ہوتا ہے یا نہیں:

(ھد ایہ ص ۱ ۰ ۶) باب احکام المرتدین میں ہے وان مات اوقتل على ردته انتقل ما اكتسبه فی اسلامه الى ورثته المسلمين (۱ ۰ ۶)وكا ن ما اكتسبه فی حال ردته فیئا وهذا عند ابی حنيفةؒ وقال ابو يوسف ومحمد رحمهما الله كلاهما لورثتہٖ وقال الشافعی رحمه الله كلاهما فیئٌ كذا فی (ص:۷۶۷: ج ۶الفتاوی الشامیہ) حيث قال(اما المرتد فيورث عندنا)ای من كسب اسلا مہٖ۔ وكسب ردتہٖ فیئٌ للمسلمين وقالا للوارث المسلم انتهیٰ.

(۸) اور یہ اختلاف دار فیما بین الکفار مانع ارث ہے:

(ص:۷۶۷الدرالمختا ر)والرا بع اختلا ف الدارين فیما الكفا رعندنا خلا فاً للشا فعی ص۷۶۸ (بخلا ف المسلمین......)ای اختلا ف الدارلا يؤثر فی حق المسلمين حتى ان المسلم التا جراوالاسيرلومات فی داراالحرب ورث منه ورثته الذين فی دارالا سلام. [الفتاوی الشا میہ ص:۷۶۸ج:۶]

(۹) وہ جگہ جہاں کے فوج، بادشاہ، لشکر الگ ہوں:

(ص:۷۶۷)وا ختلا فها باختلاف المنعة: العسكر ی ،واختلا ف الملك كا ن يكون احد الملكين فی الهندوله دارومنعة .والا آخر فی الترك وله دارومنعة اخرى ،وانقطعت العصمة فيما بينهم حتى يستحل كل منهما قتال الا خر فها تا ن الداران مختلفان. (ص:۷۶۸الفتا وی الشا میة)

(۱۰) وہ چار مسائل جن میں باپ دادا کے احکام مختلف ہیں:

وفی الاشباه:الجد كالاب الا فی ثلثة عشر مسأ لة خمس فی الفر ائض وبا قيها فی غير ها (الدر المختا ر ص ۷۷۱) پھر علامہ شامی نے فرداً فرداً پانچوں مسائل بیان کئے: الخا مسة :لو تر ك جد معتقه وأخاه كا ن ابو حنيفة رحمه الله يختص الجد با لولاء وقالا الولاء بينهما ولوكان مكان الجد أب فا لميراث كله له اتفاقاً قال فی المنح: هذه مستفاد حكمها من حكم المسألة الثا لثة .

[ص: ۷۷۱: ج۶فتاوی شا میہ]

(۱۱) جواب مصنفؒ نے اس سوال مقدر کے جواب میں الخ:

ویسمّی مسئلة التشبیب لا نها بد قتها وحسنها تشحذالخواطر وتمیل الا ذان الی استما عها فشبهت بتشبیب الشاعر القصید ة لتحسینها واستد عاء الا صغاء لسماعها آه من شرح السید .

(الفتا ویٰ الشامیة ص: ۷۸۵]

(۱۲) اس کا کوئی بھائی زندہ نہیں ہے۔

قوله ولا شیئ للسفلیا ت)وهی الست الباقیة من البنات الا ان یکو ن مع وا حدة منهن غلام فیعصبها ومن یحاذیها ومن فو قها ممن لا تکون صا حبة فرض وسقط السفلیا ت (الدرالختار ص: ۷۸۴. ۷۸۵ ج: ۶)وشرحه ابن عابدین شرحاً شافیا فلیراجع ثمه.

(۱۳) والا بویات ایضاًبالاب:

واعلم ان الاب لا ترث معهُ الا جدة واحدة من قبل الا م لان الابویات یحجبن به والا مویات الصحیحات لایزددن علی واحدة أبداً. [ص: ۷۸۲ ج: ۶ فتاوی شامیة]

(۱۴) والاخر ی ذات قر ابتین :

وتو ضیحها ان امرأه زوجت ابن ابنها بنت بنتها فو لد بینهما ولد فهده المرأة جدته لأ بویه

[الفتاوی شامیه ج:۶ ص:۷۸۳]

(۱۵) یہ ہی قول مفتی بہ ہے:

انصافاًباعتبار الابدان وبه قال مالک والشافعی وبه جزم فی الکنزفقال: وذات جهتین کذات جهةٍواحد ة. [الدرالمختار ص:۷۸۳]

وقال العلامة الشامی(وبه جزم فی الکنز)...... فکان هو المرجح وان اقتضیٰ صنیع المصنف خلافه......

(۱۶) اشکال:

واما الأ خ لاب وامّ فا نّہُ عصبةبنفسهٖ مع انّ الام داخلة فی نسبتهٖ؟ واجیب بانّ المراد من لا ینتسب با لا نثی فقط وأجاب السید بانّ قرابة الأب أ صل فی استحقاق العصوبة .

[ص: ۷۷۳ ج: ۶ الفتاوی الشامیة]

(۱۷) لکن اصلهُ ثابت بخبرابن مسعودؓ وهو ما رواه البخاری فی بنت وبنت ابن واخت...... للبنت النصف ولبنت الابن السدس ومابقی فللاخت. [ص: ۷۷۶ ج: ۶ الفتاوی الشا میه]

(۱۸) لقو له علیه السلام لیس للنسآء من الولآء الا ما اعتقن.(الحدیث).

هذاالحدیث وان کان فیه شذو ذلکنه تأید بکلام کبارالصحابة فصار بمنزلة المشهور کما بسطه

السیــد...... الـدرالمختا ر (ص: ۷۷۹)وقال العلا مۃ الشامی فقد روی عن عمرؓ وعلیؓ وزیدبن ثابتؓ انھم کـانوالا یورّثون النساء من الولاء الا ما اعتقن اواعتق من اعتقن ،اوکا تبن رواہ ابن ابی شیبۃ وعبدالرزاق والدارمی والبیھقی [ص: ۷۷۹ ج: ۶ فتاویٰ شامیہ]

(۱۹)وہ آٹھ صورتیں ہیں:

دیکھئے حاشیۃ ابن عابدین (ص:۷۷۹ج:۶) یہاں پر علامہ شامی نے تمام صورتوں کی وضاحت کی ہے۔

(۲۰)یاد رہے کہ جمہور کے مذہب میں ثمن کا اجتماع:

اواختـلط(الثـمـن)مـن النوع الاول ببعض الثانی وامّا بکلہ فغیر متصورالاعلی رأی ابن مسعودؓ اوفی الـوصـایـا فلیحفظ ص:۸۰۵ الدرالمختار ج:۶ (الاعلی رأی ابن مسعودؓ)کما لوترک ابنا کافراًوزوجۃ واُمّا واختیـن لا ب وام واختین لام فالھما من (۲۴) وتعول الیٰ(۳۱) عندہ واما عند غیرہ فھی من(۱۲) وتعول الی (۱۷) (حاشیۃ ابن عابدین)

(۲۱)عول کی مشروعیت:

با ب العول (واول من حکم با لعول عمررضی اللہ تعالی عنہ) فانہ وقع فی صورۃ ضا ق مخرجھا عن فـروضھافشاورالصحا بۃ فا شار العباسؓ الی العول فقال اعیلوالفرائض فتا بعوہ علی ذالک ولم ینکراحد الا ابنہ بعد موتہ وتمامہ فی شرح السیدوغیرہ (ص: ۷۸۶۔۷۸۷الفتاوی الشا میۃ ج۶)

(۲۲)عدد اہل حساب کا:

واعـلـم ان الـعـدد مـا تـألف مـن الا حـادکـالا ثـنین فصاعداًومن خوا صہ ان یسا وی نصف مجموع حـا شیتیـہ الـقـر یبتیـن اوالـبـعیـد تیـن کـالا ربـعـۃ مثلاً...... :وبــہ عـلـم ان الواحد لایسمّٰی عدداعنداھل الحساب......(ص:۸۰۸ج: ۶الفتاوی الشامیہ)

(۲۳)قولہ لا ن العددالعاد لھمامخرج لجزء الوفق:

لان العدد العاد لھما مخرج لجزء الوفق بینھما فلماعدھما الاربعۃ وھی مخرج للربع کانامتوافقین بہ. سید.
[ص:۸۰۸ج:۶الفتاوی الشامیۃ]

(۲۴)ولا ینکسرعلی اکثرمن اربع فرق (ص:۸۰۵ج:۶الدر المختا رمع ھا مشہ)

(۲۵)ووجہ آخر وھو طر یق النسبۃ وھو الا وضح (والا وضح طریق النسبۃ ص: ۸۰۹ج:۶ثم شرحہ ابن عا بدین شرحاًشافیاً)

(۲٦) فائدہ حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ:

(وذاأردت قسمة التركة بين الورثة والغرماء) يعني ان كُلًّا وَحْدَهُ لا معًا لتقدم الغرماء علىٰ قسمة المواريث. [الدر المختار ص: ٨١٠ ج: ٦]

قال ابن عابدين (قوله يعني ان كلا وحده) جواب عما اوردمن ان قوله كا لسراجية: والغرماء بالواو غير صحيح لان التركة ان كانت وافية بجميع الديون وبقي للورثة شيئ لايحتاج الى القسمة بين الغرماء...... ويجاب بان الواو بمعنى أو. [حاشية ابن عابدين ص: ٨١٠ ج: ٦]

(۲۷) زوجین پر رد: باب الردّ

وتقدم في الولاء انه يرد عليهما في زماننا. [ص: ٧٦٤: ج: ٦ فتاوى الشامية]

وفي المستصفى: الفتوى اليوم على الرد على الزوجين عند عدم المستحق لعدم بيت المال اذ الظلمة لا يصرفونه الى مصرفه. أقول...... ولكن لا يخفى ان المتون موضوعةٌ لنقل ما هو المذهب وهذه المسألة مما أفتى به المتاخرون على خلاف اصل المذهب للعلة المذكورة كما أفتوا بنظير ذلك في مسألة الاستيجار على تعليم القرآن مخالفين لأصل المذهب لخشية ضياع القرآن...... ولاسيما في زماننا فانمايأخذه من يسمّى وكيل بيت المال ويصرفهُ على نفسه وخَدَمِهِ، ولا يصل منه الى بيت المال شيئ. والحاصل ان كلام المتون انما هو عند انتظام بيت المال وكلام الشروح عند عدم انتظام فلا معارضة بينهما. [ص: ٧٨٨: ج: ٦ الفتاوى الشامية]

﴿سوالات واقعیہ کے جوابات﴾

جواب نمبر:۱۔

الجواب باسم ملہم الصدق والصواب

مسئلہ ۸ × (۴۲) مضروب = ت ۳۳۶

مثال: میــــــــــــــــــــــــــــت

زوجہ	زوجہ	زوجہ	ابن ابن ابن ابن ابن ابن	بنت	بنت
۱/۴۲			۷/۲۹۴		

کل مال کے (۳۳۶) حصے بنیں گے ہر ہر بیوی کو (۱۴) (۱۴) حصے ملیں گے اور چھ بیٹوں میں سے ہر بیٹے کو (۴۲)، (۴۲) حصے ملیں گے اور دو بیٹیوں میں سے ہر بیٹی کو (۲۱)، (۲۱) حصے ملیں گے۔

اصل مسئلہ (۸) سے ہوگا تین بیویوں کو (۱) حصہ اور باقی (۷) حصے بیٹے بیٹیوں میں تقسیم ہوں گے۔ یہاں پر باب التصحیح کا قاعدہ نمبر (۷) جاری ہوگا والرابع ان تکون الأعداد متباننة -۵۱- لہٰذا جن دو طائفوں پر کسر واقع ہوا ہے پہلے ان کے سہام و روؤس میں نسبت دیکھی جو کہ تباین ہے پھر طائفہ اولیٰ کے تین روؤس اور طائفہ ثانیہ کے چودہ روؤس میں بھی نسبت دیکھی جو کہ تباین ہے۔ لہٰذا چودہ کو تین سے ضرب دیا تو بیالیس حاصل ہوگا اس بیالیس کو اصل مسئلہ (۸) میں ضرب دیا تو (۳۳۶) تصحیح حاصل ہوئی۔

جواب نمبر:۲۔

مسئلہ (۲۴)

مثال: میــــــــــــــــــــــــــــت

بیوی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	چچا	چچازاد بھائی	چچازاد بھائی	چچازاد بھائی	چچازاد بھائی
۳	۱۶				۵	محروم			

کل ترکہ کے (۲۴) حصے بنیں گے۔ اس میں سے بیوی کو (۳) بیٹیوں کو (۱۶) اور چچا کو (۵) حصے ملیں گے۔ بیوی کے ثمن کا اجتماع ثلثان کے ساتھ ہو رہا ہے لہٰذا مسئلہ (۲۴) سے ہوگا۔

جواب نمبر:۳۔

مرحومہ بیوی وراثت کی حقدار نہیں۔ زید کا ترکہ اس کے انتقال کے وقت موجود بیوی اور بچوں کے درمیان تقسیم ہوگا۔ اسطرح

مسئلہ (۸)

مثال: میــــــــــــــــــــــــــــت

بیوی	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی	دوسری بیوی (میت)
۱	۲	۲	۲	۱	محروم

بیوی کو ثمن ملتا ہے اس لئے مسئلہ (۸) سے ہوگا ترکہ کے (۸) حصے بنا کر (۱) حصہ بیوی کو اور ہر بیٹے کو دو، دو حصے اور بیٹی کو (۱) حصہ ملے گا۔

جواب نمبر:۴۔

صورت مسؤلہ میں میت کے انتقال کے وقت اس کی چوتھی بیوی اور اس کی پانچ بیٹیاں اور دو بیٹے موجود ہیں، لہٰذا بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا باقی مال بیٹے بیٹیوں میں دوگنا اور اکہرا ہو کر تقسیم ہوگا۔ کل ترکہ کے (۷۲) حصے بنیں گے، بیوی کے (۹) حصے، ہر بیٹے کو (۱۴)، (۱۴) حصے اور ہر بیٹی کو (۷)، (۷) حصے ملیں گے۔

مسئلہ ۸ × ۹ = ت ۷۲

مثال: میــــــــــت

لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	بیوی
			۷				۱
			۶۳				۹
۱۴	۱۴	۷	۷	۷	۷	۷	

یہاں اولاد کے طائفے میں (۵) بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ دو بیٹے بمنزلہ چار بیٹیوں کے ہیں تو کل رؤوس نو ہوئے اور اس طائفۃ الاولاد کو (۷) سہام مل رہے ہیں اور ان (۹) رؤوس اور ان کے سہام (۷) میں تباین ہے۔ لہٰذا تصحیح کے تیسرے قاعدے کے مطابق کل رؤوس (۹) کو اصل مسئلہ (۸) سے ضرب دیں گے اس طرح (۷۲) تصحیح حاصل ہوگی۔ اب ہر وارث کو اصل مسئلہ میں سے جو حصہ ملا ہے اس کو (۹) مضروب میں ضرب دیں گے اس طرح ہر ایک کو اس کا حصہ مل جائے گا۔

جواب نمبر:۵۔

بیوی کو ترکے کا آٹھواں حصہ اور دونوں بیٹیوں کو دو تہائی حصہ ملے گا۔ پانچ ماں شریک بھائیوں کو ایک تہائی حصہ ملے گا۔ کل ترکہ کے (۱۳۵) حصے بنیں گے۔ میت کی بیوی کو (۱۵) حصے اور ہر ہر بیٹی کو (۴۰)، (۴۰) حصے ملیں گے، ہر ماں شریک بھائی کو (۸)، (۸) حصے ملیں گے۔

مسئلہ ۲۴ عول ۲۷ × ۵ = ت ۱۳۵ (رؤوس نمبر ۵ اور سہام نمبر ۸ میں تباین ہے) (امام الدین)

مثال: میــــــــــت

ماں شریک بھائی	ماں شریک بھائی	ماں شریک بھائی	ماں شریک بھائی	ماں شریک بھائی	بیٹی	بیٹی	بیوی
		ثلث			ثلثان		ثمن
		۸			۱۶		۳
		۴۰			۸۰		۱۵

بیوی (۱۵) بیٹی (۴۰)، بیٹی (۴۰) بھائی (۸) بھائی (۸) بھائی (۸) بھائی (۸) بھائی (۸)

یہاں پر صرف ایک طائفہ پر کسر واقع ہو رہا ہے اور طائفہ ثالثہ کے سہام اور رؤس میں تباین ہے اس لئے باب التصحیح کا دوسرا قاعدہ جاری ہوگا۔

جواب نمبر:۶۔

کل ترکہ کے (۷۲) حصے بنیں گے۔ بیوہ کو ان (۷۲) حصوں میں سے (۹) حصے ملیں گے۔ اور ہر بیٹی کو (۲۴) حصے ملیں گے اور ہر برادرزادہ کو (۵)، (۵)، (۵) حصے ملیں گے۔

مسئلہ ۲۴ × ۳ = ت ۷۲ (عبدالغنی)

مثال: میـــــــــــــــــــــــــــــــــــــت

بیوہ	بیٹی	بیٹی	برادرزادہ	برادرزادہ	برادرزادہ
ثمن	ثلثان		عصبہ		
۳	۱۶		۵		
۹	۴۸		۱۵		

بیوی (۹) بیٹی (۲۴) بیٹی (۲۴) برادرزادہ (۵) برادرزادہ (۵) برادرزادہ (۵)

یہاں پر باب التصحیح کا تیسرا قاعدہ جاری ہوا ہے۔

جواب نمبر:۷۔

دو حقیقی بھائی اپنی حقیقی ہمشیرہ کے ساتھ مل کر وارث بنیں گے باقی ورثہ (دونوں برادر علاتی اور ہمشیرہ علاتی) محروم ہونگے۔ کل ترکہ کے (۵) حصے بنیں گے (۲)، (۲) حصے ہر عینی بھائی کو اور (۱) حصہ عینی بہن کو ملے گا۔

مسئلہ ۵

مثال: میـــــــــــــــــــــــــــــــــــــت

عینی بھائی	عینی بھائی	عینی بہن	علاتی بھائی	علاتی بھائی	علاتی بہن
۲	۲	۱	محروم	محروم	محروم

وضاحت : وفی السراجیہ ص: ۱۴ یرجحون بقرب الدرجة...... ثم یرجحون لقوة القرابة اعنی به ان ذا القرابتین اولیٰ من قرابة واحدة ذکراً کان او انثیٰ لقوله علیه الصلاة والسلام ان اعیان بنی الام یتوارثون دون بنی العلات . الی اخر ماقال

معلوم ہوا کہ عینی بھائی اور بہن وارث ہونگے اور علاتی بھائی اور بہن محروم ہونگے عینی بھائیوں میں سے ہر ایک کو دوگنا حصہ اور عینی بہن کو اکہرا حصہ ملے گا۔ مسئلہ (۵) سے ہوگا مسئلہ کی تصحیح کے لئے (۱) بھائی کو دو بہن فرض کرینگے تو دو بھائی چار بہنوں کے برابر ہوئے اس طرح کل (۵) رؤس ہو گئے اور مسئلہ ان پانچ (۵) رؤس سے بنایا جائے گا۔

جواب نمبر:۸۔

اگر وضع حمل کا وقت قریب ہے تو میراث کی تقسیم وضع حمل کے بعد کرنی چاہئے۔(الشریفیہ شرح السراجیہ ص:۱۳۱) اور اگر وضع حمل میں ابھی انتظار کرنا پڑیگا تو بہتر یہی ہے کہ ورثہ بچہ جننے کا انتظار کریں کیونکہ معلوم نہیں کہ لڑکا پیدا ہوگا یا لڑکی۔ایک بچہ کی پیدائش ہوگی یا دو یا دو سے زائد؟ لیکن اگر پھر بھی ورثہ کا تقاضہ ہے کہ میراث تقسیم کی جائے تو اس کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ کل ترکہ کے (۲۴) حصے بنائے جائیں گے اور (۲۴) حصوں میں سے میت کی والدہ کو (۴) حصے اور بیوی کو (۳) حصے دینگے اور (۵) حصے بھائی اور بہن کے لئے موقوف رکھیں گے اور بقیہ (۱۲) حصے آنے والے نومولود کے لئے رکھیں گے۔

اب اگر بیٹی پیدا ہو تو (۱۲) حصے بیٹی کو اور (۵) موقوف حصوں میں سے بھائی کو بہنوں سے دوگنا اور ہر بہن کو اکہرا حصہ ملے گا اس طرح اس (۵) کے (۷) حصے بنائیں گے دو حصے بھائی کو اور (۵) حصے (۵) بہنوں کو مل جائیں گے اور اگر بیٹا پیدا ہو تو ماں کو (۴) اور بیوی کو (۳) حصے دینے کے بعد باقی (۱۲) اور (۵) موقوفہ = (۱۷) حصے سب کے سب بیٹا لے گا اور بھائی بہن محروم ہو جائینگے۔کیونکہ بیٹا ہونے کی صورت میں میت کلالہ نہ رہی اور بھائی، بہن کو حصہ کلالہ ہونے کی صورت میں ملتا ہے اور یہ شرط یہاں مفقود ہے۔

وفی السراجیه روی الخصافؒ عن ابی یوسفؒ انه یوقف نصیب ابن واحد او بنت واحدة وعلیه الفتوی (السراجیه ص: ۵۲)

یہاں پر دو مسئلہ کی صورتیں بنائی جائیں گی۔

بیٹا فرض کرنے کی صورت میں صورت مسئلہ (۱)

مسئلہ ۲۴

مثال: میـــــــــــــت

والدہ	بیوی	ایک بھائی پانچ بہنیں	حمل (مذکر)
سدس	ثمن	عصبہ	عصبہ
(۴)	(۳)	محروم	(۱۷)

بیٹی ہونے کی صورت میں صورت مسئلہ (۲)

مسئلہ ۲۴

مثال: میـــــــــــــت

والدہ	بیوی	ایک بھائی پانچ بہنیں	حمل (مؤنث)
سدس	ثمن	عصبہ	
(۴)	(۳)	(۵) موقوفہ	(۱۲)

اب دونوں مسئلوں میں تماثل ہے اس لئے ضرب دینے کی ضرورت نہیں اب والدہ کو (۴) حصے اور بیوی کو (۳) حصے ملیں گے اور بھائی اور پانچ بہنوں کے لئے (۵) حصے موقوف کرینگے۔اگر حمل مؤنث ہو تو اس کو (۱۲) حصے دینگے اور (۵) موقوفہ حصے بھائی، بہنوں کو مل جائینگے اور اگر حمل، بیٹا پیدا ہو تو (۱۷) حصے اس کو مل جائیں گے اور بھائی بہن محروم رہیں گے۔

جواب نمبر:۹۔

ترکہ کے چالیس (۴۰) حصے بنا کر (۵) حصے بیوی کو (۱۴)، (۱۴) حصے بیٹوں کو اور بیٹی کو (۷) حصے ملیں گے۔

مسئلہ (۸) (ت ۴۰) (۵ رؤوس ہیں اور سہام (۷) ہیں ان میں تباین ہے تو تصحیح کا قاعدہ نمبر تین جاری ہوگا)

مثال: میــــــــــــــــــــــت (مرزا محمد اسحاق بیگ مرحوم)

بیوہ	معین الدین	فخر الدین	سلطانہ
۱		۷	
۵		۳۵	
	۱۴	۱۴	۷

جواب نمبر:۱۰۔

مرحومہ کے شوہر کا بیٹا وراثت کا حقدار نہیں اس کو میراث میں کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ کل ترکہ کے دو حصے کئے جائیں گے اور ہر بیٹی کو ایک ایک حصہ مل جائے گا۔

زینب مرحومہ مسئلہ ۳ رد ۲

مثال: میــــــــــــــــــــــت

بیٹی	بیٹی	شوہر کا بیٹا
۱	۱	محروم

مسئلہ تین سے ہوگا۔ دونوں بیٹیوں کو قاعدے کے مطابق ثلثان ملے گا۔ پھر ایک حصہ باقی بچا لہٰذا ان ہی دو بیٹیوں پر رد ہوگا باب الرد کے قاعدہ نمبر ایک کے مطابق مسئلہ دونوں بیٹیوں کے رؤوس دو سے ہوگا۔

جواب نمبر:۱۱۔

زید کے کل ترکہ کے (۴۲) حصے بنائے جائیں گے۔ زید کے والد کو سات حصے اور ہر ہر بیٹے کو (۱۰)، (۱۰) حصے اور بیٹی کو (۵) حصے ملیں گے۔

زید مرحوم مسئلہ ۶ ×۷ = ت ۴۲

مثال: میــــــــــــــــــــــت

والد	ابن	ابن	ابن	بنت	اخوات ثلثہ
۱		۵			محروم
۷		۳۵			
	۱۰	۱۰	۱۰	۵	

اصل مسئلہ (۶) سے ہوگا اب تین بیٹے، ایک بیٹی کو (۵) حصے مل رہے ہیں۔ ہم نے ایک بیٹے کو دو بیٹی فرض کیا تو یہ کل (۷) رؤوس ہو گئے اور ان کے سہام (۵) ہیں۔ باب التصحیح کے قاعدہ نمبر ۳ کے مطابق کل رؤوس کو اصل مسئلہ میں ضرب دے کر (۴۲) تصحیح حاصل ہوئی۔ اب ہر وارث کو اصل مسئلہ میں سے جو حصہ ملا اس کو مضروب (۷) میں ضرب دیں گے اس طرح ہر وارث کو (۴۲) میں سے ان کا حصہ مل جائے گا۔

﴿مآ خذومراجع﴾

(۱) الهد ایة للعلامة برهان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر المرغینا نی.
(المتوفی سنہ ۵۹۳ھ)

(۲) الشریفیة شرح السرا جیة للشیخ العلا مة السیدالسند الشریف الجر جانی .
(المتوفی سنہ ۸۱۶ھ)

(۳) حاشیة رد المحتا ر لخا تمة المحققین محمد امین الشهیر با بن عابد ین.
(المتوفی سنہ ۱۲۵۲ھ)

(۴) الجوا هر المضیئةفی طبقات الحنفیة للحافظ عبدالقادر القرشی. الحنفی.
(المتوفی سنہ ۷۷۵ھ)

(۵) کشف الظنون عن أسا می الکتب والفنون للملا الحا ج الخلفیة الکا تب الجلبی .
(المتوفی سنہ ۱۰۶۷ھ)

(۶) أ بجدالعلوم للعلامة النواب صد یق حسن خا ن القنّوجی.
(المتوفی سنہ ۱۳۰۷ھ)

(۷) الفوائد البهیة فی تراجم الحنفیة للعلامة ابی الحسنات الشیخ عبد الحی اللکنوی.
(المتوفی سنہ ۱۳۰۴ھ)